Nawa-e-Sufia International

نوائے صوفیہ

نومبر 2021 ربیع الثانی1443ھ

E-edition شمارہ 148



خانقاہ خداداد اور
حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کا آخری آرام گاہ
صوفی آباد سمنان

احیائے تصوف کا علمبر دار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

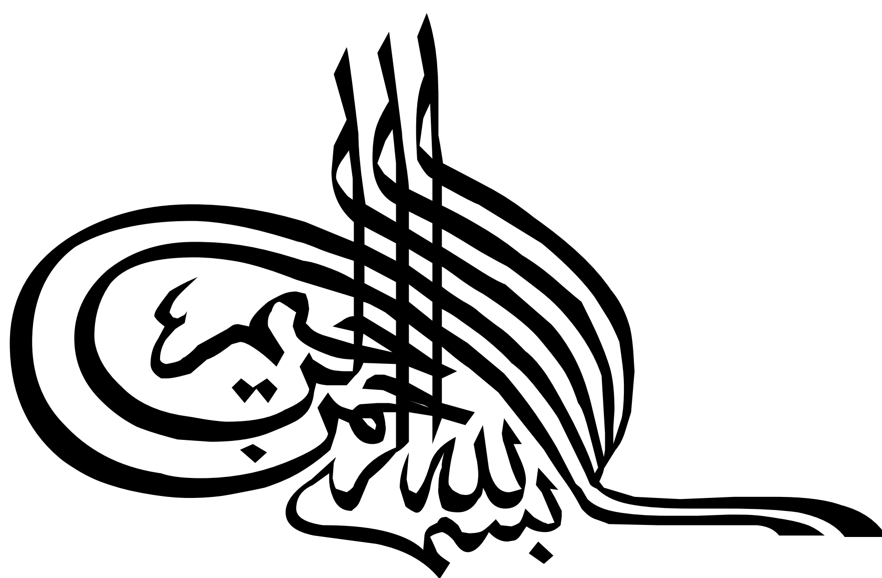
نوائے صوفیہ انٹر نیشنل ای۔ایڈیشن

بفیضان نظر حضرت علامہ بشیر براہ والے قدس سرہ العزیز

شمارہ:148 نومبر 2021ء

مدیر اعلیٰ	غلام حسن حسنو
چیف کمپوزر	حبیب اللہ کھربوہ کرگل لداخ
کمپوزر	محمد ابراہیم چھوربٹ سکردو
بتعاون	شعبہ نشرواشاعت علماء سپریم کونسل
ناشر	شاہ ہمدان تحقیقاتی ادارہ برائے تصوف
ویب سائیٹ	www.nawaisofia.com
فیس بک	www.facebook.com/nawaesofia
ای میل	articles@nawaisofia.com

مضامین موبائل اور ای میل کے علاوہ موبائل اپیلی کیشن اور ویب سائٹ سے اپ لوڈ کر سکتے ہیں۔


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین



اداریہ

جن کے آنگن میں غریبی کا شجر ہو

غلام حسن حسنو

ماہنامہ نوائے صوفیہ کا آن لائین شمارہ 148 نذر قارئین کی جارہی ہے۔بلا کسی تعطل کے مسلسل 18 شماروں کی تیاری اوراشاعت پر ہم اللہ رب العزت کے حضور سراپا سجدہ ریز ہیں۔کیونکہ ہم میں کوئی توانائی ہے نہ ہی کوئی ہمارامددگاراورنہ ہی کوئی غمگسار۔اس افراتفری کے عالم میں بس اسی کا فضل وکرم اوراسی کے آسرے پر یہ سب کچھ چل رہاہے ورنہ ہماری بساط ہی کیاہے؟

ماہ مبارک ربیع الاول کا اختتام اورماہ ربیع الآخر کی آمد آمد ہے۔ربیع الاول میں موجودہ حکومت کی جانب سے ملک بھرمیں رحمت للعالمین کے عنوان سے ایک باختیاراتھارٹی قائم کرنے اور جشن میلادالنبی منانے کا جو سلسلہ شروع کیااور جگہ جگہ شایان شان طریقے سے یہ مبارک دن منایا گیااور تقریبات منعقد کی گئیں جن میں نعت خوان حضرات اور علمائے کرام کو انعام واکرام سے نوازے گئے،وہ نہایت قابل تحسین اورلائق تقلید ہے ۔اس پر ہم حکمرانوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ان روح پرور تقریبات کے علاوہ فاق اورپنجاب حکومت کی جانب سے رحمت للعالمین سکالرشپ کا اجرااور بھی شاندارپروگرام ہے اس کی جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔

وطن عزیز کی خمیر میں حبِّ رسول کی خوشبورچی بسی ہوئی اور ہر سو پھیلی ہوئی ہے یہاں کے خوش قسمت لوگ شفیع المذنبین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بجاطورپر غیر معمولی مؤدت ومحبت رکھتے ہیں۔اور اپنی اپنی ظرف کے مطابق اپنے اپنے انداز میں حبِّ نبی کادم بھرتے ہیں یہ غیر معمولی عشق ومحبت رسول برصغیر کے لوگوں میں عموماً اوراہل پاکستان میں خصوصاً پوری جوبن پر دکھائی دیتی ہیں مگر بدقسمتی یہ کہ باقی دنیامیں بسنے والے مسلمانوں میں دکھائی نہیں دیتا۔آپ مکہ جاکر دیکھیں وہاں آپ کو غار حرا،جبل نور، جبل رحمت، مسجد جن،غار ثور وغیرہ میں اور مدینۂ منورہ میں جبل احد، مسجد قبا،مسجد قبلتین،اور مسجد نبوی کے چپے چپے پر برصغیر کے عازمین بالخصوص اہل وطن کو دیکھیں گے جو نبی کریم کے نقش پاکو بوسہ دیتے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ان مقامات پر بجالانے والے اعمال کو یاد کرتے اور پندرہ سو سال بیتے نبوی لمحات کو محسوس کرنے کی کوشش کرتے نظر آئیں گے جبکہ دوسرے ممالک کے لاکھوں عازمین کو ان سے ان سے کوئی سروکار ہے نہ انہیں ان کی کچھ خبر ہماری ان گنہگار آنکھوں نے مدینۃ الرسول میں پاکستانیوں کو ننگے دیکھی ہیں یہ سب کچھ یہاں کے باسیوں کی عشق و محبت رسول کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اس ماہ مبارک کے دوران ایسی دو تین باتیں ہمارے مشاہدے میں آئیں جنہوں نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔

ان میں سے ایک یہ کہ ملتان میں میلاد النبی کے جلوس کے ساتھ اوباش لوگ ایک لڑکی کو باقاعدہ حور بنا کر اوباشوں کے جھرمٹ میں لے آئے۔حالانکہ ملتان مدینۃ الاولیاؑ سے موسوم ہے اس ماہ مبارک کی تاریخ سعید کے موقع پر سرزمین اولیاؑ میں یہ اخلاق سوز حرکت منتظمینِ جلوسِ میلاد کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے آئندہ اس قسم کے اوچھے اور اخلاق سوز مناظر سے جلوسِ میلاد کو پاک رکھنا منتظمین کی دینی و اخلاقی فریضہ ہے۔اس قسم کی حیاسوز واقعات اور اوچھی حرکتوں کا اعادہ آئندہ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ متعدد مقامات پر جلوس کے دوران ہاتھوں میں لئے ہوئے بینر جلوس کے اختتام پر کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر پھینک دیے گئے حالانکہ ان پر قرآنی آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی اور درود وسلام پر مبنی دینی سلوگن تحریر تھے۔اگرچہ یہ کام محض لاعلمی اور لاپروائی کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوا ہے اگرچہ ہمارے ملک میں یہ حرکت قابل تعزیر جرم ہے اور پولیس کاروائی کرنے کی پابند بھی ہے لیکن ہمارے اشرافیہ اور مقتدر قوتوں نے قانون اور قانونی تقاضوں کو غریبوں کو پھنسانے کا جال بنا رکھا ہے اور اشرافیہ اور منہ زور قوتیں انہیں پرِکاہ کے برابر نہیں سمجھتے چنانچہ قانون نافذ کرنے والے ادارے ان کی جانب دیکھنے کی جرات نہیں کرتے ویسے بھی زبردستی کی بجائے نرمی اور احسن طریقے سے اس قسم کے جرائم کا تدارک آسان اور موثر ہوتا ہے۔اس لئے منتظمینِ جلوس میلاد کو آئندہ اس قسم کے معاملات پر چوکس رہنے کی ضرورت ہے اور کسی بھی طرح ان مقدس اوراق اور بینرز کو ناپاک مقامات پر پھینکے جانے سے روکنا فرضِ اولین ہے۔

اور تیسری بات ایک دینی جماعت کی جانب سے لانگ مارچ کا اہتمام اور شہر اقتدار کا گھیراؤ ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں مغرب میں لوگ مادر پدر آزاد ہیں اور اظہار رائے پر کوئی پابندی نہیں لیکن ان کے ہر کام کی

تان مسلمانوں کی دل آزاری پر ٹوٹتی ہے۔

افسوسناک بات یہ ہے دنیا میں 56 سے زائد مسلم ممالک ہیں ان میں سے بیشتر مسلم ممالک کے ان مغربی ممالک کے ساتھ انتہائی دوستانہ تعلقات ہیں معیشت اور سیاسی استحکام کی وجہ سے مغربی ممالک میں اثر ورسوخ بھی ہے اگر وہ اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں اور انہیں ان کے اوقات یاد دلائیں، تب یہ سلسلہ بند ہو سکتا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ موجود نہیں جس کو اپنا کر یہ سلسلہ بند کرایا جاسکے۔ لیکن مقام افسوس یہ ہے کہ ان ممالک کے مسلم حکمرانوں اور مسلم عوام کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کوئی ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وتوقیر کریں یا توہین واہانت۔ البتہ یہ لوگ اس بات پر روز بروز دبلے ہوتے جارہے ہیں کہ ان کے آباؤاجداد اور عمال حکومت کی عزت وآبرو پر کوئی حرف نہ آئے۔

عالم اسلام میں سے پاکستانی حکمران وہ ہے جو نہ صرف اس قسم کے مسائل پر کھل کر عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ سارے عالم اسلام کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھ کر ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں موجودہ حکومت کی کوششیں اور بھی قابل قدر ہے۔ اس نے تین سال کی مختصر مدت میں متعدد عالمی فورموں پر عالم اسلام سے متعلق مسائل پر آواز اٹھائی ہے جن میں ناروے، سویڈن اور فرانس میں ہونے والے توہین رسالت کے واقعات بھی شامل ہیں لیکن حکومت کی بوجوہ معاشی کمزور پوزیشن کی وجہ سے عالمی طاقتوں میں سے کوئی بھی ان باتوں پر توجہ دینے کو تیار نہیں محسن نقوی نے درست بات کہی ہے۔

جن کے آنگن میں غریبی کا شجر ہو محسن

ان کی ہر بات زمانے کو برا لگتا ہے

اوراس پر مستزاد ملک میں سیاسی عدم استحکام اور حد سے زیادہ مکار، تجربہ کاراور منہ زوراپوزیشن کی حد سے زیادہ شور وغوغا میں بھلا دوسروں کو کیا پڑی ہے کہ پاکستانی حکومت کی بات پر کان دھرے۔ اس میدان میں ناکامی میں عالمی حالات، اپوزیشن کا حکومت کے ہر معاملے میں شور وواویلا، مسلم ممالک کے حکمرانوں کا عدم تعاون کا زیادہ ہاتھ ہے۔ ایسی صورت حال میں پورے لاؤ لشکر کے ساتھ جارحانہ جلسہ جلوس اور ریلیوں سے حکومت اوراہل وطن کی مشکلات میں اضافہ ضرور ہو جاتا ہے شاہراہیں بند ہونے سے ملک کا نقصان بہت ہو جاتا

ہے لیکن اسلام دشمن قوتوں اور توہین رسالت کے مجرموں کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ جس پلان کے ساتھ وہ یہ سب کچھ کرتے ہیں اس قسم کے جارحانہ اقدامات سے ان کی سازشیں زیادہ کامیاب ہو جاتی ہیں۔

اندریں حالات ہمیں ہوش کے ناخن لینا چاہیے اور کسی قول، فعل اور عمل سے وطن اور اہل وطن کا نقصان اور دشمنوں کو فائدہ نہیں پہنچانا چاہیے۔



القرآن

تفسیر نجم القرآن

حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانیؒ

ترجمہ: مولانا علی محمد ہادی

گزشتہ سے پیوستہ

(نزولِ قرآن کا مقصد

قرآنِ پاک کے اتارنے، زبان پر اس کی قراءت کو سہل بنانے اور اس کے معانی کو بیان کے ذریعے واضح کرنے کا مقصد اللہ کی آیات کو یاد رکھنا، مواعظِ حسنہ سے نصیحت حاصل کرنا اور دل سے قرآن کے عجائب وغرائب میں غور وفکر کرنا ہے۔

اپنے مددگاروں سے سیم وزر حاصل کرنے، عوام کو وعظ وتبلیغ کرنے اور عورتوں سے میل رکھنے کے لیے دلکش آواز میں اس کی قرأت کرنے کے لیے نہیں اتارا۔ اس قسم کا قاری شیطان کے داعیوں میں سے ہے۔ اس کی قرات اور وعظ کی محفلوں سے دور رہنا تمام اہلِ ایمان مسلمانوں پر واجب ہے۔)

فرعون کا کردار

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

بے شک آلِ فرعون کے پاس بھی ڈر سنانے والے آئے مگر انہوں نے ہماری ساری نشانیوں کو جھٹلا دیا سو ہم نے ان کو پکڑ لیا جس طرح کوئی زبردست قدرت والا پکڑتا ہے۔

تفسیر بطن: ”وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا“ دنیا کی فرعونی طاقتوں نے ان کے پاس آیاتِ انفسیہ اور آیاتِ آفاقیہ لے کر آنے والے لطائفِ سریہ وعقلیہ (موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام) کو جھٹلا دیا۔ جب بھی لطیفۂ سریہ موسیٰ علیہ السلام نے انفسی آیات اور لطیفہ عقلیہ ہارون علیہ السلام نے آفاقی آیات دکھائیں ان کی سرکشی میں ہی اضافہ ہوتا گیا۔

”فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ“ یعنی ہم نے ان کو عذاب میں ایسا پکڑ لیا جس طرح ایک زبردست فرد (پکڑتا ہے) جسے اپنے ہر ہر امر پر غلبہ حاصل ہو اور اپنے علم وارادہ کے مطابق کر گزرنے پر قدرت حاصل

ہو۔

کفارِ مکہ سے خطاب

اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓٮِٕكُمۡ اَمۡ لَـكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۝٤٣

کیا تمہارے کافر کچھ ان لوگوں سے بہتر ہیں یا آسمانی کتابوں میں تمہارے لیے کوئی فارغ خطی موجود ہے؟

تفسیر بطن: "اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓٮِٕكُمۡ" خطاب کفارِ مکہ سے ہے یعنی وجودِ مکہ کی ناپاک قوتو! کیا تمہاری کافر قوتیں ماضی میں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے پر ہلاک ہونے والی قوتوں کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور اللہ کو زیادہ پیاری ہیں؟ کہ جیسے اُن کو ہلاک کیا تھا ویسے تمہیں عذاب نہ دے۔

"اَمۡ لَـكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ" یعنی کیا کتاب اللہ میں تمہیں کوئی پروانہ دیا گیا ہے کہ کفر کے باوجود تم سلامت رہو گے اور کوئی عذاب نہیں آئے گا؟

اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِيۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ ۝٤٤ یا یہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک مضبوط جتھا ہے جو بدلہ لینے والا ہے۔

تفسیر بطن: یعنی یا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم اپنی قوتوں اور جمعیت کے بل بوتے پر اللہ تعالیٰ پر بھی غالب آؤ گے اور اس کے قہر و عذاب کو بھی ٹال دو گے۔

سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ۝٤٥

عنقریب تمہاری جماعت شکست کھائے گی اور سارے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

تفسیر بطن: یعنی ذکرِ حق کی وارداتِ قہریہ سے تمہاری جمعیت کو ہزیمت کا سامنا ہو گا اور تم اس مقابلے سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاؤ گے۔ صرف یہی نہیں بلکہ مولا سے بے اعتنائی اور خواہشات کی پیروی کے پاداش میں تمہاری فلاکت و ہلاکت بھی یقینی ہے۔

بَلِ السَّاعَةُ مَوۡعِدُهُمۡ وَالسَّاعَةُ اَدۡهٰى وَاَمَرُّ ۝٤٦

بلکہ اُن کے اصل وعدہ کا وقت قیامت ہے اور بڑی آفت اور زیادہ تلخ ساعت ہے۔

تفسیر بطن: یعنی جب بدبخت قوتوں پر دل کی قیامت بپا ہو گی تو اس کی ہولناکی اور تلخی اس عذاب سے کہیں زیادہ سخت ہو گی جو ان پر ذکر کی وارداتِ قہریہ سے آیا تھا۔

اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۴۷﴾ واقعی مجرم لوگ گمراہی اور بھڑکتی آگ میں ہیں۔

تفسیر بطن: واقعی قیامت بپا ہوگی تو گناہگاروں کو حسد، کینہ، بغض، غصہ، تکبر اور شہوت پرسی کی اُس آگ میں دھونک دیا جائے گا جو اُن کے اپنے وجود کے جہنم میں بھڑک رہی ہے۔

یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

اس دن انہیں منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے، اب تم جہنم کی لپٹ کا مزہ چکھو۔

تفسیر بطن: کیونکہ انہوں نے اپنی باطل قوتوں کے گھمنڈ میں قبولِ حق سے انکار کیا اور عجز و انکساری کی زمین پر نیاز مندی کا چہرہ رکھنے سے عار کیا۔ ان سے کہا جائے گا کہ:

" ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ "یعنی دنیا میں تم نے اپنے وجود کے جہنم میں جن سزاؤں کو مول لیا اور حیاتِ اخروی کو دے کر حیات دنیوی کو خرید لیا تھا اب اس کی لپٹ کا مزہ چکھو۔ دارالجزاء میں یہی جہنم تمہارے کیے کی سزا ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا کیا ہے۔

تفسیر بطن: یعنی ہر چیز کی ایک مقرر تقدیر ہے، موت اور زندگی متعین ہے جو کچھ ہونا جس طرح "ام الکتاب" میں موجود ہے اسی طرح لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔(اسی عالم گیر ضابطہ کے مطابق اس دنیا کی بھی ایک تقدیر ہے جس کے مطابق ایک خاص مدت تک اسے باقی رہنا ہے اور ایک مقرر وقت پر ہی اسے عدم سے ہمکنار ہونا ہے)خاتمہ کا جو وقت مقرر ہے نہ اس سے ایک گھڑی پہلے ختم ہوگی اور نہ ایک گھڑی بعد قائم رہے گی۔

وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ ہمارا حکم تو بس اتنا ہے کہ ایک آنکھ جھپکنے میں وہ کام ہو جاتا ہے۔

تفسیر بطن: یعنی جب کسی شے کی مدت عمر پوری ہو جائے اور اس کے خاتمہ کا وقت آجائے تو ہمارے اس ارادے کو پورا کرنے کے لیے ہمیں صرف:

یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (البقرۃ:۱۱۷) یہ کہنا ہوتا ہے کہ ہو جا تو وہ کام بغیر کسی تاخیر کے ہو جاتا ہے۔

حق تعالیٰ نے نفاذِ امر کی سرعت کو آنکھ کی ایک جھپک سے تشبیہ دی ہے جو کہ اہلِ بصیرت کے ذوق سے قریب تر ہے۔ کیونکہ اہلِ بصیرت ہی تو ہیں۔ جو ہر ہر ساعت اللہ کے امر کن کو سنتے، ہر ہر سانس میں قیامت کے منظر کا مشاہدہ کرتے اور ہر ہر حال میں آیاتِ خداوندی کے معارف سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اس حال کے راز سے پردہ

ہٹانا حدّ قرآن سے وابستہ ہے۔اس کو چھپائے رکھنا واجب اور اسے فاش کرنا حرام ہے۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٥١﴾

بے شک ہم نے تم جیسے بہت سوں کو ہلاک کیا ہے، پس ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔

تفسیر بطن: یعنی اے (مکہ کی) تکذیب واستکبار شعار کافر قوتو! کوئی ہے جو قرآن کو پڑھ کر اور اس کی آیتوں کو سن کر اپنے اللہ کو یاد کرے، اس کے مواعظِ حسنہ سے درسِ نصیحت حاصل کرے، اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والی کافر قوتوں سے منہ پھیر لے، اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تصدیق کرنے والی مومن قوتوں پر صحیح توجہ دے اور اپنے لطائفِ قالبیہ، نفسیہ، قلبیہ، سریہ، روحیہ، خفیہ اور حقیہ پر صدقِ دل سے ایمان لائے۔

نامہ ہائے عمل کا مطالعہ

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ جو کچھ اُنہوں نے کیا ہے سب کتابوں میں درج ہے۔

تفسیر بطن: یعنی ہر ہر شخص نے جو جو عمل کیا ہے سب ہماری کتابوں یعنی اعمالناموں میں لکھے ہوئے ہیں۔ یہ اعمال نامے ہر انسان کے پاس موجود ہیں۔ لیکن اپنے ہی ظلمانی پردوں کی کثافت کی وجہ سے وہ انہیں پڑھ نہیں سکتے۔ اے غافل و جاہل! کیا تو نہیں دیکھتا جب کسی عام ان پڑھ آدمی کے سر پر آسیب چڑھے تو کیونکر وہ آسیبی قرآن، زبور، توریت اور انجیل پڑھنے لگتا ہے ایک عجمی آسیب زدہ عربی زبان بولتا ہے اور ایک عربی عجمی زبان بولتا ہے۔ منگولی ہندی زبان جبکہ ہندی آسیب زدہ شخص منگولی زبان بولتا ہے۔ اگر خدا کی لکھی ہوئیں یہ کتابیں ہر انسان کے پاس نہ ہوتی تو اس پر بے ہوشی طاری ہونے کے بعد کثیف پردوں پھٹ جانے پر ان کتابوں کے پڑھنے پر قادر کیسے ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن الفارضؒ جو وحدت الوجود کے قائل اس اُمت کے محققین میں سے ہیں، نے اپنے قصیدہ تائیہ میں اس مثال کی یوں وضاحت کی ہے۔

وَاُثْبِتُ بِالْبُرْهَانِ ضَارِبًا مِثَالَ الْحَقِّ وَالْحَقِيْقَةُ عُمْدَتِيْ

میں اپنی بات کو ایک مبنی بر حقیقت مثال دلیل دے کر ثابت کرتا ہوں۔ حقیقت ہی میرا سہارا ہے۔

يِمُتْبُوْعِهٖ يُنْبِيْكَ بِالصَّرْعِ غَيْرُهَا عَلٰى فَهْمِهَا فِيْ مَسِّهَا حَيْثُ جُنَّتِ

آسیب کسی کے سر پر چڑھ کر ہی اسے اپنے حال واحوال سے خبر دار کرتا ہے۔

وَمِن لُّغَةٍ يَبْدُوْ بِغَيْرِ لِسَانِهَا　عَلَيْهِ بَرَاهِيْنُ الْاَدِلَّةِ صَحَّتِ

آسیب زدہ ایک انوکھی بولی میں بات کرنے لگتا ہے مگر جو زبان (آلہء نطق) وہ آسیب کی نہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کہ صحت پر قطعی دلائل ہیں۔

اس چیز کا ہم نے کئی دفعہ مادی دنیا میں مشاہدہ کیا پھر طریقت میں راہ سلوک طے کرتے ہوئے اس حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ ایک ان پڑھ سالک آنکھ جھپکنے میں پورے قرآن کو پڑھ لیتا ہے چنانچہ حضرت ابن الفارضؒ نے اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَقُلْ لِيْ مَنْ اَلْقٰى اِلَيْكَ عُلُوْمَهٗ　وَقَدْ رَكَدَتْ مِنْكَ الْحَوَاسُ بِغَفْوَةٍ

مجھے بتائیے کہ کس نے تجھے علومِ القاء کیے حالانکہ تیرے حواس تو مجرٰیِ بدن میں ساکن ہو چکے تھے۔

وَمَا كُنْتَ تَدْرِيْ قَبْلَ يَوْمِكَ مَا جَرٰى　بِاَمْسِكَ اَوْمَا سَوْفَ يَجْرِيْ بِغَدْوَةٍ

تو اپنے اس دن سے قبل نہ اس معاملہ کو جانتا تھا جو کل ہوا اور نہ اس سے آگاہ تھا جو کل صبح ہو گا۔

فَاَصْبَحْتَ اَعْلَمَ بِاَخْبَارِ مَنْ مَّضٰى　وَاَسْرَارِ مَنْ يَّاْتِيْ مُدِلًّا بِخُبْرَةٍ

اب تو گزرے ہوئے لوگوں کی خبروں اور اُن لوگوں کے اسرار جو آرہے ہیں، کا جاننے والا ہو گیا ہے اور پوری حقیقت جان کر دلائل دینے لگا ہے۔

وَمَنْ نَاجَاكَ فِيْ سِنَةِ الْكَرٰى　سِوَاكَ بِاَنْوَاعِ الْعُلُوْمِ الْجَلِيَّةِ

تیرا کیا خیال ہے؟ نیند کی غنودگی میں واضح علم کی قسمیں کس نے سرگوشی میں تجھے بتائی ہیں۔

وَمَا هِيَ اِلَّا النَّفْسُ عِنْدَ اشْتِغَالِهَا　بِعَالَمِهَا عَنْ مَّظْهَرِ الْبَشَرِيَّةِ

وہ تیرا نفس ہی تو ہے کہ جب وہ مظہر بشریت سے نکل کر اپنے عالم میں مگن ہوا۔

تَجَلَّتْ لَهَا بِالْغَيْبِ فِيْ شَكْلِ عَالَمٍ　هَدَاهَا اِلٰى فَهْمِ الْمَعَانِي الْغَرِيْبَةِ

تو اس کے سامنے غیب نے ایک عالم کی شکل میں اپنی تجلی کر دی اور معانی عجیبہ کی فہم کی راہ میں اس کی رہبری کی۔

وَقَدْ طُبِعَتْ فِيهَا الْعُلُوْمُ وَاُعْلِمَتْ بِاَسْمَا ءِهَا قِدَمًا بِوَحْيِ الْاُبُوَّةِ

سارے علوم نفس انسانی کی گھٹی میں ہیں باپ کی جانب کی ہوئی وحی کے ذریعے سارے آسماء کا علم اُسے سکھایا گیا ہے۔

پس اے غافلو! ذکرِ کریم کے ذریعے سے اپنے لوحِ باطن سے گرد و غبار کو پونچھ کر صاف کرو جو اس کے چہرے پر مادی دنیا کی خواہشات کی ہوا کی وجہ سے لگی ہے۔ تاکہ تم ان تمام کتابوں کو پڑھ سکیں جو نازل ہوئیں اور اُن کو بھی جو نازل نہیں ہوئیں۔ اس ام الکتاب سے آگاہ ہوں جو رب تعالیٰ کے پاس عالم جبروت کے محافظ خانے میں ہے اور اعمال ناموں میں موجود گناہانِ صغیرہ و کبیرۃ کے مشاہدے کے وقت تمہاری زبان معذرت خواہی اور استغفار کی ہر زبان بول سکے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ ہر چھوٹا اور بڑا عمل لکھا ہوا ہے۔

تفسیر بطن: یعنی تمہارے تمام چھوٹے بڑے اعمال اعمالناموں میں لکھے ہوئے ہیں چاہے وہ اچھے ہوں یا بُرے۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ﴿۵۴﴾ بے شک متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔

تفسیر بطن: یعنی جو لوگ خاک طبیعت کی گرد اور خواہشات کی ہوا سے بچے رہے وہ اپنے قلوب کے بہشتوں اور جبروتی معارف کی نہروں میں استراحت فرمارہے ہوں گے۔

"فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ" سچائی کے مقام میں ہیں اس سے مراد حکمت کا مقام ہے۔

فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب۔

تفسیر بطن: یعنی حکمت کا وہ مقام جو قدرت سے وابستہ ہے۔

اسرارِ حق کے انمول موتی

اس میں کثیر اسرارِ حق موجود ہیں جن میں سے کچھ اسرار میں آپ کے لیے بیان کیے دیتا ہوں تاکہ تو اُس چیز کا استفادہ کرے جو تجھ میں اپنی طلب کی لگام کو ان اسرار و رموز کی جانب موڑنے کے لیے اضطرابی کیفیت پیدا کرے۔ جان لیجیے کہ:

۱۔ مفاتیح الغیب، مقعد صدق اور ام الکتاب عالم جبروت میں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں جو کہ صفاتِ لاہوتیہ، حیات، سمع، بصر، کلام، علم، ارادہ، قدرت اور حکمت کے جبروتی مظاہر ہیں۔

۲۔ چاروں ملائکہ مقربین کے جواہر اور عناصر اربعہ صفات جبروتیہ کے ملکوتی مظاہر ہیں۔

۳۔ ناسوتی انسان کا قالب صفاتِ ملکوتیہ کے ناسوتی مظہر ہے۔

اس طرح ناسوتی انسانی کا قالبِ ملکوتی صفات کے مظاہر کا مظہر ہے۔

مظاہرِ صفاتِ ملکوتیہ جبروتی صفات کے مظاہر کا مظہر ہے اور

مظاہرِ صفاتِ جبروتیہ لاہوتی صفات کے مظاہر کا مظہر ہیں۔

۴۔ انسان کا قالب ناسوتی ہے اور اسی پر امرِ حکمت پورا ہے اور ہوتو ہے۔لہذا تو

الف۔ ذرا اپنے آپ کو دیکھ تا کہ تجھے افعالِ حق کی آیات نظر آئیں۔

اپنے نفس کے عالم میں داخل ہو جا تا کہ صفاتِ حق کا مشاہدہ کر سکے۔

اپنے نفس کے آئینہ کو جلادے تا کہ تجھے جمال وجہ حق کے مشاہدہ کا شرف ملے۔

ب۔ تو اپنے نفس کے عالم تفکر کر کے اپنی نفسانی خواہشات سے باز رہ کر اپنی نفسانی پاکیزہ قوتوں کو بروئے کار لا کر اپنے نفس کی بہتر عاقبت کہ خاطر اپنے نفس پر رحم کیجیے۔

ج۔ اپنا قدم اپنے نفس کے حرم سے باہر نہ رکھیے کیونکہ تیرا نفس ہی حرمت والا گھر، امن کا کعبہ اور سلامتی کا گھر ہے۔اسی میں جنت ور ضوان اور روح وریحان ہیں تا کہ ناکام ونامراد ہو کر محرومیت کے میدان میں گمراہی نہ ہو جائے۔

د۔ ساراجہاں، تمام ملک وملکوت، غیب وشہادت اور انفس و آفاق سمیت عالم صغیر ہے، جبکہ انسان عالم کبیر ہے۔

پس بربادی ہے اس شخص کی جو صغیر کی خاطر کبیر کو چھوڑ دے۔کتنا گھٹیا ہے وہ جو کثیر کو حاصل کرنے کی بجائے قلیل پر قناعت کرے۔

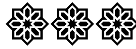
دُعائیہ

اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ هِمَّتِنَا بِطَلَبِ الْمَلِكِ الْقَدِيْرِ وَوَفِّقْنَا لِمُتَابَعَةِ حَبِيْبِكَ الْقَمَرِ الْمُنِيْرِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِيْرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ يُحَاِبُ بِيَدِهِ النَّقِيْرُ وَالْقِطْمَيْرُ۔

اے اللہ! قدرت والے بادشاہ کی طلب کے لیے ہماری ہمت کو بلند کر اور ہمیں اپنے اس حبیب کی اتباع کی توفیق دے جو ماہِ تاباں ہیں اور سارے اہلِ خیر اور سارے اہلِ شر کے لیے بشیر و نذیر ہے۔

آپ ﷺ پر آپ ﷺ کی آل جملہ اصحاب پر اور تابعین پر جو راہِ احسان پر گامزن ہیں، روز جزا تک جس میں کھجور کی جھلی کے برابر عمل کا بھی حساب ہو گا، اللہ کا درود ہو۔

جاری ہیں۔



القرآن

تفسیر جامع التنزیل والتاویل

شیخ حسام الدین بدلیسی نور بخشیؒ

ترجمہ: مولانا علی محمد محمدیؔ منہاجین

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر جامع التنزیل والتاویل کی ترجمہ اس دفعہ تیکنیکی مشکلات کی وجہ سے نہیں شائع کر سکالہذا اسے اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائے۔

(جاری ہے)

فقہ

شرح فقہ احوط

مفتی علی محمد ہادی

گزشتہ سے پیوستہ

(واضح رہے گو کہ غسل سے قبل پوراوضو کرنا مسنون عمل ہے لیکن یہ واجب نہیں وضو چھوٹی پاکی ہے جبکہ غسل بڑی پاکی ہے۔بڑی پاکی کے ادا کرنے سے چھوٹی ازخود حاصل ہوتی ہے۔چاہے اس بڑی پاکی کا تعلق واجب افعال ہے یا مسنون افعال سے، شاید اسی وجہ سے میر سید محمد نور بخشؒ نے غسل قبل یا بعد وضو بھی کرنے کا ذکر نہیں فرمایا۔)

متن:

وَاَمَّا قَبْلَ الطَّهَارَةِ الصُّغْرٰی وَالْكُبْرٰی وَجَبَتِ الْاِسْتِنْجَاءُ وَالْاِسْتِبْرَاءُ بِالْمَاءِ۔

وَاعْلَمْ اَنَّ اسْتِعْمَالَ الْمَدَرِ وَالْحَجَرِ قَبْلَ الْمَاءِ سُنَّةٌ لِتَخْفِيْفِ اللَّوْثِ لَا لِلتَّنْظِيْفِ وَلَا لِلتَّطْهِيْرِ وَلَا يَنْحَصِرُ عَلٰى عَدَدٍ وَاِنْ كَانَ عَلٰى ظَاهِرِ بَدَنِكَ لَوْثٌ وَجَبَتْ اِزَالَتُهُ۔

ترجمہ:

ہاں،وضو اور غسل سے پہلے پانی سے استنجاء اور استبراء کرنا واجب ہے۔ جان لے کہ پانی سے قبل ناپاکی کو ہلکا کرنے کے غرض سے ڈھیلے اور پتھر کا استعمال کرنا سنت ہے۔ اس سے پاکی حاصل ہوتی ہے اور ہی نہ صفائی ملتی ہے۔(ڈھیلے اور پتھر کا استعمال) کسی عدد میں منحصر نہیں ہے۔ اور اگر تیرے جسم کے ظاہری حصے پر کوئی گندگی لگی ہوئی ہے تو اسے ہٹا دینا واجب ہے۔

لغوی تحقیق:

اما یہ حرف ہے جو شرط اور تاکید کا معنی دیتا ہے۔ اور کبھی اپنے ماقبل کی تفصیل کے لیے بھی آتا ہے چونکہ یہ شرط کا معنی دیتا ہے اس لیے اس کے جواب میں ''فا'' کا آنا ضروری ہے۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (البقرہ آیت ۲۶)

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں سو وہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن رب کریم کی طرف سے بر حق ہے۔

اس "فا" کو کبھی کبھار حذف بھی کیا جاتا ہے۔ حرف "فا" کے حوالہ سے مشہو نحوی ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَحَذَفَ ذِیْ الْفَا قَلَّ فِیْ نَثْرٍ اِذَا　　　　لَمْ یَكُ قَوْلٌ مَّعَهَا قَدْ نُبِذَا

(شرح ابن عقیل)

یعنی گو کہ اما کے جواب میں "فا" آنا لازم ہے۔ مگر اشعار میں اس کو حذف بھی کیا جاتا ہے مگر نثر میں اس کا حذف کرنا قول کے حذف کے ساتھ بکثرت رائج ہے۔ مثلاً ارشاد خداوندی ہے:

فَاَمَّ الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَاِیْمَانِكُمْ (ال عمران 106)

اَكَفَرْتُمْ سے پہلے فَیُقَالُ لَهُمْ محذوف ہے جو کہ قول ہے۔ قول کے حذف کے بغیر صرف فا کا حذف جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ یَشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَیْسَتْ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ۔ اصل میں فَمَا بَالُ ہونا چاہیے تھا۔ یہاں زیر تشریح عبارت میں وَاَمَّا قَبْلَ الطَّهَارَةِ الصُّغْرٰی وَالْكُبْرٰی کے بعد فا وَجَبَتِ ہونا چاہیے تھا لیکن فا کو حذف کیا گیا ہے۔

الْاِسْتِنْجَاءُ　　اصل مادہ نَجْوٌ ہے جو کہ ناقص واوی ہے۔ اس کے معنی پاخانہ یا گوز کے ہیں۔ دو آدمیوں کے درمیان بھید کو بھی نَجْوٌ کہتے ہیں۔ الْاِسْتِنْجَاءُ اصل میں "الْاِسْتِنْجَاوُ" تھا۔ واؤ کے اوپر ضمہ ثقیل تھا۔ ما قبل والے الف کی مناسبت سے واو کو ہمزہ سے بدل دیا ہے۔ یہ باب استفعال سے ہے۔

عربی کی مشہور لغت المنجد میں ہے:

اِسۡتَنۡجٰی مِنۡ کَذَا رہائی پانا۔

اِسۡتِنۡجَی الشَّجَرَۃَ درخت کو جڑ سے کاٹنا۔

اِسۡتِنۡجَی الرَّجُلُ پاخانہ کرنے کے بعد دھونا یا ڈھیلے سے پونچھنا۔

تاج اللغات میں ہے:

النجو ما یخرج من البطن من ریح او غائط

پیٹ سے نکلنے والے پاخانے یا ہوا کو "نَجۡوٌ" کہتے ہیں۔

اَلنَّجۡوُ الۡعَذِرَۃُ نَفۡسُھَا غلاظت کو ہی نَجۡوٌ کہتے ہیں۔

نیز کہتے ہیں:

اِسۡتَنۡجٰی: اِغۡتَسَلَ بِالۡمَآءِ اَوۡ تَمَسَّحَ بِالۡحَجَرِ: پاخانہ کو پانی سے دھویا یا پتھر سے پونچھا۔

عربی کی مایہ ناز لغت الصحاح کا قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وَفِی الصِّحَاحِ

اِسۡتَنۡجٰی: مَسَحَ مَوۡضِعَ النَّجۡوِ اَوۡ غَسَلَہٗ

"صحاح میں ہے کہ جب "اِسۡتَنۡجٰی" کہا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ پاخانہ کے محل کو پونچھا یا اسے دھویا۔

اس جملے میں صاحب تاج اللغات جوہری کی دِقَّتِ نظر کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وقدّم المسح علی الغسل لانّہٗ ھو المعروف کان فی بَدۡءِ الۡاِسۡلَامِ وَاِنَّمَا التَّطَھُّرُ بِالۡمَآءِ زِیَادَۃٌ عَلٰی اَصۡلِ الۡحَاجَۃِ

”جوہری نے غلاظت کو ڈھیلے وغیرہ سے پونچھ کو صاف کرنے کو دھو کر پاک کرنے پر مقدم رکھا۔ کیونکہ استنجاء کا یہی معروف طریقہ ہے جو شروع اسلام میں رائج تھا۔ پانی سے دھو کر پاک کرنا اصل ضرورت پر اضافہ ہے۔“

”نَجْوٌ“ اونچی جگہ کو بھی کہتے ہیں اور استنجاء کے معنی اونچی جگہ کی تلاش کے ہیں۔ قضائے حاجت کرتے وقت بیٹھنے کے لیے اونچی جگہ کی تلاش کرنے کے ہیں۔ اس لیے اسے استنجاء کہتے ہیں۔

الغرض استنجاء کو استنجاء کہنے کی دو وجوہات ہیں:

(الف): قضائے حاجت کرتے وقت بیٹھنے کے لیے اونچی جگہ کی تلاش کرنا۔

(ب): قضائے حاجت کے بعد پاخانہ کے محل کو پانی اور ڈھیلے وغیرہ سے پاک وصاف کرنا۔

وَالْاِ سْتِبْرَاءُ : اصل مادہ برء ہے (ب۔ر۔ئ) مہموز اللام ہے۔ باب استفعال کی وجہ سے استبراء کہتے ہیں۔ جس کے معنی ہیں۔ برائت طلب کرنا طہارت کے باب میں اس کا مفہوم ہے۔ پیشاب کی چھینٹوں سے برائت چاہنا۔ پیشاب کا قطرہ پیشاب کی نالی میں رہنے نہ دینا۔ پیشاب کی آلائش سے پاک وصاف ہونا۔

اسْتِعْمَالُ: عمل میں لانا، عمل یعمل سے باب استفعال ہے۔

الْحَجَرِ: پتھر

الْمَدَرِ: ڈھیلے

قَبْلَ الْمَاءِ پانی سے قبل

سُنَّةٌ مسنون کام۔ ہر وہ طریقہ جس پر حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا عمومی عمل رہا ہو۔ اس پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے۔ کبھی کبھار ترک کرنے سے گناہ نہیں آتا۔ دائمی ترک سے قیامت میں باز پرس کی جا سکتی ہے۔

لِّتَخْفِيْفِ: لِ حرف جار ہے۔ تخفیف اصل مادہ خف یخف باب ضرب یضرب ہے۔ مضاعف ثلاثی ہے۔باب تفعیل سے بنانے کی وجہ سے تخفیف ہے۔اس کے معنی ہلکا کرنے کے ہیں۔

اللَّوْثِ: اجوف واوی ہے۔ آلائش، گندگی اور غلاظت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

لَالِلتَّطْهِيْرِ: پاک کرنے کے لیے نہیں۔

لَالِلتَّنْظِيْفِ: نظافت سے ہے۔صاف کرنا۔

لَا يَنْحَصِرُ: منحصر نہیں ہے۔اصل مادہ حصر یحصر ہے۔باب انفعال سے یہاں استعمال کیا ہے۔

عَلٰى عَدَدٍ: کسی گنتی پر یعنی ڈھیلے اور پتھر کا استعمال کسی خاص گنتی یا تعداد پر منحصر نہیں ہے۔

كَانَ: فعل ناقص ہے۔

ظَاهِرِ بَدَنِكَ: تیرے جسم کے ظاہری حصے پر۔

لَوْثٌ: کوئی ناپاکی، تنوین تنکیر کے لیے ہے۔ جسم کے ظاہری حصے پر جس قسم کی ناپاکی لگی ہوئی ہے۔

وَجَبَتْ وَجَبَ يَجِبُ وُجُوْبًا مثال واوی

باب ضرب یضرب، اس کے معنی ہیں واجب ہے۔ضروری ہے۔

شرعاً ہر اس کام کو واجب کہتے ہیں جس کا ثبوت کسی قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ دلیل سے ہو اور اس کے کرنے پر اجر اور نہ کرنے پر گناہ ہو۔

اِزَالَتُهُ: اس کا دور کرنا۔زائل کرنا، ہٹا دینا۔

زیر تشریح عبارت میں حسب ذیل سادہ سے جملے ہیں:

(الف) وضوء اور غسل سے قبل پاخانہ اور پیشاب کے محل کو پانی سے دھونا واجب ہے۔

(ب) پانی سے پہلے پاخانہ اور پیشاب کی آلائش کو ہلکا کرنے کے لیے ڈھیلے اور پتھر کا استعمال کرنا سنت ہے۔

(ج) ڈھیلے اور پتھر سے نجاست ہلکی ہوتی ہے۔صفائی اور پاکی ڈھیلے اور پتھر کے استعمال سے نہیں ملتی۔

(د) ڈھیلے اور پتھر کا استعمال کسی تعداد پر منحصر نہیں ہے۔

(ہ) وضو اور غسل کرنے والے شخص کے جسم کے ظاہری کسی حصے پر کوئی بھی نجاست لگی ہوئی ہے تو اس کو ہٹا کر پاک وصاف کرنا واجب ہے۔

متذکرہ بالا نکات میں سے (الف تا د) کا تعلق استنجاء و استبراء سے ہے۔جب کہ نکتہ (ہ) کا تعلق عمومی طہارت سے ہے۔استنجاء و استبراء سے اس کا کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے۔البتہ اتنا تعلق ضرور ہے کہ جیسے استنجاء و استبراء کا تعلق جسم کے ظاہری حصے کی پاکی سے ہے۔اسی طرح اس نکتہ کا تعلق بھی جسم کے ظاہری حصے کی پاکی سے ہے۔لیکن استنجاء و استبراء پیٹ کے اندر سے بول و براز کے نکلنے سے واجب ہوتے ہیں۔جب کہ نکتہ (ہ) کا وجوب اس وقت ہوتا ہے جب جسم کے کسی بھی حصے سے کوئی نجاست نکلے یا جسم کے کسی حصے پر باہر سے کوئی نجاست لگے۔نیز ان میں دوسرا فرق یہ ہے کہ باوضو انسان کے پیٹ سے بول و براز کے نکلنے پر نہ صرف استنجاء و استبراء واجب ہوتے ہیں بلکہ ان سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔اس وجہ سے از سرِ نو وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔لیکن باوضو انسان کے جسم کے ظاہری کسی حصے پر بول و براز یا کسی اور نجاست کے لگنے سے اس کا وضو متاثر نہیں ہوتا۔صرف متاثرہ حصہ کو دھونا واجب ہوتا ہے۔

استنجاء و استبراء کا مسئلہ:

واضح رہے کہ وضو اور غسل میں استنجاء و استبراء جملہ اہل اسلام کے ہاں متفقہ طور پر واجب ہے۔حضرت علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اسلام کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔

استنجاء واستبراء کا وقت :

آیا استنجاء واستبراء وضو سے قبل ہی کرنا واجب ہے یا اس کے بعد بھی بجالائے جاسکتے ہیں؟

فقہائے امامیہ اس حوالہ سے کہتے ہیں کہ استنجاء و استبراء وضو سے قبل ہونے چاہیے لیکن اگر سہواً ان کا کرنا رہ گیا ہو تو وضو کے بعد بھی کئے جاسکتے ہیں۔ اس سے وضو کی صحت متاثر نہیں ہوتی۔ جب کہ باقی تمام اہل اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ استنجاء و استبراء وضو سے پہلے ہی کرنا واجب ہیں۔ اگر عمداً یا سہواً رہ جانے کی صورت میں وضو کے بعد کرے تو وضو کی صحت متاثر ہوتی ہے اسے از سرِ نو وضو کرنا واجب ہے۔ یہی محتاط طریقہ بھی ہے اور حضور ﷺ، اہل بیت عظام، صحابہ کرام اور جملہ سلف صالحین سے عملاً مروی طرز وضو بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر سید محمد نور بخش علیہ الرحمۃ نے وضاحت سے فرمایا:

وَاَمَّا قَبْلَ الطَّهَارَةِ الصُّغْرٰى وَالْكُبْرٰى وَجَبَتِ الْاِسْتِنْجَاءُ وَالْاِسْتِبْرَاءُ بِالْمَاءِ۔
یعنی وضو اور غسل سے قبل پانی سے استنجاء واستبراء کرنا واجب ہے۔

استنجاء واستبراء کا مفہوم:

جیسے کہ اہل لغت کی صراحتوں کے ساتھ پہلے لغوی تحقیق کے ذیل میں بتایا گیا ہے کہ استنجاء موٹے پیشاب (غائط) کے محل کو اور استبراء چھوٹے پیشاب (بول) کے محل کو ڈھیلے / پتھر سے پونچھ کر یا پانی سے دھو کر پاک وصاف کرنے کو کہتے ہیں۔ اسلام کا یہی تقاضا ہے کہ جہاں جسم کے ظاہری حصے پر کوئی نجاست نہ ہو وہاں اس کا یہ واضح تقاضا ہے کہ جن راستوں سے نجاست نکلتی ہے وہ راستے بھی پاک وصاف ہوں۔

حضرت میر مختار اخیار زیر نظر عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے سراج الاسلام میں رقمطراز ہیں:

"اما پیش از طہارت خرد یعنی وضو و پیش از طہارت بزرگ یعنی غسل واجب است شستن جائ چیزی کہ از شکم برآید و طلب بیرون آمدن بقیہ بول نمودن بفشار و نثرِ ذکر و بہ تخنح و براہ رفتن و بعد از ایں ہا موضع آنہا شستن بہ آب خالص۔"

”چھوٹی طہارت یعنی وضو اور بڑی طہارت یعنی غسل سے پہلے اس جگہ کو دھونا واجب ہے جس سے پیٹ سے کوئی چیز نکل آئے۔ نیز نچوڑ کر آلہ تناسل کو کھینچ کھانچ کر پر سکون ہونے کے لیے پیٹ میں کھانسی نما آواز گھما کر کچھ قدم چل کر پیشاب کے بقیہ قطروں کو باہر نکالنے کی کوشش کرے۔ پھر اس کے بعد خالص پانی سے آلہ تناسل کو دھولے۔“

اس عبارت سے بھی یہی عیاں ہوتا ہے کہ استنجاء موٹے پیشاب کے محل کو ”نَجْوٌ“ یعنی پاخانہ سے دھو کر پاک کرنا اور استبراء چھوٹے پیشاب یعنی بول کے محل کو نچوڑ کر کھینچ کھانس کر پیشاب کے قطروں سے بالکل مبرّا ہونے کی تسلی کرنے کے بعد دھو کر پاک کرنا ہے۔

ذرائع استنجاء واستبراء

موٹے پیشاب اور چھوٹے پیشاب کے محل کو جن چیزوں کے ذریعہ پاک کیا جاتا ہے ان کو ذرائع استنجاء کہا جاتا ہے۔ زیر نظر عبارت میں میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقصد کے لیے دو چیزں کو ذکر کیا ہے۔

ا۔ پہلے ڈھیلے اور پتھر کا استعمال	نجاست کو ہلکا کرنے کے لیے۔
۲۔ اس کے بعد پانی کا استعمال	نظافت وطہارت حاصل کرنے کے لیے

نجاست کو ہلکا کرنے کے لیے پہلے ڈھیلے یا پتھر کے استعمال کو مسنون عمل قرار دیا جب کہ نظافت و طہارت کے حصول کے لیے پانی کے استعمال کو واجب قرار دیا۔

جب کہ دیگر تمام اہل اسلام کے نزدیک ڈھیلے اور پتھر سے استنجاء/استبراء کا حصول ہوتا ہے۔ البتہ پانی کا استعمال مستحب ہے۔ الغرض ذرائع کی حیثیت میں فرق ہے۔ یعنی جملہ اہل اسلام کے ہاں استنجاء واستبراء کے لیے کسی بھی ذریعہ کا استعمال واجب ہے۔ وہ ذریعہ ڈھیلا یا پتھر یا کوئی اور چیز ہو تو کافی ہے۔ البتہ پانی کا استعمال مستحب/مسنون ہے۔ جب کہ میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پانی کا استعمال تو واجب ہے دیگر ذرائع کا استعمال صرف ناپاکی کو ہلکا کرنے کی غرض سے سنت ہے۔ جب کہ شرعاً استنجاء کی حیثیت واہمیت موقعہ و محل اور

غرض و غائت کے اعتبار سے میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہائے اسلام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سوا دیگر فقہائے اسلام استنجاء و استبراء کے لیے طاق تعداد میں ڈھیلوں وغیرہ کا استعمال مستحب سمجھتے ہیں۔ جب کہ میر سید محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَلَا يَنْحَصِرُ عَلٰى عَدَدٍ۔ یعنی ڈھیلوں اور پتھروں کا استعمال کسی تعداد پر منحصر نہیں ہے۔

استنجاء و استبراء کے علل و اسباب:

آئمہ لغت کی صراحتوں اور مجتہدین شریعت کی وضاحتوں سے عیاں ہے کہ استنجاء کے معنی ہیں "نَجْوٌ" یعنی پاخانہ سے پاخانہ کے محل کو پاک و صاف کرنا اور استبراء کا مطلب ہے پیشاب کے بقیہ قطروں کو تسلی کے ساتھ نکالنے کے بعد اس کے محل کو پاک و صاف کرنا۔ لہٰذا ساری امّت کا اس بات پر اجماع ہے کہ چھوٹے ر بڑے پیشاب کے راستے سے جب کوئی نجاست و غلاظت نکلے تو اس صورت میں وضو اور غسل سے پہلے استنجاء و استبراء واجب ہو جاتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر وضو توڑنے والی چیز سے استنجاء بھی ٹوٹ جائے۔ مثلاً ہوا کا خارج ہونا۔ گہری نیند اور زوال عقل کے اسباب میں سے کسی سبب کے تحت عقل زائل ہو جائے تو ان سے وضو تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن ان سے بول و براز کا محل ناپاک نہیں ہوتا اس لیے استنجاء و استبراء واجب نہیں ہوتے۔

سوال: چونکہ صوفیہ نوربخشیہ کے ہاں یہ رواج ہے کہ وہ ہوا کے خارج ہونے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد پہلے استنجاء و استبراء کرتے ہیں۔ اس کے بعد وضو کرتے ہیں۔ اس لیے یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ اہل صوفیہ نوربخشیہ ریح کے خارج ہونے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد بھی وضو کی صحت کے لیے استنجاء و استبراء کو شرط سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی ریح کے خارج ہونے اور نیند سے بیدار ہونے کے بعد استنجاء و استبراء کیے بغیر وضو کرے تو اس کا وضو باطل ہے۔ یہ شبہ اہل صوفیہ نوربخشیہ سے متعلق نہ صرف غیر صوفیہ نوربخشیہ والوں کو ہوا ہے بلکہ ایک عرصہ دراز سے عملی تسلسل کی وجہ سے خود اہل صوفیہ نوربخشیہ کی اکثریت کا یہ ذہن بنا ہوا ہے کہ ہوا خارج ہونے

یا نیند سے بیدار ہونے کے بعد اگر کوئی پہلے استنجاء واستبراء نہ کیا تو اس کا وضو باطل ہے۔

اس ذہن کے حامل نوربخشی حضرات دوسرے اہل اسلام کے پیچھے با جماعت نماز پڑھنے سے ہچکچاتے ہیں۔ لہٰذا یہاں پر اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس شبہ کا ازالہ کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ قرآن و سنت، سلسلہ ذہب کے مشائخ اور بالخصوص میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ لہٰذا نوربخشی تعلیمات کی روشنی میں اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے فرقہ وارانہ خیالات سے اپنے ذہن کو خالی کر کے الفقۃ الاحوط کی حسب ذیل چار فہرستوں پر غور کریں:

(۱)وضو: سات واجب احکام کے مجموعہ کا نام ہے۔

(i) نیت (ii) چہرے کا دھونا

(iii) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھونا (iv) سر کا مسح کرنا

(v) ٹخنوں تک دونوں پاؤں کو مسح کرنا اور دھونا (vi) ترتیب

(vii) موالات۔

اس فہرست سے واضح ہے کہ استنجاء و استبراء کا وضو کے اجزائے ترکیبی میں کوئی دخل نہیں ہے۔ یعنی استنجاء واستبراء وضو کے واجبات میں داخل نہیں ہیں۔

(۲) دوسری فہرست

درج ذیل امور سے وضو واجب ہوتا ہے:

(1) بول (2) غائط

(3) ہوا کا خارج ہونا (4) ودی

(5) گہری نیند

(6) زوال عقل کے اسباب میں کسی سبب سے عقل کا زائل ہونا۔

ان امور کے لیے میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے "موجبات طہارۃ الصغریٰ کی اصطلاح استعمال کی ہے۔اس کے معنی ہیں کہ چھوٹی پاکی یعنی وضو واجب کرنے والی چیزیں۔اس سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان سے نیت سے لے کر موالات تک پر مشتمل وضو واجب ہو جاتا ہے۔ہوا کے خارج ہونے سے صرف وضو کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔

(۳) تیسری فہرست

یہ فہرست آسانی کی خاطر ایک چارٹ کی شکل میں پیش خدمت ہے:

حکم	معنی	آلہ	شریعی حیثیت	غرض
استنجاء	نَجْوٌ یعنی پاخانہ کا ازالہ کرنا	(۱) ڈھیلے / پتھر (۲) پانی	سنت واجب	لوث یعنی غلاظت کو ہلکا کرنا نظافت وطہارت کا حاصل کرنا
استبراء	پیشاب کے قطروں سے بالکل براءت پانا	(۱) ڈھیلے / پتھر (۲) پانی	سنت واجب	لوث یعنی پیشاب کی آلائش کو ہلکا کرنا نظافت وطہارت حاصل کرنا۔

اس چارٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ استنجاء واستبراء بول براز کی آلائش کو کم کرنے کے لیے پہلے ڈھیلے اور پتھر وغیرہ کا استعمال کیے جاتے ہیں پھر پانی سے دھو کر پاکی حاصل کی جاتی ہے۔

(۴) چوتھی فہرست:

یہ الفقۃ الاحوط کی رو سے ناپاک چیزوں کی فہرست ہے۔جو اس فہرست میں ہیں وہ الفقۃ الاحوط کی رو سے "لوث" یعنی غلاظت ہے اور جو اس فہرست میں نہیں وہ لوث نہیں ہے۔الفقہ الاحوط نے ان کو "غیر طاہر" یعنی

ناپاک کا نام دیا ہے۔ وہ ناپاک چیزیں یہ ہیں:

(۱) پاخانہ	(۲) پیشاب	(۳) ودی	(۴) مردار
(۵) خون	(۶) کتا	(۷) خنزیر	(۸) غلیظ پیپ
(۹) غلیظ قے	(۱۰) شراب		

الفقہ الاحوط کی رو سے ان چاروں فہرستوں کو مد نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ فہرست نمبر (۱) سے معلوم ہوا کہ وضو کے سات واجبات ہیں جو نیت سے شروع ہو کر موالات پر ختم ہوتے ہیں۔

۲۔ استنجاء و استبراء وضوء کے واجبات میں سے نہیں ہیں۔

۳۔ فہرست نمبر (۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ بول و غائط کے ساتھ ہوا کا خارج ہونا بھی موجبات وضو میں سے ہے۔ ان کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جو نیت تا موالات سات واجبات پر مشتمل ہے۔ موجبات وضو کے تسلسل میں یہ کہیں نہیں بتایا گیا کہ وضو کے ٹوٹنے سے استنجاء و استبراء بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔

۴۔ فہرست نمبر (۳) سے عیاں ہے کہ استنجاء و استبراء پاخانہ اور پیشاب سے ان کے محل کو صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ پہلے ڈھیلے اور پتھر وغیرہ کے ذریعہ پاخانہ و پیشاب جیسی غلاظت (لوث) کو ہلکا کرنا ہے۔ پھر پانی سے دھو کر پاک وصاف کرنا ہے۔

۵۔ فہرست نمبر (۴) سے پتہ چلتا ہے کہ "ریح" نجاسات کی فہرست میں نہیں ہے۔ ریح کے نکلنے سے بدن ناپاک ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے لگنے سے کپڑے ناپاک ہوتے ہیں۔ "غَيْرُ الطَّاهِرِ" ناپاکی کی تعریف میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کی ہے:

وَاَمَّا غَيْرُ الطَّاهِرِ الَّذِىْ اِنْ تَلَوَّثَ بِهٖ غَيْرُهٗ صَارَ مِثْلَهٗ فِىْ عَدَمِ الطُّهْرِ وَيَجِبُ اِزَالَتُهٗ عَنِ الْبَدَنِ وَالثَّوْبِ

وَالْمَسْجِدِ

"ناپاک چیز کے ساتھ اگر کوئی دوسری چیز آلودہ ہو جائے تو وہ بھی ناپاکی میں اس ناپاک چیز جیسی ہو جاتی ہے۔ جسم، کپڑا اور مسجد سے اس کا دور کرنا واجب ہے۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اگر ریح کو ناپاک قرار دیا جائے اور اس کے نکلنے کی صورت میں اس کے محل کو دھونا واجب قرار دے تو لازماً اس کے لگنے کی وجہ سے شلوار کو بھی دھونا چاہیے۔ جب کہ خود نور بخشی بھی اس کے لگنے کی وجہ سے شلوار کے دھونے کے قائل نہیں ہیں۔ ان چاروں فہرستوں اور ان کے مشمولات کو غور سے دیکھنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہوا کے خارج ہونے سے وضو کے ٹوٹنے مگر استنجاء و استبراء کے واجب نہ ہونے میں صوفیہ نور بخشیہ مکتب فکر کی تعلیمات دیگر اسلامی مکاتب فکر کی تعلیمات سے کچھ مختلف نہیں ہیں۔

سوال: جب ریح کے خارج ہونے سے وضو کے ٹوٹنے اور استنجاء و استبراء کے واجب نہ ہونے میں صوفیہ نور بخشیہ مکتب فکر کی تعلیمات دیگر اسلامی مکاتب فکر کی تعلیمات سے مختلف نہیں ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ نور بخشی ہر وضو سے قبل استنجاء و استبراء کرتے ہیں؟

جواب: صوفیاء کی تعلیمات میں دوام طہارت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ حضرت جنید قدس اللہ سرّہ کے بتائے ہوئے آداب ہشتگانہ میں سے ہے اس لیے نور بخشی ہمیشہ باوضو رہنے کو ہر عمل پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اس لیے اپنے وضو کو زیادہ دیر پا رکھنے کی خاطر وضو سے قبل امکانی بول و براز سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ پھر استنجاء و استبراء کر کے وضو کرتے ہیں۔ یہ وضو کافی دیر پا ہوتا ہے بہ نسبت اس وضو کے جس سے فوراً قبل پیشاب وغیرہ نہ کیا ہو۔ لہٰذا اس استنجاء و استبراء کی صرف حفظ ماتقدم کے طور احتیاطی تدابیر کی حیثیت ہے۔

جسم کے ظاہری حصے سے نجاست کا ازالہ:

آگاہ رہے کہ زیر تشریح عبارت کا آخری حصہ ہے:

وَاِنۡ كَانَ عَلٰى ظَاهِرِ بَدَنِكَ لَوۡثٌ وَجَبَتۡ اِزَالَتُهُ۔

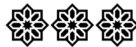
اگر تیرے جسم کے ظاہری حصے پر کوئی ناپاکی لگی ہوئی ہے تو اسے ہٹا دینا واجب ہے۔

یہ عبارت تَعۡمِيۡمُ بَعۡدَالتَّخۡصِيۡصِ ہے۔یعنی استنجاء واستبراء کا حکم خاص ہے جو جسم کے کسی خاص حصے سے تعلق رکھتے ہیں وہ پاخانہ اور پیشاب کا محل ہے جب کہ اس عبارت کا تعلق پورے بدن سے ہے جو کہ عام ہے۔

جہاں وضو و غسل سے قبل استنجاء واستبراء کے ذریعہ قبل و دبر کو بول و براز سے پاک و صاف کرنا واجب ہے۔ ایسے ہی پورے بدن کی آلائش کو ہٹا کر پاک و صاف کرنا واجب ہے۔لیکن یہ مد نظر رہے کہ اگر واجب تعداد پر ہی انحصار کرنا ہے کہ پہلے اس آلائش کو دور کرے پھر واجبی تعداد کے ذریعہ وضو و غسل کو پورا کرے اور اگر مسنون تعداد کے مطابق وضو و غسل کرنا ہے تو وضو و غسل کے ذریعہ ہی اس لوث کو دور کرلے تو کوئی حرج نہیں ہے اور یہ بھی ملحوظ خاطر ہے کہ واجبی تعداد پر اکتفا کرنے کی صورت میں وضو میں اعضائے وضو سے اور غسل میں پورے بدن سے ازالہ نجاست پہلے کرنا واجب ہے۔

وضو میں اگر اعضائے وضو اور استنجاء واستبراء کے محل کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے پر کوئی آلائش لگی ہوئی ہے، وضو کے بعد اگر اسے پاک کرے تو بھی وضو کی صحت متاثر نہیں ہوگی جیسے کہ وضو کے بعد اگر کوئی آلائش لگ جائے تو اس سے وضو متاثر نہیں ہوتا۔

(جاری ہے)



حدیث نبوی ﷺ

لا الہ الا اللہ کی فضیلت

غلام حسن حسنو

(نوٹ: اس عنوان سے ایک حدیث نبوی، اس کا اردو ترجمہ، تخریج اور تشریح پیش کی جاتی ہے اس شمارے میں لا الہ الا اللہ کی فضیلت پر مبنی حدیث پیش کی جارہی ہے۔).

اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

سب سے افضل ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔

یہ حدیث اسی طرح ان کتابوں میں بھی مندرج ہے ۔

1. معجم المفہرس لالفاظ الحدیث جلد دوم ص:۱۸۱۔
2. ریاض الصالحین ص ۴۲۲۔
3. الہائم الخائف ص۸۷۔
4. معراج السعادت ص۶۸۵۔
5. کشف الحقائق ص۱۳۶۔
6. فتوت نامۂ سلطانی ص ۳۳۔
7. رسالہ قدسیہ ص۳۴۔
8. بستان السیاحۃ ص ۲۸۲۔
9. مرصاد العباد ص۲۶۷۔
10. کشف الخفاء جلد اول ص ۱۵۲۔
11. تحفۃ البربرہ فی مسائل العشرۃ ۱۵۷۔

12. کاشف الاسرار ص ۱۲۵۔

13. بردالیقین ص ۴۷۴۔

14. مصنفات فارسی سمنانی ص ۹۱، ۲۸۱۔

15. الاصول العشرۃ ۶۱۔

16. سلوۃ العاشقین ص ۱۲۲۔

17. زبدۃ المناقب ص ۸۲۔

18. ریاض الصالحین حدیث نمبر ۱۴۳۷۔

19. آداب خلوت ص ۴۵۔

20. السائر الحائر ص ۱۰۱، ۱۳۲۔

21. دو رسالہ ہای سمنانی ص ۱۲۲۔

22. المعتقد لاہل المعتقد۔

یہاں ذکر الٰہی کے الفاظ اور جملے کے بارے میں ذکر ہے اس حدیث نبوی ﷺ میں یہ بتایا گیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا جملہ بہترین ذکر الٰہی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو یہ جملہ اللہ تعالیٰ کی وحدت کا مظہر ہے۔یہی کلمہ توحید ہے دوم یہی کلمہ پڑھ کر کوئی مسلمان، اسی کو مان کر کوئی مؤمن، اسی کو نہ مان کر کوئی کافر ہو جاتا ہے اسی پر ایمان کا دارومدار ہے۔اسی لیے شیخ نجم الدین کبریٰؒ اپنی کتاب السائر الحائر میں اس کلمہ میں ''علم اولین و آخرین مضمر قرار دیتے ہیں۔توحید خداوندی سے متعلق حضرت میر سید علی ہمدانی رسالہ ذکریہ میں لکھتے ہیں کہ:

''توحید طالب حق کی تمنائوں کی معراج ہے توحید ذروۂ وثقٰی کی چوٹی کا عنقاء ہے، توحید عالم بقاء کا آفتاب ہے، توحید لسانِ تقویٰ کی کلی ہے،

توحید جہاں کون و مکان کے دائرے کا قطب ہے، توحید زمین و آسمان کی مدار کا سر ہے، توحید جہاں اور جہاں والوں کا جائے امن ہے،

توحید فضائے لامکاں کا شہباز ہے، توحید طالبوں کے آتش شوق کا مشعل ہے، توحید محبوں کے دلوں کا قرار ہے، توحید مشتاقوں کی جان کا آرام ہے، توحید عاشقوں کے زخم کا مرہم ہے، توحید صادقوں کے پرکھنے کی کسوٹی ہے، توحید راہ سالکان کا مہدی ہے، توحید عارفوں کی پیشانی کا نور ہے۔

اس کلمہ کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث نبوی ﷺ سے کیا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ یَّقُوْلُ اَللهُ اَللهُ۔

زمین پر قیامت نہیں آئے گی جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا ہو گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ فَاِذَا قَالُوْاهَا فَقَدْ عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقٍّ مِّنَ اللهِ وَ حِسَابُهُمْ عَلَی اللهِ۔

مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں کہ وہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ پڑھیں جب انہوں نے یہ کلمہ پڑھ لیا گویا انہوں نے مجھ سے اپنی جانیں واموال بچالیا سوائے اللہ کے کسی حق کی تعمیل کے اب ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔ جنت کی کنجی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: تمام پیغمبروں اور رسولوں کے پڑھے ہوئے کلمات میں سب سے افضل یہی کلمہ ہے:

ایک دن اصحاب رسول ﷺ نے کہا کہ فلان آدمی منافق ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا

وہ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے والا نہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی سچے دل سے پڑھے:

مَنْ قَالَ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ

جو لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھے وہ جنت میں جائے گا۔

ان احادیث نبوی ﷺ سے اس مقدس جملے کی اہمیت اور افادیت واضح ہو جاتی ہے ان میں اس کو پڑھنے کا طریقہ نہیں بتایا۔ لیکن مشائخ طریقت بتاتے ہیں کہ ان جملوں کو خاص طریقے سے پڑھنے اور ورد کرنے سے ان کی افادیت اور بھی بڑھ جاتی ہے اور ورد کرنے والے میں دوررس نتائج پیدا کرتا ہے چنانچہ وہ اس کا ورد کرتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔اس سلسلے میں میر سید محمد نوربخشؒ کے پوتے علاو الدینؒ اپنے رسالے نوربخشیہ کے باب دوم میں لکھتے ہیں کہ:

جان لو! جب طالب صادق مرشدِ کامل کی صحبت میں شرفِ توبہ اور تلقین ذکر خفی سے مشرف ہوتا ہے جب اثر ذکر سالک کے باطن میں ابھی ظاہر نہ ہوا ہو۔ اسے ذکر زبانی اور ذکر قلبی کہتے ہیں اس مقام میں سالک کے محسوسات میں سبزے کا احساس ہوتا ہے اس عالم کا نور سبز ہوتا ہے۔

اس کے بعد جب سالک کا نفس پاک ہو کر ذکر الٰہی سے محظوظ ہوتا ہے اور اس کے نفس میں ذکر کا اثر ظاہر ہوتا ہے اس مرتبے میں یہ ذکر ذکرِ نفسی کہلاتا ہے اس عالم کا نور کبوتری (نیلا) رنگ کا ہوتا ہے اور سیر سالک عام عناصر کی آخری حد کو پہنچ جاتا ہے۔

جب سالک کا دل جو اسرارِ نامتناہی کا مخزن ہے، غبارِ بشریت کو اتار پھینکتا ہے اور ذکر الٰہی سے متعلق ہو جاتا ہے۔ ذکر پر مداومت اور مواظبت کی وجہ سے ذاکر کا دل ذاکر بن جاتا ہے اور منہ و حلق کے بغیر اور زبان (کو حرکت دیے) بغیر دل اپنی جگہ ذکر کرتا ہے چنانچہ ہر کوئی اس کی آواز کو سن سکتا ہے (اس مرحلے میں) ذکر کی آواز قمری کے بولنے کی آواز جیسی ہوتی ہے اس عالم کا نور سرخ ہے اور سیر سالک فلکِ قمر کو پہنچتا ہے اور وہ اہل

نجات میں سے ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد سالکین کے کئی درجات ہیں جب ذکر قلبی مکمل اور صاف ہو جاتا ہے (تو اب ذکر) سری بن جاتا ہے اور سالک کا سیر افلاک کو پہنچتا ہے صدائے ذکر سری بھی لوگ سن سکتے ہیں اس کی آواز ایک برتن کے پاس پڑنے والے قدموں کی چاپ جیسی ہوتی ہے۔اس عالم کا نور زرد ہوتا ہے۔

جب سالک کا سیر افلاک کی انتہاؤں میں پہنچ جاتا ہے، ذکر روحی بن جاتا ہے اس کی بھی آواز ہوتی ہے (یہ آواز ایسی سنائی دیتی ہے) جیسے خالی برتن میں دودھ دھونے سے آواز پیدا ہوتی ہے ذکر روحی کی آواز ایسی ہی ہوتی ہے اس مقام کا نور صاف سفید ہے۔

جب سالک افلاک سے بھی ترقی کر جاتا ہے اور عالم جبروت کے شروع میں پہنچ جاتا ہے تو ذکر خفی بن جاتا ہے اس ذکر کی بھی آواز ہوتی ہے جیسے کھینچے ہوئے ریشمی دھاگے پر مکھی کے بیٹھنے یا کسی چیز کو آہستہ اس پر رکھنے سے پیدا ہونے والی آواز یا جس طرح نرم اور لطیف آواز ہوتی ہے اسی طرح ذکر خفی کی آواز ہوتی ہے اس حقیر نے ذکر سری اور ذکر خفی کی آواز حضرت نور بخش کے دلِ مبارک سے سنی ہے اور خود بھی اسی پر پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہے اس عالم کا نور سیاہ ہوتا ہے۔

یہاں پہنچ کر سالک انوار الٰہی اور نورالانوار حقیقی کی چمک میں ذرہ وار جذب ہو جاتا ہے محبت الٰہی کے افراط کی وجہ سے سالک خود کو بھی نہیں پاتا اس وقت ذاکر، اور ذکر عین مذکور بن جاتا ہے۔اس مقام میں ذکر خفی ذکر غیب الغیوب کہلاتا ہے یہ نایاب ذکر اصل مطلوب ہوتا ہے اس عالم کا نور بے رنگ ہوتا ہے یہ ایسا نور ہے جو لطیفۂ قالبیہ، لطیفۂ نفسیہ اور لطیفۂ خفیہ کے مراتب پر چمکتا ہے اور ان مراتب میں سے ہر مرتبہ اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔یہاں سے سالک غیب مطلق میں پہنچ جاتا ہے۔ تمام رنگ اپنی اپنی حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا کوئی رنگ ظاہر نہیں ہوتا اور یہ عالم بے رنگ و بے بو ہوتا ہے۔

یہاں مصنف نے سات اطوار قلبیہ کا ذکر کیا ہے اس دوران وہ الوانِ متلونۂ غیبیہ کا مشاہدہ کرتا ہے

اور دکھائی دینے والے نور کی رنگوں کے مطابق اپنا لباس بھی اس رنگ والا استعمال کرتا ہے۔اولین مشاہدہ نور سبز اور آخری نورِ سیاہ ہے۔ یہا نظریہ دوسرے صوفیا کے ہاں بھی ہے اور وہ اس کو تسخیر لطیفہ کا نام دیتے ہیں۔حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ اس جملہ کو بطور ورد پڑھنے کے سلسلے میں ایک اور طریقہ بتاتے ہیں جسے ذکر خفی قوی کا نام دیتے ہیں یہ طریقہ ذکر چہار ضربی کے نام سے مشائخ کے ہاں بے حد مقبول بھی ہے وہ طریقہ یہ ہے۔

بیعت کرنے کے بعد (ذکر خفی کرنے کے لئے) چوکڑی مار کر قبلہ رخ بیٹھ جائے دونوں ہاتھوں کو دونو زانوں پر اس طرح رکھے جس طرح نماز میں تشہد کے دوران رکھتے ہیں۔دونوں آنکھوں کو بند کرے ہونٹ بھی بند کرے نظر ہمت کو دونوں ابرؤں کے درمیان مبذول رکھے کیونکہ نگاہ بصیرت وہیں کھلتی ہے پس سر کو دائیں جانب ناف (کے برابر) تک نیچے لائے اور کلمہ ٔ لَا کھینچ کر پڑھے پھر سر کو پوری طرح اوپر اٹھائے اور کلمہ ٔاِلٰہَ کھینچ کر پڑھے پھر سر کو دائیں پستان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیچے لائے اور اِلاَّ کو کھینچ کر پڑھے پھر سر کو پوری قوت کے ساتھ اوپر اٹھائے اور بائیں پستان کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کلمہ اللہ طویل مد کے ساتھ (کھینچ کر) پڑھے اور سر سے دل کی طرف اشارہ کرے جو سینے کے بائیں طرف ہوتا ہے۔

☆ ان چاروں کلمات کو ایک ہی سانس میں پڑھنا چاہئے ان کے رمیان سانس لے کر انہیں الگ الگ نہ پڑھے بلکہ ملا کر پڑھے۔

☆ پوری قوت سے مگر خفی طور پڑھے درحالیکہ لب (پوری طرح) بند ہوں۔

☆ پوری قوت سے اس لئے (پڑھنے کا فائدہ یہ ہے) کہ اس سے حرارتِ ذکر ذکر کرنے والے کے رگ رگ اور ریشے ریشے میں سرایت کر جاتی ہے ان میں موجود کدورتوں اور آلائشوں کو جلا دیتی ہے اور انہیں روشن و منور کرتی ہے جیسا کہ قدوۃ الاولیاء، امیر المومنین، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

اَلذِّکْرُ نُوْرٌ وَّالْغَفْلَۃُ ظُلْمَۃٌ وَّالْجَہَالَۃُ ضَلَالَۃٌ وَّالْعَقْلُ خَیْرٌ قَرِیْنٌ۔

ذکر نور وضیاء ہے، غفلت ظلمت و تاریکی ہے، جہالت ضلالت و گمراہی ہے اور عقل بہترین ساتھی ورفیق ہے۔

☆ (ذکر جہر کی بجائے) ذکر خفی اس لئے کہ یہ اخلاص کے زیادہ قریب ہوتا ہے اگرچہ ذکر بالجہر بھی صوفیائے کرام قدس اللہ اسرارہم کے ہاں سنت ہے۔

☆ جب لاالہ الا اللہ کو پورے حضور قلب سے پڑھے تو سانس لے۔کیونکہ حضرت سیادت مآب قدس اللہ سرہ نے فرمایاہے کہ ذکر ایک ہی سانس میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ بعض مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے (حبس دم کے ساتھ) بہت زیادہ ذکر پڑھنے کے بعد کہیں ایک سانس لیے ہیں ایک مدت تک یہ فقیر بھی حبس دم کے ساتھ ذکر پڑھتارہاہے جب سخت ضرورت پڑتی تب ایک سانس لیتا جب حضرت سیادت مآب بارہویں حج سے واپس آئے تو آپ نے یہ فرمایا ایک ہی سانس میں کئی کئی بار ذکر پڑھنے کے بعد اگر ضرورت پڑنے پر درمیان میں سانس لے تو اس سے حضور قلب اور طبیعت کی کشادگی حاصل ہوتی ہے تاہم ایک ذکر ایک سانس میں پڑھنا ہی سنت ہے اور سنت میں زیادہ برکت ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ذکر الٰہی کرنے اور اس کے فیوض وبرکات سے متمتع ہونے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین۔



تراجم مخطوطات

بہجۃ الطائفہ

حضرت شیخ عمار یاسر بدلیسیؒ

ترجمہ: مولانا علی محمد محمدی منہاجین

گزشتہ سے پیوستہ

(اور اہلِ مشاہدہ اور معرفت کو خواطر کے ذریعے ہوتی ہیں۔ حدیث (کلام) کے دو طریقے ہیں۔

۱۔ وحی کے ذریعے کلام

۲۔ اور حجاب کے پیچھے سے کلام،

پس جس سے بذریعۂ وحی کلام کیا جائے وہ نبی مرسل ہے اور جس سے بذریعۂ حدیث بیان کی جائے وہ ولی صدیق ہے۔)

فصل ۱۷: قلب و دل

ارشاد فرمایا: دل وہ راز ہے جس میں نور ہے اللہ نے اسے حصولِ معارف کے لئے وجود میں لایا ہے جس طرح عقل کو حصولِ علوم کے لئے بنایا ہے اسی طرح باقی حواس بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ[1]

بھلا اللہ جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دے وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر فائز ہو جاتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے۔

اِذَا دَخَلَ النُّوْرُ الْقَلْبَ اِنْشَرَحَ وَاِنْفَسَحَ جب نور دل میں داخل ہو تو وہ کھل جاتا ہے۔

قلب نورانی کی علامت

کہا گیا: تو کیا اس کی کوئی علامت بھی ہے؟

ارشاد فرمایا: (دل میں نور داخل ہونے اور کھل جانے کی علامت) غرور کا گھر یعنی دنیا سے علیحدگی، ہمیشہ کا گھر یعنی

[1] سورۃ الزمر آیت ۲۲

آخرت سے نزدیکی اور موت کی تیاری کرنا ہے۔

کہا گیا: تو دل کا ذکر کیا ہے؟

ارشاد فرمایا: رب عزوجل کی طرف سے دل میں جو تازہ تازہ آتا ہے، کا سمجھنا دل کا ذکر ہے اور یہ دو اقسام پر مشتمل ہے:

۱) نوع غایۃ ونہایۃ۔

۲) نوع بدایۃ وھدایۃ۔

پس نوعِ غایۃ ونہایۃ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حضرت ابن عباس کی قرأت میں:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ[2] ہم نے آپ سے پہلے کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا۔

اور حدیث میں آیا ہے:

قَدْ كَانَ فِي الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَمُكَلَّمُوْنَ فَاِنْ كَانَ فِيْ اُمَّتِيْ فَعُمَرُ مِنْهُمْ۔

پہلی امتوں میں محدث اور مکلم ہوئے ہیں پس میری امت میں بھی اگر ہو تو عمر ان میں سے ایک ہو گا۔

پس حدیث آپ ﷺ کا ارشاد:

حَدَّثَنِيْ قَلْبِيْ عَنْ رَبِّيْ میرے دل نے میرے رب سے بیان کیا۔

ہے اور رویئت کا تعلق حدیث کے ساتھ ہے سو جس کسی کے لئے حدیث ہو اس کے لئے رویئت بھی ہے۔

اور رویئت آپ ﷺ کا ارشاد:

رَاٰى قَلْبِيْ رَبِّيْ میرے دل نے میرے رب کو دیکھا

ہے اور رویئت مقامِ مشاہدہ میں ہوتی ہے اور حدیث مقامِ محدثیہ میں۔ اور جب محدثیہ قوی ہوتی ہے تو الہام قوی ہوتا ہے اور جب الہام قوی ہوتا ہے تو حکمت وجود میں آتی ہے۔

قلب نورانی کی حکمت

حکمت اس فیضِ ربانی سے عبارت ہے جو لمبی عمر سیکھنے سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کی صفت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

[2] سورۃ الحج آیت ۵۲

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[3] اور ہم نے اسے علم لدنی سکھایا تھا۔

حکمت کا نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ دل میں بغیر کسی تفکر اور تکلف کے جنم لیتی ہے اور حکمت کا مطلب وہ کلام ہے جسے دل قبول کرتا ہے جس کے لئے سینہ کھل جاتا ہے۔

حکمت کی ایک اور قسم بھی ہے جس میں تصرفِ ملک کا دخل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسَ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ بیشک روح القدس نے میرے دل میں پھونکا۔

حکمت کی ایک اور سب سے بلند قسم بھی ہے اسے حکمتِ کاملہ کا نام دیا جاتا ہے یہ رب کی طرف سے براہِ راست دل میں القاء کی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا[4]

اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

جب دل نرم، صاف، اور سخت ہو جائے تو وہ احوال، معارف، علوم اور اخلاق کے حامل ہونے تک ترقی اور پرورش پاتا رہتا ہے اور جب بھی دل رقیق ہو جاتا ہے تو محدثیت صاف اور شفاف ہو جاتی ہے اور جب محدثیت صاف ہو جاتی ہے تو دل پر غیبی اسرار کھلنے لگتے ہیں تو رب کی طرف سے واضح نشانی پر فائز ہو جاتا ہے۔ اور واضح نشانی والا احوالِ مشکلہ اور احوالِ غریبہ کے درمیان فرق جاننے کا خواہشمند ہوتا ہے جس کا ادراک علم ظاہر کر سکتا ہے نہ ہی عقلِ محض کر سکتی ہے بلکہ اس کی معرفت کا تعلق حکماء کی ادراک اور نور حکمت کے ساتھ ہے۔

بدایتِ حکمت کی ایک اور قسم عوام کی نیند اور خواص کے واقعہ کے درمیان فرق کرنا ہے۔

سو واقعہ جو واضح بیداری سے عبارت ہے وہ خواص کے ساتھ مخصوص ہے شفاف حجاب کے واسطہ سے دل پر پیش آتا ہے اور خاص الخواص کے لئے ایضاح اور کشف ہے۔ جیسا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْاَشْيَاءَ كَمَا هِيَ۔ اے اللہ ہمیں ہر چیز جیسی ہیں، کھادے

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقتیں تیری اپنی قوت اور عنایت کے مطابق دکھادے ہماری قوت اور کشف کے مطابق نہیں۔

3۔ سورۃ الکھف ۶۵

4۔ سورۃ النسآء آیت ۱۱۳

قلب میں حکمت کا القأ

اس ضمن میں فرشتہ کی القاء اور شیطان کے وسوسہ کے درمیان فرق بھی ضروری ہے۔ فرشتہ کی القاء جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ[5] وہ جس پر چاہتا ہے روح یعنی وحی اپنے حکم سے القاء فرماتا ہے۔

شیطان کا وسوسہ جس کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ[6] جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

اور رب کا الہام جس کے بارے میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا[7] پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور پرہیز گاری سمجھادی۔

ان کے درمیان ایک ایسے دل کے ذریعے فرق جانا جاتا ہے جو بینۂ رب (رب کی واضح نشانی) سے سمجھتا ہے۔ اور جس پر بینہ متحقق ہو جائے تو اس کے قلب کے لئے بہت زیادہ حصہ ہے اور اللہ کے عجیب شان ہے۔

عجیب ہے کہ اللہ کی طرف سے بلاواسطہ خبر ہوتی ہے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی وہ اللہ سبحانہ تمام ظاہر سے زیادہ عیاں ہے کوئی چیز اس کے لئے حجاب اور آڑ نہیں بن سکتی۔ چنانچہ شدت ظہور کی بنأ پر حجاب ظاہر ہو جاتا ہے۔

درحقیقت پردے دلوں اور آنکھوں کے ہوتے ہیں اور یہ قوتِ ادراک کے ضعف کے باعث ہوتا ہے۔ سو جیسے دلوں سے پردے اٹھتے جاتے ہیں دلوں کو مطلوب کی معرفت حاصل ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ جل وعزا اپنی ذات اور کلام کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى[8] کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب بولے کیوں نہیں؟ توہی ہمارا رب ہے۔

دل اسے پہچان جاتے ہیں اور مانوس ہو جاتے ہیں۔ پس دل عرش معلٰی اور لوحِ محفوظ کا مقام اختیار کر لیتے ہیں اور دل میں صلابت، صفأ، اور رقت کے حساب سے وحی والہام کی ادراک ہوتی ہے۔

---

[5] سورۃ المومن آیت ۱۵

[6] سورۃ الناس آیت ۵

[7] سورۃ الشمس آیت ۸

[8] سورۃ الاعراف آیت ۱۷۲

غیر مطوبہ رسائل

الوارد الشارد والطارد شبہۃ المارد

حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: شفاعت علی فیضی

(نوائے صوفیہ کے ہر شمارے میں شاہ ہمدان یا سلسلۃ الذہب کے کسی شیخ کا ایک غیر مطبوعہ رسالہ پیش کیا جارہا ہے۔اس شمارے میں حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانی قدس اللہ سرہ العزیز کا رسالہ الوارد الشارد والطارد شبہۃ المارد نذر قائین ہے۔پہلی باراس رسالے کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت مولانا شفاعت علی فیضی تھلوی کو حاصل ہوئی اوراسے شائع کرنے کی سعادت ہماری قسمت میں تھی فلہ الحمد)

الوارد الشارد والطارد شبہۃ المارد

تالیف

حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق وتدوین

Giovanni Maria Martini

اردو ترجمہ

شفاعت علی فیضی

الوارد الشارد الطارد بشبہات المارد کا تعارف اور نسخے

اس رسالے کا نام عربی میں الوارد الشارد الطاردبشبہات المارد ہے جس کا اردو میں ترجمہ۔" سرکش کے شبہ کو بھگانے والے چمکدار واردات۔" ہے۔علاوہ ازیں اس کے دوسرے نام الوارد الطارد بشبہات المارد،الوارد الشاہد الطارد لصبحات المارد، مدارج المعارج فی الواردالطاردبشبہات المارد، مدارج المعارج

اور مدارج المعارف ہیں یہ کتاب ۶۹۹ھ کے لگ بھگ مکمل ہوا ہے جبکہ شیخ سمنانی کی عمر ۴۰ برس کے تھے۔ لیکن شیخ علاؤالدولہ سمنانی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کرتے وقت مذکورہ بالا نام کی بجائے زین المعتقد لاہل المعتقد تجویز فرمایا البتہ یہ اس کا ہو بہو ترجمہ نہیں بلکہ اس کا مفہوم یا آزاد ترجمہ ہے اس کتاب کا تقریباً ۷۵ فیصد کا ترجمہ ہے جبکہ ۲۵ فیصد کتاب سے الگ مضامین ہیں یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے فصل اول میں متکلمین بالخصوص ابن سینا کے افکار کی تردید میں، فصل دوم روح سے متعلق محققین کے بیانات، فصل سوم لطائفِ انسانیہ اور فصل چہارم جملہ طرایق میں سے طریقۂ حق کے بیان میں ہے پہلے تین ابواب فلسفیانہ اور آخری فصل واقعات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کی بعض خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب چار فصلوں پر مشتمل ہے ہر فصل بسم اللہ، حمد وصلوۃ اور تمہید سے شروع ہوتا، پھر عنوان کی توضیح و تشریح اور پھر دعا پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔

۲۔ کتاب کے رصل چہارم میں شیخ نے اپنی زندگی کے بعض حالات بھی درج کر دیے ہیں جن سے ان کی زندگی کی معمولات کا پتہ چلتا اور کڑیاں ملتی ہیں۔

۳۔ پوری کتاب ان تین نکات کے گرد گھومتی ہیں سیاست، طہارت اور عبادت۔ اسی طرح شیخ کی دوسری تصنیفات بھی انہی تینوں نکات کی تشریح وتوضیح پر مبنی ہیں۔

۴۔ شیخ سمنانی کی سیاست سے مراد موجودہ زمانے کی ترقی یافتہ یوروپی ممالک میں رائج ڈیماکریسی ہے جس سے متعلق اقبال کا کہنا تھا دوصر خرنہ تیسری دنیا اور مسلم ریاستوں کی نام نہاد من مانی سیاست۔ بلکہ شیخ کے نزدیک یہ حکمت اور دانشمندی کا دوسرا نام ہے جس کے بارے میں شاعر مشرق نے کہا تھا کہ

جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

۵۔ شیخ کے نزدیک طہارت صرف وضو و غسل کا نام نہیں بلکہ یہ وسیع مفہوم کی حامل ہے اور انسانی ظاہر اور باطن کے تمام معاملات میں طہارت وپاکیزگی سے عبارت ہے۔

۶۔ عبادت سے مراد صرف نماز، روزہ، حج وزکوۃ نہیں بلکہ اس سے مراد طاعت الٰہی ہے۔ شیخ سمنانی ان

تینوں کے حصول کے لئے مختلف اقدامات تجویز کرتا ہے اس سلسلے میں حضرت شیخ جنید بغدادی کا مرتب کردہ ’’شرائط ہشتگانہ سلوک‘ ‘کی خصوصی سفارش کرتا ہے۔

۷۔ جبریہ،قدریہ،متشبہہ،معطلہ،متناسخہ،رافضی اور خارجی کو وہ مسلمان گمراہ فرقے سمجھتے ہیں جبکہ مختلف فرقوں کو جو مسلم فرقوں سے ہی نکلے ہیں جن میں سے بہت سے فرقے مثلاً شام ولبنان کے نصیری اور برصغیر کے قلندری اب بھی موجود ہیں انہیں مسلمان فرقے نہیں سمجھتے۔

۸۔ شیخ سمنانی فلاسفہ، منطقی اور متکلمین کے سخت خلاف ہیں اس سلسلے میں بوعلی سینا،شہاب الدین سہروردی مقتول اور نجم الدین رازی کا نام لے کر انہیں گمراہ قرار دیتے ہیں۔

۹۔ کتاب کے آخر میں تعلیقات کے عنوان سے کتاب کی مشکلات کا حل توضیح وتشریح اور احادیث کی تخریج ہے جس سے اس کی قدر وقیمت بہت بڑھ گئی ہے۔

کتاب کے قلمی نسخے

اس کے درج ذیل نسخوں کا ہمیں علم ہے جن سے دو مستشرقین نے تصحیح میں مدد لی ہے۔

ا۔کتابخانہ ہودے آفندی

یہ نسخہ کتابخانہ ہودے آفندی سلیمانیہ استنبول تحت نمبر ۳۷۳ محفوظ ہے۔یہ اسی رسالے اور وصایائے سمنانی پر مشتمل دو رسالوں کا مجموعہ ہے۔اس کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے۔اسے ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ کو فقیر عبد اللہ بن السید محمد القسطنطینی نے لکھاہے۔یہ خط نسخ میں ہے۔اسے ہمارے محقق نے Hu سے ظاہر کیاہے۔

۲۔کتابخانہ پرتوپاشا

یہ نسخہ پرتوپاشا سلیمانیہ استنبول ترکی میں زیر نمبر ۶۱۰۲ محفوظ ہے۔یہ بھی خط نسخ میں ہے۔یہ ۲۹ رسالوں کے ایک مجموعے کا چھٹا رسالہ ہے۔اس نسخے کو بھی عبد اللہ قسطنطینی ہی نے جمعرات ۱۵ رمضان ۱۰۶۳ھ کو مکمل کیاہے۔اس کو محقق نے P سے نمایاں کیاہے۔

۳۔کتابخانہ حکیم اوغلو پاشا

یہ نسخہ حکیم اوغلو علی پاشا سلیمانیہ استنبول ترکی میں تحت نمبر ۹۳۳ موجود ہے۔ یہ بھی خط نسخ میں ہے۔ ۲۰ رسائل کا مجموعہ ہے انیسواں یہی ہے۔ اسے ابراہیم الکروسی نے پیر ۲۱ رمضان ۱۱۱۹ھ کو مکمل کیا ہے۔ محقق نے He کی علامت سے اس کو ظاہر کیا ہے۔

۴۔ نسخہ قاہرہ

یہ دارالکتب مصریہ قاہرہ مصر میں تحت نمبر ۱۱ مجامیع فارسی موجود ہے۔ یہ خط نستعلیق میں ہے۔ یہ شیخ کے رسائل اور مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ قزوین ایران میں محمد بن ابراہیم بن محمد المعروف عبدالغفور سمنانی نے پیر ربیع الاول ۸۸۷ھ میں مکمل کیا ہے۔

۵۔ نسخہ موزہ برطانیہ

یہ برٹش میوزیم لندن برطانیہ میں تحت نمبر ۱۹۲۵ موجود ہے۔ یہ خط نستعلیق میں ہے۔ یہ شیخ کے رسائل اور مکاتیب کا مجموعہ ہے۔ اسے سمنان ایران میں ۸۹۴ھ میں مکمل کیا ہے۔ تکمیل کے بعد اس کا شیخ سمنانی کے لکھے اس نسخہ کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے۔

۶۔ کتابخانہ ولی الدین

یہ نسخہ ولی الدین آفندی سلیمانیہ استنبول ترکی میں تحت نمبر ۱۷۹۶ موجود ہے۔ یہ خط نستعلیق میں ہے۔ رسائل سمنانی کا مجموعہ ہے۔ اس پر کتابت کی تاریخ ۸۳۷ھ لکھا ہوا ہے۔

کتاب کے مطبوعہ نسخے

۱۔ یہ پہلی بار ۱۹۸۸ء میں W.M.Thackston,jr کی تحقیق اور انگریزی مقدمہ کے ساتھ شیخ سمنانی کی ۱۴ کتب ورسائل کا مجموعہ ہاورڈ یونیوسٹی امریکہ نے شائع کیا۔ اس میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

۲۔ دوسری بار ۲۰۱۸ء میں Giovanni Maria Martini کی تحقیق، انگریزی مقدمہ، ترجمہ اور تحلیل وتجزیہ کے ساتھ شیخ سمنانی کی ان دو سالوں کا مجموعہ آکسفورڈ یونیوسٹی لیدن نے شائع کیا۔ اب اس کی پہلی بار اردو میں ترجمہ کرنے اور شائع کرنے کی سعادت ہمیں مل رہی ہیں فلہ الحمد اولا واخرا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ نے فرمایا:

حمد و ثناء کے بعد میرے دل میں ایک بات اس جمعہ سے کھٹک رہی تھی جو ہم نے خانقاہ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادا کیا تھا پھر ہم مولانا نورالدین کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے جو ہمیں بیان کرنا تھا کیا۔ گفتگو کے دوران مولانا کی زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے کہ "فلاسفہ عجیب حرام زادہ اور مردہ لوگ تھے انہیں دقیق باتیں ملی ہیں" میں نے ان باتوں سے متعلق ان سے دریافت کیا تو مولانا نے فرمایا ابن سینا نے کہا ہے کہ بیان کی پانچ قسمیں ہیں۔

1. برہانی،
2. خطابی،
3. شعری،
4. جدلی اور
5. سفسطی۔

اور بیان خطابی وہ بیان ہے جس کا کچھ معلوم ہے اور کچھ نامعلوم۔ پس جو نامعلوم ہے وہ ہیبت پیدا کرتا ہے الی آخرہ بیہودہ بیان۔

وجہ تصنیف اور نام کتاب

مذکورہ بالا حکایت کا ایک عقدہ میرے دل میں باقی رہا یہاں تک کہ میں خلوت میں جا بیٹھا۔ جب میں ذکر میں مشغول ہو گیا تو یہ عُقدہ مجھے پریشان کرنے آیا پس اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا الہام فرمایا جو ٹھنڈے پانی کی طرح تھا جو نافرمان سرکش شخص کی شبہات کو بھگا دینے والا تھا تو اللہ تعالیٰ کے بے پایاں جود کے باعث وہ الہام آنے کے ساتھ ہی عقدہ حل ہو گیا۔ وہ عقدہ جو میرے دل اور سینے میں کھٹک رہا تھا، یہ تھا کہ اگرچہ مولانا اس سے بلند و برتر

ہیں کہ شبہات کا لشکر ان کے قریب پھٹک سکے یا ان کا قلب روشن اس قسم کی بیہودہ کلام کی جانب متوجہ ہو جائے۔ بعض اوقات وہ اس علم البیان کی تعریف کر دیتے تھے کیونکہ مولانا نے یہ کلام بطور تعجب کہا تھا گویا کہ وہ اسے اچھا کہہ رہے تھے یا فی الحال ان کے دل میں اس کا جواب ظاہر نہیں ہوا تھا۔ میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ میں ـ الوارد الشارد الطارد شبہتہ المارد'' لکھوں اور اسے مولانا کی خدمت میں ارسال کروں تاکہ وہ اس کو شرف مطالعہ بخشیں اور اپنی ناقدانہ نظر سے اس کی تصحیح فرمائیں۔

جب میں اس کو لکھنے میں مشغول ہوا تو ہر محقق کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کے متعلق لگاتار الہام ہونے لگا تاکہ وہ مجھے ذکر سے روک کر میدان فکر میں نہ داخل کرے کیونکہ ہماری خلوت طریقِ ذکر سے فکر کی نفی پر مبنی ہوتی ہے تاکہ انسانی فکر آلودگیوں سے پاک الہامات ہوں۔ پس میں نے اپنی ہمت کے مطابق اس کی نفی کی حتی کہ واردات اور مکاشفات تواتر کے ساتھ آنا شروع ہو گئے پس میرے برتن کی تنگی کے باعث انہوں نے مجھے عاجز کر دیا۔ میں نے جلدی جلدی انہیں لکھ لیا جو اس وقت میرے دل میں آ رہے تھے میں نے عبارات کی تحقیق میں دقت نظر سے بھی کام نہ لیا حتی کہ یہ واردات چالیس ہو گئے۔ جب اللہ کی مدد اور حسن توفیق سے چالیس مکمل ہو گئے اور غیب سے اس کے لکھنے کا اشارہ بھی مل گیا تو میں نے اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا اور دعائے استخارہ کے دوران ہی حکم ربی کے طفیل پختہ اور یقینی اجازت کی ہواؤں کے جھونکوں کو پالیا پس میرا سینہ کھل گیا اور میری روح کو راحت مل گئی اور میرا دل خوش ہو گیا۔ میرے ذہن کو یقین اور میرے دل کو اطمینان نصیب ہو گیا۔

ابواب بندی کتاب

پس میں نے جان لیا کہ اس کے لکھنے میں خیر کا پھیلاؤ اور فروغ ہے پس میں نے نوید ملنے کی امید کے پیش نظر اس کو لکھا میں نے اس کو چار فصلوں میں تقسیم کیا۔

- پہلی فصل علم بیان اور ابن سینا کے رد میں دلائل وبراہین کی روشنی میں بحث کا بیان ہے۔
- دوسری فصل روح کے بارے میں محققین کے اقوال اور ان کے درمیان تفصیلی تطبیق کے بارے میں ہے۔

○ تیسری فصل لطیفہ انائیہ اور ضرب المثال کے طریق پر اس کے بیان سے متعلق ہے۔ میں ہر خطا اور ہر لغویات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

○ چوتھی فصل مختلف طریق میں سے طریق حق کی وضاحت اور فرقہ ناجیہ پر اطلاع سے متعلق ہے۔

مجھے مولانا کے حسن اخلاق اور صفائے ذہنی سے امید ہے کہ وہ خطاوصواب کے مابین تمیز کرنے والے کی مانند اس کا مطالعہ کریں گے اور مجھ پر احسان فرماتے ہوئے بلاشک وشبہ اس کے صحیح وسقیم سے مجھے مطلع فرمائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں بڑا ثواب عطا فرمائے اور

وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ (آل عمران ۸)

ہمیں اپنے خاص رحمت سے نوازے بیشک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔

فصل اول:

علم بیان اور ابن سینا کے رد میں براہین ودلائل کے ساتھ بحث کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کو تخلیق کیا درآنحالیکہ وہ اکیلا اور یکتا ہے اور اس نے اپنی حکمت سے ان میں شقی وسعید اور غنی وفقیر بنائے۔ اور ان سے باخبر اور دیکھنے والا ہے ان میں سے بہت سے صبح امیر ہوتے ہیں اور شام کو اسیر اور کئی شام کو اسیر ہوتے ہیں اور صبح امیر۔ یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس نے اپنی کتاب کو ہادی، منور اور نصیر بنا کر اتارا اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا اور رسولوں میں سے آپ کو اپنی محبت کے لئے منتخب کیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی اس نے نجات اور بڑی کامیابی پالی۔ جس نے آپ کی سنت کی موافقت کی۔ آپ کی رسی تھام لیا اور آئمہ یعنی آپ کے بعد خلفاء راشدین کی تصدیق کی جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہیں اور درود ہو آپ پر اور اچھے طریقے سے آپ کی پیروی کرنے والوں پر اس وقت تک جب تک کہ آپ کی ولایت کا آفتاب عرش

رحمن سے روشنی پاکر آسمانِ قلب پر منور ہے اور اس وقت تک درود جب تک کہ انسان کے باطن کی سرزمین پر آپ کی نبوت کا چاند روشن ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا اس پر اللہ کے لئے کثیر حمد ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد اور بلند و بالا روح مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کے بعد! اے بے باک حیرت میں غرق، ناقص ذہانت کے پیروکار، گمراہ کن عقل اور اندھے فکر کے پیچھے چلنے والے ابن سینا! جان لے کہ تم نے یہ دعویٰ کیا کہ بیان کی پانچ اقسام ہیں برہانی، خطابی، شعری، جدلی اور سفسطی۔ سچ کہا ہے مگر وحی اور قرآن سے متعلق جھوٹ بولا ہے اور تم نے عقل پر ایمان لایا اور نقل کا انکار کیا ہے اور بیان خطابی میں تم نے طریق عدل کو اختیار نہیں کیا اس کے متعلق یہ کہا ہے کہ اس کی معلومات کے سوا باقی سب کچھ ہیبت کا سبب ہیں اور تم نے اس کی بنیاد ہی میں غلطی کی ہے جب تم نے اپنا راز اس میں ظاہر کیا مگر اس کے باطن میں انکار و نفاق کو پوشیدہ رکھا ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے پیروکاروں کے شر سے محفوظ رکھے اور ہماری ان شیطانی شبہات کو رفع کرنے میں اعانت فرمائے جو تمہاری طرف القاء ہوتا ہے۔ جو تمہیں اذیت دیتا تیرے سینے میں وسوسے ڈالتا اور تجھے گمراہی کے گڑھے میں دھکیلتا ہے۔

علم بیان

میں تیرے باطل اقوال کی تکرار اور گفتگو کو طول دے کر اپنی زبان خراب نہیں کروں گا اس خوف سے کہ کہیں تمہارے یہ باطل اور بیہودہ اقوال عوام نہ سن لیں۔ اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں علی التحقیق علوم کی کنجیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں۔ علم بیان دو حالتوں سے خالی نہیں ۔

۱۔ برہانی۔

۲۔ غیر برہانی۔

علم البیان کی جو قسم غیر برہانی ہے وہ یہ ہے جیسے استعارات۔ مثلاً کسی کا کہنا کہ زید شیر ہے، اس کا قدم فرقدان (دو تارے) سے بلند ہے اور اس کا ہاتھ بہت بڑا سمندر ہے۔ وغیرہ جیسے دوسرے استعارات۔

برہانی دو حالتوں سے خالی نہیں:

۱۔ بعض معلوم۔

۲۔ اور بعض نامعلوم۔ پس جس کا جمیع معلوم ہو جیسا کہ خالص معقولات، ریاضیات اور طبیعیات۔

اور دوسری حالت جس کا کچھ معلوم اور بعض نامعلوم ہو جیسا کہ مکاشفات غیبیہ اور وارداتِ خفیہ اور مشاہداتِ ظاہریہ، جو وحی، الہام، ذوق، عرفان کے اعتبار سے انبیاؑ اور اولیاؒ کے ساتھ خاص ہیں۔

اپنے شرف، لطافت اور عزت کے اعتبار سے یہ نوع مذکورہ بالا پانچوں انواع میں سے سب سے بلند مرتبہ، سب سے لطیف اور سب سے زیادہ قابل قدر ہیں۔

اس کے بعض حصے کا انبیاؑ اور اولیائے کرام کے علاوہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہونے میں یہ راز ہے کہ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے سوا دوسرے لوگ اس نور الٰہی سے محروم ہیں جس نور کی تجلی ان خاص بندوں پر ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالی نے اپنی خاص مہربانی سے چن لیا ہے اور ان کے دلوں کو اپنے اسرار کا ظرف بنایا ہے۔

منطقیوں اور فلسفیوں کی بد بختی

اور ان منطقیوں اور فلسفیوں کو توفیق نہیں دی کہ وہ اللہ کے ان بندوں کی اتباع کریں اور ان کے چراغ سے ایسا نور حاصل کریں جو انہیں عقل وطبیعت کے اندھیروں سے نکال کر اللہ کے نور کی طرف لے جائے چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو بھی گمراہ کر دیے۔ انہوں نے گمان کیا کہ عبا دان کے سوا کوئی بستی موجود نہیں یعنی عقل کے علاوہ ایسا کوئی نور نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔ انہیں یہ پہچان نہ ہو سکی کہ عقل اپنے تحت حیات میں موجود چیزوں کا ادراک نہیں کر سکتی تو حیات سے اوپر والے درجے یعنی عالم خفیات میں موجود چیزوں کے ادراک سے عاجز کیوں نہ ہوں؟ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک عقل مند اندھا سفیدی اور سیاہی کی پہچان نہیں کر سکتا، ناک سے محروم شخص بدبو اور خوشبو میں تمیز نہیں کر سکتا، بہرہ فرد گدھے کی آواز (ڈھینچوں) اور گھوڑے کی آواز (ہنہناہٹ) میں فرق نہیں کر سکتا اور اسی طرح نامرد جماع کرنے کی لذت کو نہیں جانتا اگرچہ تم ہزار زبان سے بطریق احسن بیان کرو۔

اللہ کی قسم! مجھے تمہاری ذہانت کے کمال اور تمہاری حس کی غلطی اور تمہاری عقل کے عجز کے باوجود

تمہاری غفلت پر یہی دلیل کافی ہے کہ تمہاری عقل اشیاء کے خواص کا ادراک تجربہ اور الہام کے بغیر کرنے سے قاصر ہے۔ عقل کیسے پہچانتی ہے کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتی ہے اور کس چیز سے پتہ چلتا ہے کہ سقمونیا خلط الصفرا ٔ کو دفع کرتی اور ایک خشک گھاس خلط السودا ٔ کو دور کرتی ہے؟ ادویات کے مقداروں کے استعمال کا کیسے پتہ چلتا اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کا کیسے پتہ چلتا اگر اللہ تعالیٰ الہام نہ فرماتا یا وہ حواس کے جاسوسوں کو حکم نہ دیتا کہ اس قسم کی خبر پہنچائے۔

ظاہری چیزوں میں حس کی غلطی عوام پر عیاں ہے جیسا کہ آنکھ کی حس سورج کو ڈھال کی مقدار جتنا دیکھتی ہے اور ستاروں کو درہم کی مقدار جتنا۔ حالانکہ عقل حکم دیتی ہے کہ سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔ عقل کا مخفیات میں سیر سے عاجز ہونے کا سب سے بڑا سچا گواہ تمہارے نالائق حکما کا عقلیات جیسے ریاضیات اور طبیعیات وغیرہ کو چھوڑ کر ان الٰہیات میں اختلاف ہے جن کو عقل ادراک نہیں کرتی جبکہ نور نبوت اور نور ولایت ان مغیبات کا ادراک کرنے سے عاجز نہیں ہیں جو درجہ خفی میں ہیں اس بات پر ہماری سب سے واضح دلیل ہمارے حکمائ یعنی انبیأ و اولیأ علیہم السلام کا متفق ہونا ہے۔

عقیدت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانے اور ہر وہ چیز جو انبیاء کی طرف وحی کی گئی یعنی مخفی چیزوں اور مغیبات پر ایمان لانے میں ان کا متفق ہونا ہے اور ان کا نبوت میں ایک دوسرے کی تصدیق کرنا بھی ہماری دلیل ہے ان میں سے کسی نے کسی کی مخالفت نہیں کی سوائے شرعیات کی فروع میں اختلاف ہوا ہے جو زمانے اور وقت کی تبدیلی کے پیش نظر مخلوق کی بھلائی کے لئے اللہ ملک حنان کے حکم سے ہوئی۔

فلسفیوں میں اختلافات

رہا تمہارا اختلاف تو وہ اس بات سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کے بارے میں بیان کو طول دیا جائے کیوں کہ تم نے اپنے استاد یعنی ارسطو کی مخالفت کی انہوں نے اپنے استاد افلاطون کی (علی ہذا القیاس) تمہارے متاخرین متقدین سے آج تک اختلاف کرتے چلے آئے ہیں تمہارا یہی ایک دوسرے سے اختلاف:

وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (احزاب ۲۵) اور جنگ میں مومنین کے لیے اللہ کافی ہے۔

چونکہ تم نے آپس میں اختلاف کر دیا (تو اللہ نے تمہارے قدم اکھیڑ دیے) اور

وَلَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعۡضَهُمۡ بِبَعۡضٍ لَّفَسَدَتِ الۡاَرۡضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوۡفَضۡلٍ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ o(بقرہ ۲۵۱)

اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے نہ ہٹاتا تو زمین برباد ہو جاتی مگر اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

پس ہم نے یقین کر لیا کہ یہ منطقی لوگ غیبات کے درجہ میں داخل ہوئے ہیں نہ ہی وہ عالم سر و خفی کے نور تک پہنچے اور یہ یقین ہمیں ان گمراہ کن قبیح باتوں اور چکنی چپڑی باطل مقالوں سے ہوا جن کو اللہ تعالی نے تمہارے انہی گمراہ آئمہ اور جاہل عقلاٗ کی زبان سے بے نقاب کر دیا۔ اگر وہ عالم سر و خفی میں پہنچتے تو اختلاف نہ کرتے بلکہ موافقت کرتے اور ایک دوسری کی تصدیق کرتے جس طرح ہمارے ائمہ ٔحکماٗمیں سے انبیاٗاور اولیاٗ متفق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں، غیبی علوم یعنی قیامت، صراط، میزان، حساب وکتاب، جنت ودوزخ، اور ثواب وعقاب میں وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں ہاں صرف عبادات کے اندر (اختلاف ہے) اور وہ حکیم ورحیم اور منان کریم اللہ کے حکم سے زمانے کی تبدیلی اور اشخاص کی استعداد کے مطابق ہے اور یہ نبیٗ آخر زمان کی امت پر اللہ کی رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب اور متابعین پر رحمت ہو۔

پس اگر تم خدائی عالم بالا کی چوٹی پر پہنچنا چاہتا ہے تو اس عالم عقلی کی کھائیوں سے باہر نکل آ۔ اس عالم سے اوپر ترقی کر جانا نبی ہادی ومہدی کی اقتدٗا میں ممکن ہے یا کسی ایسے ولی کی جو خلیفہ نبی ہو اور وہ سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچ چکا ہو اور وہ کشف وشہود سے مشرف ہو چکا ہو یہاں تک کہ وہ سیدھے راستے کی طرف تمہاری رہنمائی کرے اور تجھے رب کریم کے دروازے تک پہنچائے تاکہ اس کی واضح نشانیاں تم اس طرح دیکھے کہ تمہارا نفس اس کو جھٹلانے سے انکار کر دیں عقول ان کے انکار سے عاجز ہوں اور تو ایسا نور حاصل کر لے جو دنیاو آخرت میں تیرے ساتھ ہو اور انشااللہ وہ بلند درجات میں تیرے ساتھ چلتا جائے گا۔

فلسفی گمراہ اور مُردہ ہیں

مخاطب سے مراد ابن سینا نہیں ہے کیونکہ وہ اپنی زندگی کی حالت میں بھی مردہ تھا اور اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ:

اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (نمل ۸۰) یقینا آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔

اور میں یہ کیسے گمان کروں کہ میں مردوں کو سنانے پر قادر ہوں بلکہ یہ باتیں تو میں نے اس طالب نور وہدایت سے کی ہے جو اپنی ابتدائے طلب میں غایت شوق کے باعث اہل ردیٰ وھوی کے جال میں پھنس گیا تھا:

لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى (طہ ۴۴) شاید وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔

یا

اَوْ تَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (عبس ۴) یا نصیحت اسے فائدہ دے۔

اس حکایت سے شاید وہ طریق ہدایت پالے۔

میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شک نہیں کرتا جس میں فرمایا کہ

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور ۴۰) جس کے لیے اللہ نور نہ بنائے تو اس کے لیے نور نہیں ہے۔

امام مطلبی کا خواب میں حضور کی زیارت

میں نے مدینۃ السلام (بغداد) میں اپنے استاذ سے سنا جو مفخر العلماء الاسلام اور مبین الحلال والحرام ہیں، امام المطلبی جمال الدین حلبی اللہ ان سے استفادہ کرنے والوں کی آنکھوں کو ان کے علم و عمل سے ٹھنڈا کرے، نے فرمایا کہ میں نے ساریہ بغداد سے ہجرت کرنے کے لیے سفر کیا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ روم جاؤں گا جب میں موصل پہنچا اور مسجد الجامع العتیق میں داخل ہوا تو وہاں مجھے نیند آگئی میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا کسی صحرا میں ہوں اور ایک جماعت مجھ سے تھوڑی دور تھی پس میرے دائیں طرف سے ایک آدمی نے مجھے کہا کیا تم ان کی طرف نہیں جاتا؟ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا وہ سید عرب وعجم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس میں گیا اور آپ کے پاس پہنچا درآں حالیکہ آپ کے اردگرد ایک جماعت حلقہ بنائے ہوئے تھی آپ کے چہرۂ انور سے نور نکل رہا تھا جس نے پوری جماعت کو منور اور اردگرد کے ماحول کو روشن وتاباں کر رکھا تھا پھر آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہو گئے اور جماعت بھی بیٹھ گئی اور میں کھڑا رہ گیا تھا یہاں تک کہ میرے لیے جگہ میں کشادگی کی گئی پس میں حلقہ میں اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گیا پس آپ نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ رَاٰنِیۡ فَقَدۡ رَاٰنِیۡ حَقًّا فَاِنَّ الشَّیۡطَانَ لَایَتَمَثَّلُ بِیۡ۔ جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا پھر مجھ سے فرمایا تمہیں یہاں کون سی چیز لائی؟ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا تم گمان رکھتے ہو کہ تم نے ہجرت اختیار کی ہے۔ میں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنۡ اَرَدۡتَ اللهَ تَعَالیٰ وَالدَّارَ الۡاٰخِرَةَ فَعَلَيۡكَ بِالۡيَمَنِ وَ الۡحِجَازِوَاِنۡ اَرَدۡتَ الدُّنۡيَا وَالشَّيۡطَانَ فَعَلَيۡكَ بِالرُّوۡمِ اَلرُّوۡمُ مَادَخَلَهَاالۡمَعۡصُوۡمُ ۔

اگر تو اللہ اور دار آخرت کو چاہتے ہو تو یمن و حجاز کو لازم کر لو اگر تمہار ارادہ دنیا اور شیطان ہے تو پھر روم چلے جاؤ روم میں معصوم داخل نہیں ہوا۔

آپ نے یہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ پھر میرے دل میں آیا کہ میں آپ سے حکمأ کی جماعت کے بارے میں پوچھوں پس میں نے ابن سینا کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

اَضَلَّهُ اللهُ عَلىٰ عِلۡمِهٖ اس کو اللہ نے اس کے علم کے سبب گمراہ کر دیا۔

پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ آپ شہاب الدین سہروردی مقتولؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا۔

رَجُلٌ مِنۡ مُتَّبِعِيۡهِ وہ اس کا پیروکار ایک آدمی تھا۔

پھر آپ نے ناراض ہو کر فرمایا اس بات کو سمیٹ لو۔ پھر میرے دل میں آیا کہ میں آپ علیہ السلام سے علمائے اسلام کے بارے میں پوچھوں پس میں نے آپ سے شیخ حسن الاشعری کے بارے میں عرض کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَنَاقُلۡتُ وَقَوۡلِیۡ حَقٌّ اَلۡاِیۡمَانُ یَمَانِیٌّ وَّالۡحِکۡمَةُ یَمَانِیَّةٌ۔ میں نے کہا اور میرا کہنا حق ہے ایمان یمنی ہے اور حکمت یمانی ہے۔

محفل والے کہنے لگے یارسول اللہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ میں نے عرض کی آپ امام الحرمین کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا

رَجُلٌ كَتَبَ فِيْ جُمْلَةِ مَنْ نَصَرَ دِيْنِيْ۔ وہ ایسا شخص ہے جس کو ان لوگوں میں لکھا گیا ہے جنہوں نے میرے دین کی مدد کی۔

میں نے عرض کی آپ امام غزالی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ پس آپ نے فرمایا۔

رَجُلٌ وَصَلَ اِلٰى غَرْضِهٖ وہ ایسا آدمی ہے جو اپنے مقصود کو پا گیا۔

میں نے عرض کی آپ امام فخر الدین رازی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔

رَجلُ مُعَاتَبٌ وہ ایسا شخص ہے جسے عتاب کیا گیا۔

پھر مجھے کہا گیا کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال نہیں کرے گا کہ وہ تجھے دعا سکھا دیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا درآں حالیکہ آپ اپنے ہاتھوں کو اٹھائے ہوئے تھے:

اَللّٰهُمَّ تُبْ لَنَا حَتّٰى نَتُوْبُ وَاعْصِمْنَا حَتّٰى لَا نَعُوْدُ وَحَبِّبْنَا اِلَى الطَّاعَاتِ وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْخَطِئَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

بارِ الٰہی! ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ ہم توبہ کریں! گناہوں سے محفوظ رکھ یہاں تک کہ ہم دوبارہ نہ کریں! عبادات کو ہمارے لیے محبوب اور خطاؤں کو ناپسندیدہ بنادے اپنی رحمت سے اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے! درود ہو ہمارے سردار محمدؐ اور آپ کی آل پاک پر۔

ایک اور عارف کا خواب

(میرے استاد نورالدین اسفرائنی نے) پھر فرمایا کہ ایک اور شخص نے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تو اس نے ابن سینا سے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

هٰذَا اِمْثَالُهٗ اَرَادُوْا اَنْ يَّصِلُوْا اِلَى الْحَقِّ بِغَيْرِ طَرِيْقَتِيْ فَحَجَبْتُهُمْ بِيَدِيْ۔

اس اور اس کے مثل لوگوں نے یہ چاہا کہ وہ میرے طریقے کے بغیر حق کو پالیں پس میں نے انہیں ہاتھ سے جھڑک دیا۔

(میں نے) اسی طرح سنا۔

مجد الدین بغدادی کا خواب

استاذ مکرم سے یہ خواب سننے سے پہلے میں نے سنا تھا کہ الشیخ السعید الشہید مجد د الدین بغدادی قدس مرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور ابن سینا کے حال سے متعلق پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا

اَرَادَ اَنْ یَّصِلَ اِلَی اللّٰہِ بِغَیْرِ وَاسِطَتِیْ فَحَجَبْتُہٗ فَسَقَطَ فِی النَّارِ۔ اس نے چاہا تھا کہ وہ حق تک میرے طریقہ کے بغیر پہنچ جائے گا پس میں نے اس کو جھڑکا تو وہ آگ میں گر گیا۔

ہم نبی مختار کی مخالفت کرنے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کے باعث آخرت میں جہنم کے حق دار بنیں اور ہم نبی سید الابرار کے ہر پیروکار کے لیے ہر بلیات (بلاؤں) سے اللہ کے حضور عافیت طلب کرتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الاخیار۔

پس اپنے بارے میں ڈر اور یہ جان لے کہ:

اَلْعَقْلُ اٰلَۃٌ اُعْطِیْنَا لِاِقَامَۃِ الْعُبُوْدِیَّۃِ لَا لِاِدْرَاکِ الرَّبُوْبِیَّۃِ فَمَنِ اسْتَعْمَلَہَا فِیْ اِدْرَاکِ الرَّبُوْبِیَّۃِ فَاتَتْ عَنْہُ الْعُبُوْدِیَّۃُ وَلَمْ یُدْرِکِ الرَّبُوْبِیَّۃُ۔

عقل ایک آلہ ہے جو ہمیں عبودیت کی اقامت کے لیے دیا گیا ہے نہ کہ ربوبیت کے ادراک کے لیے پس جس نے ربوبیت کے ادراک کے لیے استعمال کیا اس سے عبودیت فوت ہو گئی اور اس نے ربوبیت کو بھی نہ پایا۔

یہ حکمت سے بھرپور کلام ایک حاذق حکیم کے انفاس شریفہ کا نتیجہ ہے جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وعن ابائہ الکرام آپ سے اور آپ کے آبائے کرام سے راضی ہوا، ہیں اور آپ نے وصیت کی تا کہ وہ بڑی کامیابی حاصل کریں والحمد للہ حمدا کثیرا۔

دوسری فصل:

روح سے متعلق محققین کے اقوال اور ان کے درمیان تفصیلی تطبیق کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ بادشاہ فتاح و صبح کو طلوع کرنے والے کے لیے ہیں جس نے مشام وجود کو ارواح کی ہوا کے جھونکوں سے آرام بخشا اور وجود کے درخت کے پردے میں ارواح کے سیب کو پالا اور ہر صبح و شام نزول رحمت ہو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر جن کی متابعت کے ضمن میں فوز و فلاح رکھ دیا گیا اور آپ کی آل واصحاب پر اور اہل سداد و صلاح میں سے ان کی اتباع کرنے والوں پر نزول رحمت ہو۔

روح کی حقیقت

اے ایسے امر کے متعلق سوال کرنے والے جو ہر اندھے، بہرے اور گونگے پر مبہم ہے! جان لے کہ روح کا معاملہ اگرچہ اس کے ایک کام کے اظہار کا معاملہ ہے اس کے باجود اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان فرمایا ہے جہاں اس نے اپنے رسول سے فرمایا:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (بنی اسرائیل ۸۵)۔

یہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیں روح میرے رب کے امر میں سے ہے۔

مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں "مِن" بیانیہ ہے مگر اللہ تعالیٰ نے امر روح کے ادراک کی ایسے سائلین سے نفی کی ہے جو کھلے دشمن ہیں، اس کے نور مبین سے اندھے ہیں، اس کے کلام متین کو سننے سے بہرے ہیں اور استفادہ کرنے والوں کو کلمہ حق کہنے سے گونگے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (بنی اسرائیل ۸۵) اور نہیں دیا گیا تمہیں علم و دانش مگر تھوڑا۔

یعنی علم قلیل۔ تمہاری رائے علیل کو حاصل اس علم قلیل سے امر جلیل کا ادراک ممکن نہیں ہے بلکہ امر جلیل کا ادراک اس علم کثیر سے ہو گا جسے حکیم و خبیر نے پاک وصاف اور اس کی طرف متوجہ رہنے والوں کے دلوں پر القاً

فرمایا جو تشبیہ و تعطیل سے پاک ہو۔

روح سے متعلق تین نظریات

اور روح کے معاملے میں گفتگو کرنے والے محققین کے کثیر فرقے ہیں اور ان کے طریقے جدا جدا۔اس کے باوجود انہیں تین طبقوں میں پائے گا۔

پہلا نظریہ

ایک طبقہ یہ کہتا ہے کہ روح جسم میں داخل ہے اور وہ اس اعتبار سے سچ کہتا ہے کہ انہوں نے جسم کے باہر چھے جہات میں تلاش کیا مگر نہیں ملا تو انہوں نے حکم لگایا کہ وہ بدن کے اندر ہے کیونکہ وہ عالم اور شہادت کی کیفیت سے ناواقف تھے اور یہ کہ روح غیبی چیز ہے اس کا جسم شہودی سے احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی فہم میں کمی ہے اور عالم حس و خیال کی طرف ہی ان کی نظر ہے اور صاحب کمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری حکمت سے وہ غافل ہیں آپ علیہ الصلوۃ السلام نے فرمایا:

خَلَقَ اللهُ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَشْبَاحِ بِاَلْفَیْ اَلْفِ سَنَةٍ۔اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام سے ہزاروں سال پہلے تخلیق فرمایا۔

دوسرا نظریہ

دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ روح خارج از بدن ہے اور میرے نزدیک جو وہ کہتے ہیں صحیح ہے اس اعتبار سے جب انہوں نے اس معاملے میں دقت نظر سے کام لیا اور اسے ایک ایسا لطیف اور نورانی امر پایا جو بدن کثیف ظلمانی کے احاطہ میں نہیں آسکتا تھا مگر انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ انسانی بدن کی دو جہتیں ہیں ایک جہت عالم شہادت کی طرف اور دوسرا عالم غیب کی طرف ہے انہوں نے عالم غیب کی حقیقت کو نہ جانا اسی وجہ سے ان کی عقول بدن کے ذریعے روح کا احاطہ کرنے، بدن کے روح سے اولاً تعلق، اور ثانیاً اس کی جدائی، ثالثاً اس کا عذاب جہنم کو پانا یا جنت کی لذت و نعمتوں کو پانے کا احاطہ نہ کر سکیں پس انہوں نے قیامت کا انکار کر دیا اور جو کتاب اللہ نے اس بارے میں کہا تھا اس کا انکار کر دیا پس وہ جہنم میں داخل ہوئے اور کھولتا پانی پلائے گئے۔

تیسرا نظریہ

تیسرا طبقہ یہ کہتا ہے کہ روح نہ داخلِ بدن ہے اور نہ خارج۔ اور وہ ان دونوں طبقات میں سے سب سے زیادہ عادل، عارف اور منصف ہے کیونکہ انہوں نے گہری نظر سے دیکھا تو پہلے طبقہ کی طرح انہوں نے اسے خارج از بدن نہ دیکھا جب انہوں نے بدن کے اندر اس کی تلاش و جستجو کی تو انہوں نے اس کی خوشبو بھی نہ پائی مگر اتنی جتنی خارج از بدن پائی اور انہوں نے اس کے وجود پر یقین کر لیا انہوں نے حکم لگایا کہ وہ داخل بدن ہے اور نہ ہی خارج از بدن۔ جیسا کہ انہوں نے اللہ کی صفات پر حکم لگایا کہ نہ وہ اس کی عین ذات ہیں اور نہ ذات کا غیر ہیں اور اس کلمہ کے ضمن میں اتنے ڈھیروں اسرار ہیں جن کو یہاں تحریر کرنا ممکن نہیں اگرچہ تمام سمندر کو روشنائی اور تمام اشجار کو قلم بنالیے جائیں وہ اپنی وضاحت اس شخص کو نہیں دیتے جو ان پر مطلع ہو مگر سمجھانے اور تعلیم دینے کے پیرائے میں۔

اب نئی ساعت اور نیا رمز سنو اگر تم اس نفس کی معرفت کے طالب ہو جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب کی معرفت بتادیا ہے یعنی رب کی معرفت کا ذریعہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

روح اور بدن کی تخلیق

جان لے کہ روح عالم غیب میں اس حال میں ہوتی ہے کہ اس کا بدن اس میں شغف رکھتا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی فیضانِ نظر قبول کرنے کے لیے مستعد ہوتی ہے جب بدن اس قابل ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کے حکم سے اس کی طرف دیکھتا ہے، اس کی تربیت کرتا ہے۔ روح غیبات بدن سے، اس سے میری مراد سماوی امور کی تدبیر اور وجود کے اندر عناصر اربعہ کے حقائق ہیں۔ اپنے لیے ایک باقی رہنے والا بدن حاصل کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بدن سے جدائی کے بعد اس کے ساتھ رہے۔

پس روح کے ساتھ ساتھ بدن کے حادث ہونے کا جو قول ہے اگر اس سے اس کی مراد یہی بدن ہے جو اس کی نظر کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے تو وہ سچ کہتا ہے اور وہ شخص جو روح کو بدن پر سبقت کا کہتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خَلَقَ اللّٰہُ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَامِ بِاَلْفَیْ اَلْفِ سَنَۃٍ۔ اللہ نے ارواح کو اجسام سے 2لاکھ سال پہلے تخلیق فرمایا۔

وہ بھی سچ کہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ روح اپنے عالم میں اجسام سے پہلے موجود تھی اور جو بات آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے روح کی سبقت کے بارے میں فرمائی وہ حق اور سچ ہے۔ ان مکاشفین کے لیے واضح ہے جن پر سب سے زیادہ جاننے والے اللہ کے راز کھلے ہیں تو حضور کی کمال حکمت اور کلام میں حسن ادب کو ملاحظہ کر کے آپ نے یہاں کوئی ایسا کلام نہیں فرمایا جو لوگوں کی عقول پر مشکل ہو یہ سب آپ نے عوام پر رحمت کرتے ہوئے فرمایا جو اپنے اس قول میں ہے کہ

خَلَقَ اللّٰہُ الْاَرْوَاحَ قَبْلَ الْاَجْسَامِ بِاَلْفَیْ اَلْفِ سَنَۃٍ۔ اللہ نے ارواح کو اجسام سے 2لاکھ سال پہلے تخلیق فرمایا۔

یہ حد عوام کو روح کے جسم سے بہت عرصہ پہلے پیدا ہونے کو سمجھانے کی غرض سے ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی اس کو زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ میں ان تمام باتوں پر ایمان لاتا ہوں جن کا اللہ نے ارادہ کیا اور اس کے رسول نے خود سے صادر ہونے والے کلام سے ارادہ فرمایا اور جو آپ پر وحی اور الہام کے ذریعے وارد ہوتا تھا۔

روح اللہ کی قدرتِ ربانی

اس تقریر کا حاصل یہ ہے کہ روح امر ربانی ہے جو بدن سے پہلے اپنے عالم روحانی میں موجود تھی اور اس کی نظر اس بدن کی طرف تھی جو اس کی نظر قبول کرنے کے لیے تیار تھا۔ عالم جسمانی میں حادث تھا۔ بدن اسی نظر حادث کی بدولت حرکت کرتا، سنتا، دیکھتا، کلام کرتا، گرفت کرتا، چلتا اور بیٹھتا ہے۔ اسی نظر حادث سے روح لطائف میں سے ایک ایسا لطیفہ حاصل کر لیتی ہے جو عالم غیب و شہادت میں پوشیدہ ہیں اور بدن انسانی میں جمع ہوتا ہے تاکہ اس کا ایک بدن موت کے دن اس سے جدائی کے بعد بھی باقی رہے جو بدن مفرودات عالم زمان و مکان سے بنا ہے اور اگر اللہ چاہے اور روح کی مقناطیس کو حکم دے کہ وہ ان متفرقات کی طرف نظر کرے جو بدن سے تحلیل ہو چکے ہیں وہ انہیں اپنی طرف کھینچ لے، انہیں اکٹھا کرے اور قیامت کبریٰ کے دن انہیں جمع کرے:

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (ھود ۴) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ

(یسین ۸۲۔۸۳)۔جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے سو اللہ پاک ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تمھیں لوٹایا جائے گا۔

موت / قیامت کی تین اقسام

جان لو کہ قیامت تین ہیں۔

۱۔ قیامت صغریٰ یا موت اختیاری

یہ قیامت اس موت کے وقت قائم ہوتی ہے جو موت اختیاری ہوتی ہے اور روح کے بدن سے جدا ہونے سے پہلے ریاضت اور مجاہدہ سے یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے جسے ہم نے (اپنی کتاب) ''مخلوط'' میں بیان کیا ہے اور اس کی طرف نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی اشارہ فرمایا ہے چنانچہ آپؐ نے فرمایا

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا موت اضطراری سے پہلے موت اختیاری سے مر جاؤ۔

۲۔ قیامت وسطیٰ یا فرد کی موت

دوسری قیامت وسطی ہے اور یہ قیامت اضطراری موت کے بعد قایم ہوتی ہے اور بنائے جسم سے مفارقت کے وقت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ۔ جو مر جاتا ہے اس پر قیامت آجاتی ہے۔

۳۔ قیامت کبریٰ یا موتِ اجتماعی

تیسری قیامت کبری ہے جو کہ تمام پیدا شدہ چیزوں کے فنا کیے جانے کے بعد، تمام پیدا ہونے کا سبب بننے والی چیزوں کو ہلاک کئے جانے کے بعد اور صور پھونکنے کے بعد قائم ہو گی جس طرح اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا اور اس کا نام ''یوم العرض الاکبر (بڑی پیشی کا دن)'' رکھا۔

بعد موت روح کا ٹھکانہ

میں تینوں قیامات پر ایمان لانے والا ہوں جو کتاب اور سنت نے بیان کی ہے پس یہ حاصل کیا گیا بدن جو روح کے ساتھ باقی رہے گا یا تو صرف نورانی ہو گا یا ظلمانی ہو گا یا ملا جلا (ملون) ہو گا۔

جو صرف نورانی ہو گا، وہ جنت میں سلامتی سے داخل ہو گا۔

جو محض ظلمانی ہو گا وہ عذاب و مشقت کے ساتھ جہنم میں داخل ہو گا۔

اور جو لوگ ملون ہیں وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوں گے یعنی یا تو صفائی غالب ہو گی یا کدورت۔ یا صفائی اور کدورت دونوں برابر ہوں گی۔ پس اگر صفائی غالب ہوئی تو جنت کی کیاریاں اس کا ٹھکانہ بنیں گی اور اگر کدورت غالب ہو گی تو جہنم میں داخل ہو گا یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائے جب وہ صاف ہو جائے گا تو شفقت اور احسان فرمانے والا رب اس کو جہنم سے نکال لے گا اور اسے صفائے تام کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔

اگر صفائی اور کدورت برابر ہوں گی تو اعراف اس کی منزل و مقام ہو گا اور اس کلام کا راز ملک علام کی کلام میں موعود میزان کی معرفت کے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔

روح کی تربیت کے ذریعے جسم مجعول (بنائے گئے جسم) سے حاصل ہونے والے جسم کی مثال انڈے کے چھلکے کے اندر مرغی کی تربیت سے چوزہ حاصل ہونے کی طرح ہے اور اس مثال میں بہت سے عجائب و غرائب ہیں اور اس حکمت کی لطیف راز کو پہچانا جاسکتا ہے جو اس حدیث شریف میں بیان ہوا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَنۡ یَّلِجَ مَلَکُوۡتَ السَّمٰوَاتِ وَالۡاَرۡضِ مَنۡ لَّمۡ یُوۡلَدۡ مَرَّتَیۡنِ۔

آسمان اور زمین کے ملکوت میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو دو دفعہ پیدا نہ ہوا ہو۔

اس حدیث پاک کے ضمن میں (ہم پر) شیخ کا اپنے مریدین کی تربیت کرنا، انہیں عالم غیب تک پہنچانا اور انہیں آسمان و زمین کے ملکوت میں داخل کرنا بھی کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔

روح سے مربوط تین طبقاتِ مردم

پس مخلوق کے تین طبقات ہیں۔

ا۔ اصحاب یمین (دائیں طرف والے)۔

۲۔ اصحاب شمال (بائیں طرف والے)۔

۳۔ سابقین (سبقت لے جانے والے) جو عزت دار سفیروں میں سے ہوں گے۔

پس سبقت لے جانے والے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے صرف نورانی بدن حاصل کیا۔

بائیں ہاتھ والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے محض ظلمانی بدن حاصل کیا اور دائیں ہاتھ والے وہ آمیزش کرنے والے ہیں جنہوں نے صالح اعمال اور برے اعمال کو آپس میں خلط ملط کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور وسعت جود سے ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور وہ بھی تین طبقات میں ہوں گے۔

پہلا گروہ جن کا رنگ مساوی ہو گا اور ان کا ٹھکانہ اعراف ہو گا۔

دوسرا طبقہ جن کی صفائی ان کی کدورت پر غالب ہو گی وہ جنت کے قریب کی زمین پر ٹھہریں گے۔

اور تیسرا طبقہ جس کی کدورت اس کی صفائی پر غالب ہو گی اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو جہنم میں داخل ہوں گے پھر وہ ایک زمانے کے بعد جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

روح کی تین منازل آخرت

مقامات آخرت تین ہیں۔

ا۔ جنت

۲۔ جہنم

۳۔ اعراف

ان کے درجات اور درکات لامحدود ہیں:

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ (مجادلہ ۱۱)

اللہ اُن لوگوں کے درجات بلند فرمادے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا۔

کافر یقیناً جہنم کے درکات (تہہ) میں گرتا جائے گا۔ اور ملون (گناہ اور نیکیوں کی آمیزش والے) مسلمان مومنین جنت کے قریب اور اعراف میں من پسند چیزوں میں مشغول ہوں گے اور ان میں سے بعض کے درجات بعض سے بلند ہوں گے۔

پس سابقون (سبقت / بازی لے جانے والے) محسنین عالم سر اور خفیات کے رخِ جمال کا مشاہدہ کریں گے۔ یہ مشاہدہ صرف جنت میں ممکن ہے اور جنت نفوس کے غیب میں واقع ہے اور یہ عالم آفاق میں سمانے سے بڑی ہے پس آفاقِ عالمِ شہادت سے آفاقِ عالمِ غیب کی جانب سفر کرو اور آفاقِ عالمِ غیب سے آفاقِ عالمِ شہادت تک اور پھر اس عالمِ شہادتِ انفس سے عالمِ غیب انفس تک سفر کرو حتی کہ تم اپنی جنت میں داخل ہو جائے اور انشا اللہ تم اپنے دل کے غیب میں اپنے رب کا مشاہدہ کرے گا۔

کافر اس کی واضح آیات کے انکار کے باعث اللہ کے جمال اور ملاقات سے محجوب ہوں گے اور مسلمان اور مومن وہ باقی رہنے والی لذت کا لطف اٹھانے والے اور ہمیشہ رہنے والی حوروں سے لذت پانے والے ہوں گے۔

روح اللہ کی قدرت

جان لیجئے کہ روح اپنے عالم کے اندر اپنے پیدا کرنے والے کا شعور رکھنے اور اپنے خالق کی تسبیح بیان کرنے کے باوجود اپنے بدن کے ساتھ جڑنے سے پہلے اپنے مقام سے اوپر یا نیچے جانے سے عاجز اور اپنا شعور رکھنے اور تسبیح حق بیان کرنے میں مجبور و مقہور ہوتی ہے۔ جب وہ بدن کی طرف نظر کے اعتبار سے جڑ جاتی ہے تو وہ اپنے لیے ایسی صورت حاصل کر لیتی ہے جو باقی رہنے والی ہوتی ہے۔ وہ مختار ہو جاتی ہے جو مریدِ مختار (بدن) سے خلافت کے باعث ہے وہ اس طرح ہو جاتی ہے کہ وہ نیچے اترتی، اوپر چڑھتی، مقامات عبور کرتی اور اعلیٰ درجات تک پہنچتی ہے یا نیچے کے درکات میں گر جاتی ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے بلند و برتر حکمت کے باعث ہوتا ہے تا کہ جو ہلاک ہو تو دلیل سے اور جو زندہ رہے تو وہ بھی دلیل سے ہو۔ اس راز کو سمجھنا مشکلات میں سے اور اس کا اظہار مہلکات میں سے ہے کیونکہ کوئی بھی اس کے فضل کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہو گا اور کسی کو عذاب اس

کی عدل سے دیا جائے گا۔ وہ شخص عالم صفات میں مجبور اور ظہور آیات کے وقت مختار ہے۔

وہ ذات جس نے اپنے جلیات کے پردے میں اپنے خفیات کو چھپایا اور اپنے خفیات میں جلیات کو رکھا، اپنے اسرار کو اپنے انبیاؑ اور اولیاؒ کے قلوب پر ظاہر فرمایا اور تمام ذرات کے ذرے کے اندر اس کی نشانیاں ہیں: تَدُلُّ عَلٰی اِنَّہٗ وَاحِدٌ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ ایک ہے۔

روح اور آفاق و انفس کے غیب و شہادت

جان لیجئے کہ آفاق میں ایک غیب اور ایک شہادت اور انفس میں بھی ایک غیب اور ایک شہادت ہے اور غیبِ انفس غیبِ آفاق سے زیادہ لطیف اور بڑا ہے اور جنت اور جہنم غیبِ انفس میں موجود ہیں اور وہ غیبِ آفاق میں نہیں سما سکتا اور اس بات پر اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ یہ دونوں یعنی جنت اور جہنم آج بھی موجود ہیں۔ جو انہوں نے کہا ہے، وہ حق ہے اور جسے انہوں نے پہچانا، وہ سچ ہے۔ جو ان کے وجود کا انکار کرتا ہے تو اس کی عقل کتاب و سنت اور جنت اور جہنم کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ عالمِ شہادتِ انفس عالمِ شہادتِ آفاق سے کثیف اور چھوٹا ہے پس عالمِ شہادتِ آفاق تمام آسمان اور زمین اور ان کے درمیان موجود حیوانات، نباتات میں سے ہے اور نفوس کا عالم شہادت انسان کا بدن اور اس کے بدن کے اندر مختلف قوتیں، اخلاط، عروق ،اعصاب اور آلات ہیں۔ اگر تم ان کی تفصیلی مطالعہ کا شوقین ہو تو چاہیے کہ ''کتاب التشریح'' کا مطالعہ کرے۔ جس طرح جنات اور ملائکہ کی ارواح غیبِ آفاق میں ہیں اسی طرح غیبِ انفس میں نفس، قلب، سر، روح اور خفی ہیں۔ پس غیبِ انفس میں جو کچھ موجود ہیں وہ غیبِ آفاق میں نہیں مثلاً دل جو انائیہ کا صدف (سیپی) ہے انشااللہ تیسری فصل میں اس کی تشرح آئے گی۔

روح اور فلسفی

جان لیجئے کہ فلسفی کہتے ہیں کہ فلک الافلاک (عرش) سے پیچھے کوئی فلک نہیں اور ان افلاک میں کوئی ملک (فرشتہ) نہیں۔ اگر وہ فرشتوں کے وجود کا انکار نہ کریں اور کہیں کہ ہم نے اجرام افلاک کے اندر فرشتوں کو نہیں دیکھا تو یہ بات سچ ہے۔ کیونکہ ان کا سیر افلاک میں ہے اور ملائکہ روحانی ہیں وہ اس بات سے منزہ ہیں کہ وہ عالم اجسام میں رہیں اور جنہیں کوئی جسمانی آنکھ مشاہدہ کرلیں۔ فلک الافلاک ایسا جسم ہے جس کو آٹھ افلاک

نے گھیر اہوا ہے اور اس کے پیچھے کوئی جسم ہر گز نہیں ہے اور فلاسفہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عقل فلک الافلاک کے (پیچھے) ہے تو ان کی یہ بات بھی سچ ہے۔ ان کا نظریہ اس اعتبار سے صحیح ہے کہ جسم کے لئے ایک محرک کا ہونا ضروری ہے انہوں نے تمام اجسام کو سمجھ لیا پس انہوں نے جان لیا کہ ان کے جسم میں اس جسم کے علاوہ ایک لطیفہ ٔعاقلہ ہے وہ عقل کے درجہ تک پہنچے اور انہوں نے پہچان لیا کہ وہ ایک ایسا جوہر ہے جو فلک الافلاک کا محرک ہے اس درجہ میں فلسفہ نے غلطی کی یہ غلطی فلک الافلاک کی کیفیت کے احاطہ کرنے میں ہے اور اس بات میں غلطی کی ہے کہ اس جوہر کے پیچھے کچھ نہیں حالانکہ وہ خالق و مخلوقات کے درمیان واسطہ ہے۔

وہ بات جو حنفیہ کہتے ہیں کہ انسانی روح عقل سے ورأ ہے یہ بھی سچ ہے کیونکہ عقل، اگرچہ ایک ایسا جوہر شریف ہے جو لطیف روحانی ہے مگر ان سب کے باوجود اجسام کو حرکت دینے اور افلاک سے مجاوزت کی وجہ سے بغیر واسطہ کے یہ عالم الٰہی سے واردات برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتی اور اپنے منبع سے نور حاصل کرنے پر بھی قادر نہیں سوائے اس روح کے واسطہ سے جو اس کی خلافت سے مشرف ہے پس انہوں نے روح انسانی کو عالم عقل سے بلند ثابت کیا۔

روحِ انسانی، روح قدسی اور صوفیہ

صوفیا کہتے ہیں کہ روح انسانی کے پیچھے ایک روح قدسی ہوتی ہے۔ یہ بھی سچ اور برحق نظریہ ہے کیونکہ انہوں نے کسی چیز کی طرف نظر کے اعتبار سے روح انسانی میں غور و فکر کیا جو روح کی نظر قبول کرنے کے لئے مستعد ہو۔ انہیں یہ بات سمجھ میں آئی کہ روح چونکہ بدن کی تربیت میں مشغول رہتی ہے لہذا ایسی حالت میں خالق و مخلوق کے مابین اس کا واسطہ بننا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں یہ اپنے رب سے غافل اور اپنے عالم روحانی کو بھول جائے گی اور تربیت بدن فانی کے باعث جسمانی لذاتوں سے متلوث ہو جائے گی اور اسے یہ شعور بھی نہیں ہو گا کہ وہ اس بدن فانی سے ایک ایسا کدورت بھرا جسم حاصل کرے گی جس کو عالم جسمانی سے علیحدگی کے بعد عالم ارواح میں عذاب دیا جائے گا پس اس حالت میں یہ خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ کیسے بن سکتی ہے کہ یہ عالم ربانی سے نور حاصل کر سکے؟ پس ایک ایسا واسطہ ہونا ضروری ہے جس میں مشغول ہونے کی کدورت سے پاک ہو۔ پس انہوں نے سیر روحانی میں کوشش کی اور وہ عالم قدس تک پہنچے تو انہوں نے روح قدسی کو اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف متوجہ پایا جو صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھی اس کے علاوہ کسی کی جانب التفات نہیں کرتی

تھی پس انہیں یقین ہو گیا کہ یہی رب اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہے پس انہوں نے روح انسی سے اوپر اس کو ثابت کیا وہ کسی دوسری شے کی طرف التفات کرنے سے قطعی پاک ہے اور اس بات سے بھی پاک ومنزہ ہے کہ اس کے ارد گرد عالم فنا کی کدورت منڈلائے۔ اللہ بادشاہ ہمیشہ رہنے والے، عظمت والے کے سوا کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہونے سے اس (روح) کا چہرہ محفوظ وماموں ہے۔

پس جب وہ اللہ تعالیٰ کی حکم کردہ چیز کی طرف نظر کرتی ہے تو وہ نظر تربیت کرنے والی نظر ہوتی ہے وہی بات طبیعی کہتے ہیں کہ صرف طبیعت ہی ہر چیز کے اندر ہے اور اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے وہ ان کی اس نظر کے اعتبار سے صحیح ہے جو سیر معکوس کے اندر اللہ بادشاہ قادر کے تصرف کے ادراک سے قاصر ہے۔

سیر وسفر روح کے دوراستے

جان لیجئے کہ سیر کی دو اقسام ہیں۔

۱۔ سیر معکوس۔

۲۔ سیر مستقیم۔

جیسا کہ شیخ الصمدانی ابوالحسن خرقانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الطَّرِیْقَ طَرِیْقَانِ طَرِیْقٌ مِّنَّا اِلَی الْحَقِّ وَھُوَ ظُلْمَۃٌ عَلٰی ظُلْمَۃٍ وَطَرِیْقٌ مِّنَ الْحَقِّ اِلَیْنَا وَھُوَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔

راستے دو ہیں ایک راستہ ہم سے حق کی طرف وہ اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور دوسرا راستہ حق کی جانب سے ہماری طرف جو نور ہی نور اور اجالا ہی اجالا ہے۔

۱۔ سیر معکوس۔

اس اشارے کے ضمن میں بہت سے لطائف ہیں جن سے مطلع ہونا ضروری ہے پس تم سمجھ لو کہ ہر سالک کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس اصل کی جانب لوٹ جائے جس سے وہ آیا ہے۔ پس جب وہ سیر میں داخل ہو تو وہ آج سے گزرے کل کی طرف جانا شروع کرے یہاں تک کہ وہ تخلیق کیے گئے لوتھڑے تک پہنچ جائے جب وہ اس مقام تک پہنچ جائے گا تو اس کی سیر کے دوراستے ہو جائیں گے۔

ایک راستہ نطفہ تک جائے گا پھر وہ اس چیز کی جانب جائے گا جس سے نطفہ حاصل ہوا تھا۔ پھر وہ مٹی تک جا پہنچے گا اور پھر مٹی سے اس مذکورہ طبیعت تک پہنچ جائے گا جو عناصر اور متولدات میں متصرف ہے۔ پس (طبیعت) اس نور پر مطلع ہو جائے گا جو طبیعت میں متمکن و متصرف ہے۔ انہوں نے اسے ہر چیز میں متصرف ثابت کیا لیکن وہ اس درجہ کو عبور کرنے پر قادر نہ ہوئے اور نہ اس سے تجاوز کر سکے کیونکہ اس سے اوپر عدم محض کا عالم ہے اور عدم محض کی ظلمت اس نور عالم وجود کو محیط ہے جس کے بارے میں گفتگو جاری ہے۔ پس وہ ان ظلمات کے اندر داخل ہونے سے خائف ہو گئے جن میں انوار نبوّت ولایت اور نبی وولی کی ہدایت کی روشنی سے عین حیات پائی جاتی ہے اور اہل طبیعت کے اندر نبی کی اقتدا نہیں کہ آپ انہیں راستہ دکھائیں اور نہ کسی ولی کی اقتداء ہے کہ وہ ان کی راہنمائی کریں پس وہ اپنے انکار اور بغض کی ٹھنڈک میں پڑے رہے۔ ظلمات میں داخل ہو کر وہیں بھٹک گئے اور اپنے زور ودھوکہ کی جہنم میں ہلاک ہو گئے۔

رہے وہ لوگ جو دوسرے راستے پر چلے، انہوں نے کہا کہ ہم پر یہ ضروری ہے کہ ہم اس چیز سے مطلع ہوں جس کے نظر کی وجہ سے وہ مضغہ حرکت کرتا ہے اور اس کی تربیت کرنے سے وہ تربیت پاتا ہے۔ پس وہ روح کی طلب میں چلے تو انہوں نے افلاک کو عبور کر لیا پس ان میں سے بعض فلک الافلاک میں رک گئے جیسا کہ پہلے ذکر گزر چکا ہے اور بعض آگے بڑھے اور عالم عقل تک پہنچ گئے انہوں نے اپنے عجز اور بدبختی کی بنا پر سفر کو کم کیا اور بعض ہمت کے پروں کے ذریعے اڑے یہاں تک کہ وہ روح کے درخت پر جا بیٹھے اور عالم روحانی کے پھل کھانے میں مشغول ہو گئے اور ان میں سے بھی بعض کو عنایت کی کشش نے اس عالم سے عالم قدسی کی طرف اچک لے گئے۔ بلند و برتر بادشاہِ عالم کے رخِ جمال کے مشاہدے سے مشرف ہوئے اور استعداد حاصل کرنے کے بعد عالم قدسی الٰہی میں داخل ہو گئے، یہی سالک مجذوب ہیں۔

ا۔　سیر مستقیم

رہی میر مستقیم تو یہ وہ سیر ہے جسے عنایتِ ازلی کی کشش بغیر سیر وسلوک کے اپنی طرف کھینچ لے بغیر اس بات کے کہ سالک کو اس بات کا کوئی شعور ہو کہ اس کے لیے سلوک ضروری ہے بلکہ وہ تو اپنی مشکلات میں پھنسا ہوتا ہے کہ جذبۂ الٰہی کی ہوا کے جھونکے آتے ہیں اور اسے کھینچ کر لے جاتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ اس کے

کمال کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے سلوک کی طرف واپس لوٹا دیتا ہے حتی کہ وہ سیر مستقیم کو اسی طرح طے کرتا ہے جیسا کہ شیخ ابو الحسن (شازلی) نے فرمایا کہ:

وَهُوَ طَرِيْقٌ مِّنَ اللّٰهِ اِلَى الْخَلْقِ۔ وہ ایسا راستہ ہے جو اللہ سے مخلوق کی طرف ہے

پس چاہیے کہ وہ اس راستے پر چلے اور راستے میں تمام مہالک (ہلاکت خیز) اور خوفناک چیزوں کا مشاہدہ کرے پس جب اس کا سلوک مکمل ہو جاتا ہے تو وہ کامل مکمل اور اس بات کا مستحق بن جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اوراس کے نبی کے وارث کے طور پر اللہ کے بندوں کو اس کی طرف بلائے اور اللہ کے مخلوق کی راہنمائی کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو سلوک کی طرف نہ لوٹائے تو وہ واصلینِ حق میں سے ہو گا جو نعمتوں کی لذت کو چکھنے والے اور عذاب الیم سے راحت پانے والے ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ سے لطف اندوز نہیں ہوں گے مگر اس صفت سے جس صفت سے انہیں جذب کیا گیا تھا۔

روح کا ارتقا اور سات القاب

پس جب تم نے سیر و طریقِ سلوک کو جان لیا تو جان لیجئے کہ روح کے سات القاب ہیں اور ہر لقب کے تحت ایک سر ہے جو اس لقب سے ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ سید الحکماء نے فرمایا:

اِنَّ الْاَلْقَابَ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ القاب آسمان سے اترتے ہیں۔

پس روح معدنی ایک ہی معدن کے اندر ٹھہرنے، سکونت اختیار کرنے اور متفرقات کو جمع کرنے کے باعث روح معدنی کے لقب سے ملقب ہوئی اور روحِ نباتی اپنے معدن میں پوشیدہ چیز کو اگانے کے باعث نباتی روح کہلائی اور روح حیوانی نبات نامی کو جو پیدا ہوئے اسے زندگی دینے اور حرکت اختیار یہ عطا کرنے کی وجہ سے اس لقب سے ملقب ہوئی اور روح جنی اس لقب سے اس وجہ سے ملقب ہوئی چونکہ یہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور روح ملکی کا لقب اس لیے قرار پایا کیونکہ اس کے جمیع اعمال اس کا ملکہ ہیں مگر یہ کہ وہ اپنے اختیار سے حرکت نہیں کر سکتی اور نہ ہی اپنے عالم سے تجاوز کر سکتی ہے اور روح انسی اس وجہ سے اس لقب سے ملقب ہوئی کیونکہ یہ اس چیز سے مانوس ہوتی ہے جو اس کی نظر کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور اس کی تربیت میں شغف رکھنے کی وجہ سے۔ روح قدسی کا لقب اس وجہ سے ہے کہ اس کی پوری توجہ اپنے خالق کی طرف ہونے کے باعث نیز یہ

ہر چیز کی کدورت سے پاک اور منزہ ہونے کی بنا پر ہے کہ عالم اجسام اس کے چہرہ کو مکدر نہیں کرتے اس لیے یہ تمام چیزوں سے پاک و منزہ ہے۔

اولین تخلیق کا مطلب

پس جب تم نے روح کے القاب کو سمجھ لیا اب جان لو کہ محققین و مبطلین میں سے ہر ایک سالک جن کا میں نے ذکر کیا ہے وہ جس عالم تک پہنچے، جس میں وہ باقی رہے اور تجاوز کی توفیق نہ دی گئی، اپنی سیر اور مطالعہ کے مطابق سچ کہا (یعنی عقل کے علاوہ کچھ نہیں) لیکن ان کی غلطی شیءواحد کے بارے میں بھی ہے مثلاً وہ سمجھتے ہیں کہ ''عبادان کے پار کوئی بستی ہیں' اس وجہ سے ان کی معذرت نہیں سنی جائے گی اور اسی طرح انہوں نے اولیات کے اندر بھی غلطی کی ہے اور انہوں نے اس کے راز کو نہیں پہچانا انہوں نے گمان کیا کہ وہ بات جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی کہ:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تَعَالیٰ الْقَلَمَ اللہ نے سب سے پہلے قلم پیدا کیا۔

اور

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تَعَالیٰ رُوْحِیْ۔ اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا کیا۔ اور

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تَعَالیٰ نُوْرِیْ۔ اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ تَعَالیٰ الْعَقْلَ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔

انہیں اس بات کی سمجھ نہ آئی کہ یہ بات مختلف عبارات کے پیرائے میں ایک حقیقت کی خبر دے رہی ہے۔

بات اس طرح نہیں جیسا کہ انہوں نے کہا بلکہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلم سے مراد وجود کے درجہ میں پہلی چیز کی تخلیق تھا اور روح سے مراد حیات کے درجہ میں پہلی چیز تھا اور نور سے مراد سر کے درجہ میں پہلی چیز تھا اور عقل سے مراد مفرودات معنویہ میں سے پہلی شے کی تخلیق تھا اور ضروری تھا کہ قلمِ خفی، دواتِ روح، روشنائی نور سے لوحِ عقل پر نسخہ عالم لکھا جائے پس جب یہ چار چیزیں حاصل ہوئیں تو ان پر نسخہ عالم لکھا گیا پس اس نسخہ کے سیاہی سے عالم شہادت اور سفیدی سے عالم غیب ظاہر ہوا۔

پس جان لیجئے کہ ان چاروں پر اپنے اپنے درجہ میں اولیت کا اطلاق ہوتا ہے جس طرح کہ کہیں کہ کائنات میں پہلی بننے والی مسجد بیت العتیق ہے، پہلا دنیا میں سرائے رباط شونیزیہ ہے، پہلا بنا ہوا محل ھرمان ہے، ہر ایک پر مرتبہ مسجدیہ، رباطیہ، اور قصریہ میں اسم اول کا اطلاق ہوتا ہے پس منصف پر واجب ہے کہ وہ کسی شئے کی حقیقت پر اطلاع پانے کے بعد اسے تسلیم کرلے۔ جب یہ معاملہ واضح ہو جائے کہ بعد کہ وہ باطل پر ہے پھر بھی مناظرہ و مجادلہ کرنے میں مشغول ہو جائے تو وہ اس قابل کہ اس کی طرف التفات کی جائے کیونکہ وہ انکار (میں نہ مانوں) کی بدبختی کی طرف جارہا ہے اور ہٹ دھرمی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

پس وہ فلسفی جس نے کہا کہ عقل کا درجہ فلک الافلاک سے وراء ہے، حنیفی، جنہوں نے کہا روح انسی کا درجہ عقل کے درجہ سے بلند ہے اور صوفیہ، جنہوں نے کہا کہ روح قدسی روح انسی سے بلند درجہ پر ہے ہر ایک نے سچ کہا ہے لیکن وہ کیفیتِ احاطہ کے ادراک سے عاجز تھے سوائے صوفیہ کی چھوٹی سی جماعت کے کہ وہ اس غالب راز کو سمجھ گئے۔ اب میں کہتا ہوں تم میری بات کو ضرب المثل کے طریقہ پر سنو! اللہ تعالیٰ مجھے سہو و خطا سے محفوظ فرمائے۔

پس تو اب ان پوشیدہ رازوں میں سے ایسا راز سن لو کہ جس راز کی مثل کبھی پہلے مشاطۂ غیبی کے ہاتھوں نے صحیفۂ عالمِ شہادت کے صفحے پر رقم نہیں کیا پس اگر تم واحد، احد، اور فرد کے حق کے بغیر استاد، والد اور جد کی تقلید جاننے کے طالب ہو تو یہ بات سمجھو کہ عقل کا فلک افلاک کا احاطہ کرنا رطوبت کا پانی کے احاطہ کرنے کی طرح ہے نہ کہ برتن کا پانی کو محیط ہونے کی طرح۔ یہ بات بھی سمجھ لو کہ روح انسی کا عقل کو احاطہ کرنا برودت (ٹھنڈک) کا رطوبت کے احاطہ کرنے کی طرح ہے اور روح قدسی کا روح انسی کو احاطہ کرنا پانی کی ذات کا رطوبت و برودت کا احاطہ کی مانند ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت

اس لطیفہ کو سمجھنا مشکل ہے سوائے اس شخص کے کہ جس پر اللہ عزوجل بلند و عالی بادشاہ کے حکم سے روح قدسی متجلی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ان کو ارد گرد سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ انہیں لاشے سے پیدا کرنے والا ہے اور اس نے ہر چیز کو علم حیات سمع، بصر، کلام، ارادہ، قدرت کے لحاظ سے گھیرا ہوا ہے جیسا کہ اس

نے اپنی کتاب میں فرمایا:

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (حم ۵۴) بے شک اس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

اس کا ہر چیز کا احاطہ کرنا مالک کا اپنے رعایا کی تربیت و عدل کرنے کا احاطہ کرنے کی مثل ہے مگر مالک خود اپنے لیے نفع حاصل کرنے اور اپنے آپ سے نقصان کر دور کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور بنفسہ اپنے حکم کو نافذ کرنے میں بھی عاجز ہوتا ہے اور وہ بغیر ایسے مخبر کے جو اسے خبر دے، رعایا کے احوال پر مطلع ہونے سے عاجز ہوتا ہے اور اللہ تعالی بغیر وزیر و مشیر کے ہر چیز پر قادر ہے وہ بندوں کو دیکھنے والا ہے وہ تاریک رات کے اندھریوں میں سخت چٹان پر چلنے والی سیاہ چیونٹی کو چلتے ہوئے بھی دیکھتا ہے وہ سر و خفی کا عالم اور ظاہر و باطن سے آگاہ ہے وہ ہر ایک کے ساتھ اس کی زبان میں بغیر کسی ترجمان کے کلام فرماتا ہے۔ وہ جمیع خلق کی دعا کو سنتا ہے اس کو ایک کی دعا کا سننا دوسرے کی دعا سننے سے غافل نہیں کرتا۔ کوئی کام دوسرے کام سے غافل نہیں کرتا وہ جن و انس کو زندگی بخشتا ہے اور وہ انہیں موت دیتا ہے۔ وہ پیدا ہونے والی ہر چیز کو فنا کرنے پر قادر ہے اور وہ تمام پیدائش کا سبب بننے والی اشیاء کو ہلاک کرنے پر قادر ہے۔ ہر سلطان کی سلطنت اس کے حکم سے ہے اور ہر بادشاہ کا عدل و اس کے فضل سے ہے اور ہر امیر کا ظلم اس کے عدل سے ہے انہیں عالم شہادت کے امور کی اصلاح کے لیے خلیفہ بنانا اس کی حکمت سے ہے اور اپنی حکمت سے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے وہ جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ پاک ہے کتنی بڑی ہے اس کی شان کتنی شدید ہے اس کی جبروت اور کتنی ظاہر ہے اس کی سلطنت؟

خوش نصیب صوفیائ

خوشخبری ہے ان صوفیائ کے لیے جن کے بدن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے تمام ملکی و ملکوتی متفرقات کو جمع فرمایا ور اس نے اپنے لطف سے انہیں اس چیز سے خاص فرمایا کہ ان کے اجسام کو مذکورہ سات ارواح کی نظر حاصل ہوئی اور اس نے اپنی حکمت سے عالم خلق و امر کے امتزاج اور روح و جسم کے ازدواج کے ذریعے حاصل ہونے والے درجات کو طے کرنے اور جمیع درکات کو عبور کرنے کی انہیں قوت عطا فرمائی اور اس نے انہیں اپنے ارادہ سے ماسوائے حق سے گزر اور اپنے آپ تک پہنچنے کا شرف بخشا اور انہیں اپنی رحمت سے (مہدی) ہدایت یافتہ اور (ہادی) ہدایت دینے والا بنایا پہلے انہیں عالم اجسام کی گہری کھائیوں اور اس کے نیچے

کے درکات سے کھینچ کر عالم روحانی اور اعلی درجات سے انہیں اپنی جناب کی طرف اچک لیا اور انہیں خلعت اصطفی پہنائی اور ان کی آنکھوں کو انوار صمدیت سے ٹھنڈک بخشی اور پھر انہیں عالم شہادت کی طرف لوٹایا تاکہ وہ ان طالبین کی تربیت اور سالکین کی رہنمائی کریں جن پر سعادت سرمدی کا حکم کیا جا چکا پھر اس نے اپنی ربوبیت کے اظہار کی خاطر ان کو عالم شہادت میں لوٹانے کے بعد مشکل راستے میں ان کے لیے چلنا آسان بنادیا اور پر خطر گھاٹیوں کو عبور کرنا ان کے لیے سہل کر دیا حتی کہ وہ عالم غیب میں داخل ہو گئے اور بطور آزمائش ادب سکھانے کے لیے ان کے درجات اور مقام کی رفعت میں اضافہ کیا درجہ بدرجہ ان پر کبھی قبض اور کبھی بسط طاری فرماتا ہے اور کبھی انہیں جمعیت اور کبھی افتراق بخشتا ہے کسی وقت انہیں مٹا دیتا ہے اور کسی وقت رکھ دیتا ہے۔

يَمۡحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُ‌ ۖۚ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ (الرعد ۳۹)

اللہ تعالی جو چاہے مٹا دیتا اور جو چاہے رکھ لیتا ہے اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے۔

وہ متولدات کی صورتوں کو جیسے چاہے جب چاہے مٹا دیتا ہے اور اس کے معنی کو جو چاہے، جس کے لیے چاہے رکھ دیتا ہے۔

وجدان حق کی مختلف کیفیات

متولدات کے معنی سے مراد وہ پوشیدہ و کامل غیب ہے جو ان غیوب سے حاصل ہوتا ہے جو ان امہات کے اندر رکھا گیا ہوتا ہے جو امہات اس غیب کی اعلی درجات کی طرف ترقی یا درکات کی طرف تنزل کے بعد ان امہات سے نکلنے والی متولدات میں اس غیب کی تکمیل کرتی ہیں۔

امہات ان متولدات سے فارغ شدہ اشیاء ہیں لیکن وہ اپنی ذات میں اپنے پیدا کرنے والے کی محتاج ہیں حرکات و سکنات اور بیان نا کردہ سیر ذات میں اپنے پیدا کرنے والے سے مستغنی نہیں ہوتیں کیونکہ یہ ایسا بحر محیط ہے جس میں اکثر غوطہ زنی کرنے والا غرق ہوتے اور ہلاک ہوتے اور باقی بچنے والے اس کے بارے میں حیرت زدہ ہوتے اور باقی نجات پا گئے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ان کے تحیر (حیرت) اور اپنے خالق کو اپنے تمام معاملات کی سپردگی پر رحم فرمایا پس اس نے ان کی رہنمائی فرمائی چونکہ وہ ان کا اپنی مراد، ذوق و وجدان اور شہود و عیان کے لحاظ سے انتہا درجے کی بے چینی کے ساتھ اس سے کی جانے والی التجاؤں کی سچائی کو جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے

اس راز کے ساتھ کشف و بیان کے لحاظ سے تکلم کرنے کی زبان کو سلب کر لیا اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب سے مقام تحیر کا سوال کیا اور عرض گزار ہوئے:

اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ فِيْكَ تَحَيُّرًا اے اللہ مجھ میں اپنی ذات کے تحیر کا اضافہ فرما۔

شبلی نے کتنی اچھی بات کہی ہے:

قَدْ تَحَيَّرْتَ فِيْكَ خُذْ بِيَدِيْ

يَا دَلِيْلًا لِّمَنْ تَحَيَّرَ فِيْكَا

☆یعنی میں تیری ذات کے متعلق متحیر ہوں میری دستگیری فرما اے اس شخص کی دلیل جو تجھ میں متحیر ہے۔

حقائقِ مختلفہ میں کار فرما روح

پس متولدات خالی ہیں اور امہات ہلاک ہونے والی اور ان سے نکلنے والی متولدات باقی رہنے والی ہیں وہ یا تو انعام پاتی ہیں یا الم۔ جس طرح کہ ہم نے طبقات ثلاثہ میں ذکر کیا ہے اور متولدات میں لطیفہ تکمیل تک نہیں پہنچتا جب تک وہ عالم غیب اور شہادت کے اٹھائیس درجات کو عبور نہ کریں۔ پس جب وہ مذکورہ مراتب کو عبور کر لیتا ہے تو وہ لطیفہ ناطقہ بن جاتا ہے اور اٹھائیس حروف جن کے ساتھ اس لطیفہ کے نطق کا معاملہ مکمل ہوتا ہے اس لطیفہ کو انہیں حروف عبور کرتے ہوئے اعلیٰ مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس مقام پر وہ ان حقائق سے مطلع ہو جاتا ہے جن کو اللہ تعالی نے حروف میں سے ہر حرف کے ضمن میں رکھا ہوا ہے یعنی حرف کے جوہر اس کے سواد و بیاض، اس کی شکل، اس کے جوڑ توڑ، اس کے نقطات اور مخارج پر آگاہ ہوتا ہے پھر وہ حروف قلبیہ اور اس نقطۂ اصلیہ سے مطلع ہوتا ہے جو اسم اعظم کا جواب ہے پس مراتب میں سے بارہ معدنیات میں ہیں جن کا عبور کرنا ان عناصر اربعہ پر لازم ہے جو معدنیات میں پوشیدہ ہیں اور تین روح نباتی سے عبور میں ہیں اور تین روح حیوانی سے عبور میں ہیں اور تین روحِ ملکی سے عبور میں ہیں اور تین روح انسی عبور کرنے میں ہیں اور ایک مرتبہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے اذن پر مرتب ہے اگر وہ اسے نطق کا حکم دے اور اس مقام میں اللہ تعالیٰ اسے نطق عطا کرتا ہے جس نے ہر شے کو نطق عطا کیا ہے۔ پس یہ لطیفہ غیب جو عالم غیب و شہادت میں پوشیدہ ہے۔ اور اس قوت سے

ناطق ہے جو کہ اس لطیفہ کو عالم آفاق وانفس میں سفر کے وقت حاصل ہوتی ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والا ہے یہ لطیفہ باقی رہتا ہے یاوہ عیش وانعام میں یا پھر الم وعذاب میں۔ یہ لطیفہ مومنین وکافرین میں سے ہر اس شخص کو حاصل ہے جس کے لطیفہ کی طرف روح انسی نظر کرتی ہے۔ اور یہ اس لطیفہ کے علاوہ ہے جو ملک وملکوت سے مقصود ہوتا ہے جو روح انسی کے نطق کی وجہ سے اس بدن کو حاصل ہوتا ہے جو رح انسی کی طرف سے مشرف ہوتا ہے جو اوصاف حمیدہ سے مزین اور اخلاق ذکیہ سے مکرم ہوتا ہے کیونکہ یہ لطیفہ صرف انبیاؑ وخواص اولیاؒ علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے اور انشاء اللہ تیسری فصل میں عنقریب اس کی شرح آئے گی۔

پس نعمت پانے والا لطیفہ وہ ہے جس کے حامل نے اسے صاف بنانے اس کی تربیت کرنے اور اسے مجلی و مصفیٰ بنانے میں خوب محنت کی۔ کیونکہ ہم نے بہت مرتبہ دیکھا ہے کہ تکبر اس لطیفہ کے دماغ کو خراب کر دیتا ہے جو اس بدن سے حاصل ہوتا ہے جو روح انسی کی اپنی طرف نظر کو قبول کرنے کے لیے مستعد ہوتا ہے، غضب اس کی عقل کو خراب کرتی ہے، حسد اس کے ایمان کو جلا دیتا ہے، کینہ اس کے دل کو بیمار کر دیتا ہے، حرص اس کے کلیجے کو کھا جاتا ہے، بخل اس کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے، شہوت اس کے پورے بدن میں درد پیدا کر دیتا ہے، جھوٹ اس کی زبان میں لکنت پیدا کرتا ہے۔ عیب اور برائیوں کا بخوشی اور بغیر مجبوری کے سننا اس کے کانوں میں بہرہ پن پیدا کرتا ہے، اس طرف نظر کرنا جس طرف نظر کرنا درست نہیں، اس کی آنکھوں میں اندھا پن پیدا کرتا ہے، ریا اس کے تمام اعمال کو ختم کر دیتا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ جسے ہم نے کئی مرتبہ دیکھا اور غیب میں ہم نے اس کا علاج بھی کیا پھر ہم نے اس کو دوا دی تب وہ صحیح ہو گیا اور انشاء اللہ چوتھی فصل میں اس دوا کی شرح عنقریب آئے گی۔

لطیفۂ متالم وہ ہے جس کا حامل اس سے غافل ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے چہرہ کو حدث کے غبار اور ہوا کے دھویں نے جو دار الفنا (دنیا) کی کدورت سے حاصل ہوتا ہے، سیاہ کر دیا ہو۔

روح کو خراب کرنے والے عوامل

پس اے طالب جنت کے درجات میں باقی رہنے والی نعمتیں حاصل کر کہ جو دائمی عذاب اور ہمیشہ جہنم کے درکات میں کھولتا پانی پینے سے نجات دینے والی ہے۔ تجھے چاہیے کہ تو اپنے آئینے کو صیقل کرنے میں مشغول

رہے۔ ان بری خصلتوں کو مکرر نہ کرے۔ تو اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمہ سے متصف ہونے کے لیے محنت کرے یہ ایسے استادِ کامل کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں جس کا سلسلہ ارشاد نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مسلسل ہو جیسا کہ ان شاء اللہ چوتھی فصل میں اس کی شرح آئے گی۔ پس وہ لطائف غیبیہ جو عالم شہادت میں کمال طلب کرنے والے ہیں اور وہ نفوس کی زمین میں اللہ کے خلفاء ہیں۔

جو اپنے آئینے کو مصفی و مجلی بنانے سے غافل ہیں یاد رکھیں کہ:

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ (انعام ۱۶۵)

اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کر رکھی ہیں۔ بے شک تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے۔

جس شخص نے اس لطیفہ کو مصفی و مجلی کرنے میں محنت کی۔

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انعام ۱۶۵) اور بے شک وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

اے اللہ ہمیں مغفور و مرحوم لوگوں میں سے کر دے! مجھے اپنے آئینے کو چمکانے میں مشغول فرما! اس لطیفہ کے چہرے سے ان کدورتوں کو دور کرنے کی قوت عطا فرما جو عالم حدث سے لاحق ہوتی ہیں! اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت، اخلاق محمدی کی موافقت اور اپنی جانب متوجہ ہونے کی توفیق عطا فرما! درود ہو آپؐ پر آپ کی آلِ متقین پر اور اصحابِ مہتدین (ہدایت یافتہ) پر اچھے طریق سے قیامت تک ان کی اتباع کرنے والوں پر وسلم تسلیما کثیرا۔

فصل ثالث:

ضرب المثل کے طور پر لطیفہ انائیہ کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اپنی حکمت کاملہ سے اپنی مخلوق میں سے انسان کو چن

لیا۔ اپنی رحمت اور بے پایاں فیاضی کے ذریعے انسان کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔ اپنی نعمتوں کے پردے میں اس میں انائیہ کی موتی ودیعت کی اور انسان کو اپنی خلافت عطا کرتے ہوئے مسجود ملائکہ کا شرف بخشا اور صلوۃ ہو اس ہستی پر جو اللہ رب العزت کی تخلیق کردہ مخلوق میں سے گوہرِ مقصود ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے یتیم بنایا اور اسے اپنی محبوبیت کا تاج پہنایا وہ ہمارے آقاو سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو اللہ رب العزت کی تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہوئے اور صلوٰۃ ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، آپ کے صحابہ اور آپ کی تمام امت پر۔

لطیفۂ انائیۂ محمدی مقصودِ کائنات

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوۃ کے بعد اے طالب جان لیں کہ بیشک اشیاء کا منبع اللہ کی ذات ہے، چشمے اس کی صفات، نہریں اس کی نشانیاں، سمندر اس کے غائبات اور جھاگ اس کے مشاہدات ہیں۔ صفات کے چشموں میں سے پانی کے ابلنے میں راز ہے اور اس کے پانی کا نہروں میں ارسال اس کی نشانیاں ہیں۔ اس نے اس کو اپنے بحرِ غیب اور بحرِ آفاق کے لہروں میں جمع کیا تاکہ وہ اس سے مشاہدہ کی جھاگ نکالے اور جھاگ پانی بن جاتا ہے اور جھاگ کے نکلنے اور پھر پانی کی طرف لوٹنے سے درِّ یتیم کا حصول ہوتا ہے جس کی طرف محبت کی نظر سے دیکھنا اور میٹھا پانی کا قطر منظورِ نظر ہے جو اس شہادت کی جھاگ میں پروردہ ہے جس کو بحرِ غیب سے جھاگ کا چلو بھر کر لیا ہے۔ اس کی پرورش وتربیت عالم شہادت میں کی ہے یہاں تک کہ وہ میٹھا ہو گیا پھر اس کو برسایا تو وہ اس دل کے صدف میں جاگرا جو بحرِ غیبِ نفوس میں پوشیدہ ہے۔

جان لے بے شک موتی، گوہر، منبر، درخت، دریا، انہار، انوار اور متولدات میں سے ہر چیز یہاں تک کہ سمندر، تمام مفردات، امہات میں سے ہر مفرد علوی ہو یا سفلی جیسے وجود، زندگی، نور، آگ، ہوا، پانی اور مٹی اور جو بھی رب الارباب کے پاس اس عظیم الشان منتخب درِّ یتیم کے طفیل ظاہر ہوا اور یہی درِّ یتیم حضور کا لطیفہ انائیہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے بارے میں کہا گیا ہے۔

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكِ اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

اذن نبوی سے مشروط کمال

انسان کا لطیفہ انائیہ انسانی لطیفۂ انسانیہ کے لیے ایک چھوٹا بچہ ہے اور اس لطیفہ کا کمال روح القدس کی تجلی کے ساتھ منسلک ہے۔

جان لے بے شک کمال کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک کمال بقا کا موجب ہے۔ یہ یا تو نعمتوں سے لطف اندوز ہو گا یا درد والم میں مبتلا ہو جائے گا۔ جس کی ہم اوپر فصل ثانی میں شرح کر چکے ہیں۔

۲۔ دوسرا کمال اس بقاء کا مورث ہے جو کسی درد والم والی چیز کے میل کچیل سے پاک و پاکیزہ ہو کیونکہ یہ اللہ رب العزت کی رضا کی طرف ناظر ہوتا ہے اس کے لیے مشاہدہ کی نعمت سے لطف اندوز ہوتا ہے اور کلی طور اللہ رب العزت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور عالمِ حادث کے غبار سے اس کا چہرہ آلودہ نہیں ہوتا۔ یہ کمال صرف روح القدس کی تجلی کے بعد حاصل ہوتا ہے جو اس لطیفہ انسائیہ جو کامل اور ملت حنیف کی شریعت کے باغ میں پروردہ ہو کر بڑھتی ہے اور روح القدس کی تجلی طریقۂ حنیف میں داخل ہونے اور تمام طریقوں سے گزرنے کے بعد ہی ممکن ہے اور اس طریقہ میں دخول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر محال ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت حاصل نہیں ہوتی مگر آپ کے آثار و سنت کی پیروی اور آپ کے بعد آئمۂ خلفائے راشدین کی تصدیق کرے، آپ کے آل اور اصحاب سے محبت کرے۔ آپ کی امت کی تکفیر نہ کرے۔ اپنے دل کو دنیا کی محبت، سر کو اس کی زینت اور روح کو اس راحتوں سے پاک وصاف رکھے مگر طاعت کے قوت کی حفاظت اور عبادت سے مانع چیزوں سے دفاع کرتے ہوئے جس چیز کی دنیا میں اس کے لیے ضروری ہو۔

صدف (دل) اور گوہر ایمان

اے طالب اس موتی کے لیے جس کا وصف میں نے پہلے بیان کیا ہے، اس کے لئے کوشش کر جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے ساتھ ساتھ ان شرائط کی محافظت پر مبنی ہے جن کو میں نے تیرے بحرِ غیب میں ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تو اپنے دل کے صدف تک پہنچ جائے۔ اور اس میں ودیعت پروردہ موتی نکال لے اور جان لے کہ بیشک تیرا جسم دنیا کے بحرِ غیب کی جھاگ ہے اور ودیعت شدہ صدف، جس میں وہ موتی ہے،

تیرے دل کا پروردہ ہے جو نفوس کے بحرِ غیب میں مخفی ہے اور موتی تیرا لطیفہ ٔ انائیہ ہے اور تم یقین کرے کہ تیرا جسم عالم شہادت اور غیب آفاقی کے پہلو میں ایک چھوٹی سی دنیا ہے۔

انسانی دل کی وسعت

رہا تیری حقیقت تو اس کا عالم شہادت اور عیب آفاقی کے ساتھ تعلق اس سے بڑی ہے کہ اگر ایک کروڑ عالم عالم شہادت، عالم غیب جیسے اس میں ڈال دیے جائیں تب بھی اس سے زیادہ وسعت ہے جتنی زمین کے درمیان ایک پھینکے گئے گیند کی مانند بلکہ ذرہ کی مانند ہے بلکہ اس ذرہ سے بھی کم تر ہے کیونکہ ذرہ جب پھینکا جائے تو وہ اتنی جگہ لیتا ہے جس میں اس کے علاوہ کی وسعت نہیں ہوتی اور تیری حقیقت جب اس میں ایک کروڑ عالم ڈال دیے جائیں تو اتنی جگہ لینے پر قادر نہیں ہوتا کہ اس میں اس کے علاوہ کی وسعت نہ ہو۔ کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان نہیں سنا جسے آپ نے ملک علام اللہ تعالیٰ کی خبر دی ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَ لَا سَمَائِیْ وَ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ میری زمین اور میرے آسمان میں میرے لئے وسعت نہیں لیکن میرے مؤمن بندہ کے دل کی وسعت میں میں سما سکتا ہوں۔

گوہر ایمان خاص دلوں کا خاصہ

تو یہ گمان مت کر یہ دل ہر انسان کے لیے ثابت ہے کیونکہ اس کا حصول تمام مفردات کو چاہے وہ علوی ہوں یا سفلی۔ ان کے اختلاط کے ساتھ منسلک ہے جیسا کہ ہم نے اس کی تشریح اپنی کتاب جو "جواہر الاسرار" کے نام سے موسوم ہے، میں کی ہے پس تو اللہ رب العزت کے فرمان کی طرف کان لگا کر سن:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ(ق ۳۷)

بے شک اس میں نصیحت ہے ہر اس آدمی کے لیے جو دل رکھتا ہو یا وہ کان لگا کر سنے اس حال میں کہ وہ موجود ہو۔

یعنی نصیحت اس آدمی کو نفع نہیں دیتی جو کفار اور منافقین کی مثل اپنے دل سے جدا ہو جائے۔

قلب انسانی سے مراد؟

تم یہ گمان بھی مت کر کہ بیشک گوشت کا وہ گول لوتھڑا جو تیرے بدن کی بائیں پہلو میں ودیعت کیا گیا ہے

،وہی حقیقی دل ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے لیے اس دل کو ثابت کیا ہے جس دل کے ساتھ بدن کی اصلاح مکمل ہوتی ہے اور ان سے اس حقیقی دل کی نفی ہوتی ہے جو ان کے دل میں درِّ یتیم کا صدف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا (اعراف ۱۷۹) ان کے پاس ایسے دل ہیں جن کے ساتھ وہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔

صدف کے دو رُخ

صدف کے دو رُخ (چہرے) ہیں۔

۱۔ ایک وہ چہرہ جو طبعی مٹی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور وہ نفس ہے۔

۲۔ اور دوسرا وہ چہرہ جو موتی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور وہ دل ہے۔

جب صدف موتی سے خالی ہو تو وہ نفس ہوتا ہے اور اس مقام میں اہل باطن میں سے ریاضت کرنے والوں کے اصداف کی صفائی واضح ہوتی ہے اور موتی سے علیحدہ ہونے پر صدف کے ٹوٹ جانے کے وقت ان کی حسرت کی کثرت بھی واضح ہو جاتی ہے اور اسی طرح مرجان اور موتیوں میں جتنی استعداد ان کے صدف میں تھی اس پر ہر ایک کا مطلع ہونا اور صدف کا ٹوٹنا اور صدف کے نکلنے کے وقت محسنین، مومنین اور مسلمین کے درجات کا فرق واضح ہوتا ہے۔

قلبِ مؤمن اللہ کا گھر

اللہ تعالیٰ نے اس صدف کو بیت (گھر) کا نام دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا:

اِنِّیْ خَلَقْتُ بَیْتًا فِیْ بَنِیْ اٰدَمَ وَسَمَّیْتُهٗ قَلْبًا اَرْضُهَا مَعْرِفَةٌ، سَمَآئُهَا اِیْمَانٌ، شَمْسُهَا شَوْقٌ، قَمَرُهَا مَحَبَّةٌ، نُجُوْمُهَا خَطَرَاتٌ، جِبَالُهَا یَقِیْنٌ، تُرَابُهَا هِمَّةٌ، رَعْدُهَا خَوْفٌ، بَرْقُهَا رَجَآءٌ، غَمَامُهَا تَفَضُّلٌ، مَطَرُهَا رَحْمَةٌ، اَشْجَارُهَا طَاعَةٌ، اَوْرَاقُهَا وَفَآءٌ، ثَمَرُهَا حِکْمَةٌ، نَهْرُهَا عِلْمٌ، نَهَارُهَا فَرَاسَةٌ، لَیْلُهَا سَکِیْنَةٌ، لَهَا اَرْبَعَةُ اَرْکَانٍ رُکْنٌ مِّنَ الْمَوَانِسَةِ وَرُکْنٌ مِّنَ الْیَقِیْنِ وَرُکْنٌ مِّنَ التَّوَکُّلِ وَرُکْنٌ مِّنَ الرَّحْمَتِ لَهَا اَرْبَعَةُ اَبْوَابٍ بَابٌ مِّنَ الْعِلْمِ وَبَابٌ مِّنَ الصَّبْرِ وَبَابٌ مِّنَ الرِّضَآءِ وَبَابٌ مِّنَ الشُّکْرِ ثُمَّ اَمَرَ الرِّیْحَ الْکَرَامَةَ حَتّٰی کَنَسَ ذٰلِكَ الْبَیْتَ مِنَ الشَّكِّ

وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ ثُمَّ اَمَرَ الرَّعْدَمِنَ التَّفَضُّلِ حَتّٰی حَمَلَ مَآءً مِّنْ بَحْرِ الْعَطَاءِ فَمَطَرَ الْبَيْتَ ثُمَّ اَنْبَتَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَيْتَ مِنَ الرَّيَاحِيْنِ مِثْلُ التَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّمْجِيْدِ ثُمَّ وَضَعَ سَرِيْرًا مِّنَ الْوَحْدَانِيَّةِ فِيْ ذٰلِكَ الْبَيْتِ وَبَسَطَ بِسَاطًا وَ عَلَّقَ فِيْهِ قِنْدِيْلًا حَتّٰی تَسَرَّجَ بِنُوْرِهٖ۔

بیشک میں نے بنی آدم میں ایک گھر بنایا ہے جس کو قلب کا نام دیا ہے جس کی زمین معرفت، آسمان ایمان، سورج شوق، چاند محبت، ستارے خطرات (خیالات)، پہاڑ یقین وطمانیت، مٹی عزم وہمت، کڑک خوف، بجلی امید، غم تفضل و کرم، بارش رحمت، درخت طاعت، پتے وفا، پھل حکمت، دریا علم ودانش، دن فراست، اور رات آرام وسکینت ہیں۔ اس کے چار ارکان ہیں۔ ایک رکن انس ومحبت ہے، دوسرا رکن یقین ہے، تیسرا رکن توکل ہے اور چوتھا رکن رحمت ہے۔ اس کے چار دروازے ہیں۔ ایک دروازہ علم کا ہے، دوسرا دروازہ صبر کا ہے، تیسرا دروازہ رضا کا اور چوتھا دروازہ شکر کا ہے۔ پھر ہوا کو کرامت کا حکم دیا تو بارش برسایا یہاں تک کہ اس گھر کو شک، شرک اور نفاق سے پاک کر دیتا ہے۔ پھر بادل کا تفضل کا حکم دیا تو اس نے پانی کو عطا کے سمندر سے اٹھا کر اس گھر پر برسایا یہاں تک کہ اس گھر میں خوشبو دار پودے اگ آئی جیسے تسبیح، تہلیل، تحمید اور تمجید۔ پھر اس گھر میں وحدانیت کا تخت بچھایا گیا اور قالین بچھائی گئی اور وسط میں ایک قندیل لٹکائی گئی یہاں تک کہ اس کے نور کے سے ان کے دل روشن ہو کر قُلُوْبَهُمْ فَلَا تَطَّلِعُ عَلٰى ذٰلِكَ الْبَيْتِ غَيْرِيْ چراغ بن گئے اور اس گھر پر میرے سوا کوئی بھی مطلع وآگاہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دو نظر

اے عاجز اور اپنی پیٹھ کی دیوار کے پیچھے بیٹھنے والے جان لے! جس کی بناوٹ میں خلل ہے۔ بیشک ہر گھر اللہ تعالیٰ کی نظر کے ساتھ کشادہ ہو جاتا ہے اور جب بھی اس کا حسن بڑھتا ہے اس کی نظر بڑھ جاتی ہے اور جب بھی اس کی نظر بڑھتی ہے تو اس کا حسن اور وسعت بے حد بڑھ جاتی ہے۔

جان لے کہ! بیشک اللہ تعالیٰ کی دو توجہات ہیں۔

۱۔ ایک نظر جمالی جو انس ومحبت کا مورث ہے۔

۲۔ دوسری نظر جلالی ہے جو ہیبت وجلال کا مورث ہے۔ جس کی ہم نے وارد کتاب جو کشف سر التجلی سے

موسوم ہے، میں شرح بیان کی ہے۔

دل میں تجلّٰی حق

جان لے کہ بے شک ہماری شہادت آفاق کی شہادت اور غیب سے حاصل ہوئی ہے اور رہا تعلق ہمارے پوشیدہ غیب جو روح القدوس کی تجلی سے آراستہ ہوتا ہے، وہ تمام علوی اور سفلی مفردات کا متزاج سے حاصل ہوتا ہے غیبِ انفس میں غیب کا ظہور ہے جیسا کہ تو نے اس کے وصف کو سنا اور غیبِ آفاقی میں اس کی مثل نہیں ہے اور اس گھر کو قلب کا نام اور صدف کی کنیت دی جاتی ہے۔ عبارات میں کچھ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ بعد میں مختلف ہو جائیں ہم نے جان لیا اس سے مراد ایک ہی حقیقت ہے۔ اب تم ایک عجیب و غریب راز سن لو۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جود وکرم سے اس لطیفہ ٔ انائیہ جو دکھانے (نظارے) کے لائق ہے، کو لذت نظر کا وجدان اور قبولیت کا ذوق عطا کیا اور یہ نظارہ اس کے لئے اس حیثیت سے ہے کہ تم اسے ناظر کے جمال کے عکس جو اپنے آئینہ میں حاصل کرتا ہے اس عکس سے تو دیکھے گا اور اس کے وجہِ کریم کے مشاہدہ سے لطف اندوز ہو گا اور یہی منظوری اور قبولیت ہے کیونکہ دیکھنے والے کا آئینہ بھی اسی میں ہے اور یہی مراد ہے غیب اور شہادت کے اظہار کی اور امہات اور متولدات کے ایجاد کی کیونکہ یہ نظارے کے لئے نیک اور قبولیت کے لائق ہے۔

جب حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے ساتھ اس پر تجلی ڈال دے گا تو وہ اس میں اللہ تعالیٰ کے جلال اور جمال کا مشاہدہ کرے گا۔ کیا تو نے نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے داوٗد علیہ السلام کے استفسار کے جواب میں فرمایا ہے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے پروردگار! تو نے مخلوق کو کیوں پیدا فرمایا؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔ میں ایک گنجِ مخفی تھا میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا تا کہ جانا جاؤں۔

تم یہ گمان نہ کر کہ بیشک اللہ رب العزت نے اپنے تمام مخلوق میں صدف کو تخلیق نہیں کیا ہے۔ نہ ہی ہر صدف میں موتی کو پیدا کیا ہے۔ نہ ہی ہر موتی کو آئینہ کے لائق بنایا ہے۔ نہ ہی ہر آئینہ یہ استحقاق رکھتا ہے کہ سلطان اس میں دیکھے۔ جو آئینہ یہ استحقاق رکھتا ہے کہ ہمیشہ اس کی طرف دیکھا جائے تو وہ صرف حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عکس جمال ہے۔اسی راز کے لئے آپ پر نبوت کا اختتام ہوا اور اللہ رب العزت نے ان اولیاء کو جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی، اس مشاہدے کا شرف بخشا جبکہ دوسر اس شرف سے محروم ہیں۔

اگر تم اس کے عکس کا طالب اور مشاہدہ کا مشتاق ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کر اور دائیں بائیں دیکھے بغیر ارادۂ کاملہ اور محبتِ تامہ کے ساتھ اپنے دل کے آئینہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کی طرف متوجہ کر اور برابر قائم کر یہاں تک کہ تیرے دل کے آئینہ میں جمال کی صورت کا عکس بھر جائے گا اور تم اس کو ظاہری آنکھوں سے دیکھ لوگے۔جمال کے مشاہدہ سے تم ایسی لذت پاؤ گے جو تمہیں دنیا کی تمام لذتوں اور عقبیٰ کی نعمتوں سے بے نیاز کر دے گی۔

اللہ کے ذکر پر تیری مواظبت کے مقدار اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت کے مطابق تیرے دل کے آئینہ کی صفائی میں اضافہ ہو گا اور آئینہ کی صفائی کی مقدار کے مطابق اس کے حسن وجمال کے مشاہدہ میں اضافہ ہو گا جس قدر اس کے حسن کے مشاہدہ میں اضافہ ہو گا اس کی جانب تیرے شوق میں اضافہ ہو گا اور تیرے سیر کے سلسلے کا آغاز واختتام کبھی ختم نہیں ہو گی۔

تجلّیی کا آغاز وانجام

جان لے کہ اس تجلی کی ابتداء میں قیامت کی علامات ظاہر ہوں گی جیسے آسمان کا پھٹنا، سورج کا بے نور ہو جانا، سیاروں کا بکھر جانا، ستاروں کا تیز دوڑنا، پہاڑوں کا چلنا، زمین کی تبدیلی، بجلی کی کڑک اور زلزلوں کی کثرت، صور کا پھونکا جانا۔ ان واردات ومشکلات کو برداشت کرنا ممکن نہیں مگر ولی کی نورِ ولایت کے توسط سے نورِ نبوت سے مستفاد قوت کے ذریعے۔

جب اس لطیفہ پر تجلی پڑتی ہے تو اگر وہ خوف سے محفوظ نہ ہو تو کہتا ہے :

سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ میں پاک ہوں میری شان کتنی عظیم ہے؟

اور

اَنَا الْحَقُّ میں حق ہوں

وغیرہ اگر وہ خوف سے محفوظ ہو تو یوں گویا ہوتا ہے بجائے:

سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ میں پاک ہوں میری شان کتنی عظیم ہے؟

اور

سُبْحَانَہٗ مَا اَعْظَمُ شَانُہٗ وہ پاک ہے اس کی شان کتنی عظیم ہے؟

اور

اَنَا الْحَقُّ میں حق ہوں

کی بجائے:

اَنَا عَبْدُہٗ صِدْقًا وَھُوَ رَبِّیْ حَقًّا میں اس کا سچا بندہ ہوں اور وہ میرا رب برحق ہے۔

شیخ یوسف ہمدانی قدس اللہ سرہٗ نے جو فرمایا ہے وہ زیادہ واضح ہے۔:

لَوْعَرَفَ الْمَنْصُوْرُ حَقَّ نَظَرُہٗ لَکَانَ قَوْلُہٗ اَنَا التُّرَابُ عِوَضًا عَنْ قَوْلِہٖ اَنَا الْحَقُّ اگر منصور اپنی نظر کی حقیقت کو پہچان جاتا تو اس کا قول انا الحق کے عوض ''انا التراب'' ہوتا۔

اس کے بعد وہ اپنے شیخ و مرشد کے ہاتھ عالم غیب اور شہادت میں ولایت کی خلعت پہن لے گا اور اس کو عالم غیب میں اللہ تعالیٰ الہام کے ذریعے اور شہادت میں مرشد زبانی حکم دے گا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق لوگوں کو حق کی جانب دعوت دے اور وہی اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اللہ کا خلیفہ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث ہوگا۔ اس کے بعد اس کی عبادت آئینہ کا مراقبہ ہوگا تاکہ اس کے چہرے پر خواہشات کے غبار نہ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ کے برابر قائم ہو جائے گا۔ وہ مخلوق خدا میں تبلیغ کرے گا۔ نبی کی ہدایت اور ولی کی راہنمائی کے ذریعے صراط مستقیم کی طرف دعوت دے گا مناسب ہے کہ وہ حضور کے ادب حق کے ساتھ انہیں ادب سکھائے اور اللہ رب العزت کی مقصدِ تخلیق کے مطابق ان کی تربیت کرے۔

اے اللہ! مجھے ادب کی توفیق دے! اپنے مخلوق میں مہذب بنادے! اپنی طرف داعی بنادے! اپنی محبت کی مٹھاس عطافرما! اپنے ذکر سے مانوس رکھ! خواہشات کی موافقت، دنیا کی لذت اور اس کی زینت میں مشغولیت سے آئینۂ دل کو آلودہ نہ فرما! ہمیں اپنے آئینۂ قلب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینۂ قلب کے برابر کرنے کی توفیق عطافرما اور صدق وصفا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار پر چلنے کی توفیق عطافرما! عالمِ فنا کے حوادث سے لگنے والی آلودگی نفی کرنے کی قوت عطافرما! افضل ذکر لا الہ الا اللہ کے ضرب کے ذریعے ہمارے آئینۂ قلب سے کدورتوں کو دور فرما! صوری و معنوی طور پر توجہ کامل اور حضور تام کے ساتھ ذکر کے وقت آئینۂ قلب میں صفائی کے اثبات کی توفیق عطافرما! ہماری آوازِ ذکر کو ریاکاری اور تکلف کی آفات سے محفوظ فرما! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے کی طرف راہنمائی کرنے والے مرشد کی مخالفت کرنے سے باز رکھ!!اور انہیں ہم سے راضی رکھ! والحمد للہ اولا واخرا حمدا کثیرا۔

فصل چہارم:

طرائقِ مختلفہ سے طریق حق کی تلاش اور فرقۂ ناجیہ سے آگاہی کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے ہمیں صاف اور آسان ملتِ حنفیہ کی طرف ہدایت کی اور اپنی عنایتِ ازلی کے ذریعے مذہبِ اہل سنت وجماعت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور ہمیں اس راستے پر چلنے کی توفیق بخشی جو اعلیٰ، پسندیدہ اور طریقت محمدیہ پر ہے اور صوفیہ کے نام سے موسوم ہے۔ ہمیں سرمدی خوشی عطا کرتے ہوئے دین حنیفہ کے باغوں میں داخل کیا اور انوار صمدیہ کے انور سے ہماری آنکھوں کو قرار بخشا اور صلوۃ ہو اس کے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو خیر البریہ ہیں اور صلوۃ ہو آپ علیہ السلام کی آل ،صحابہ اور متبعین پر احسان کے ساتھ ہر صبح وشام۔

اے طلبِ حق میں حیران ہونے والے جان لے! کہ حق تعالیٰ باطن بھی ہے ظاہر بھی۔ اور اول بھی ہے آخر بھی۔ بیشک تمام راستے مسدود ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی، شاکر، صابر کا راستہ مسدود نہیں۔ تم میرے اس قول کو تقلید گمان مت کر۔

شیخ سمنانی کی تعلیم و تربیت

خبردار میرے معاملہ کے شروع اور میں طلب کے آغاز میں کافر، مشرک، اور مومن کے اعتقادی میدان میں ایک بہادر، قوی نوجوان اور ماہر آدمی کی طرح داخل ہوا نہ کہ کمزور، بزدل، اِدھر اُدھر دیکھتے میدان کے کنارے کھڑے سوار کی مانند، جو شیر کے حملے کے خوف سے ہراساں ہے۔

تم میرا قصہ میری بچپن سے میری ادھیڑ عمر تک سن لو جبکہ آج میں اپنی عمر کے چالیسویں سال مکمل کرنے والا ہوں۔ ان شاء اللہ میں تم کو وہ تمام امور بیان کروں گا جو میری عمر میں جاری ہوئے تاکہ تمہارا دل اس راستے میں چلنے پر ثابت قدم رہے جو کہ مشکل، تنگ اور نفس پر شاق ہے کیونکہ اسے خواہشات کو خیرباد کہنا پڑتا ہے۔

جب میں چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر کو پہنچا تو میرے والد نے مجھے ایک مکتب میں داخل کروایا اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے! پھر مجھے ادبأ اور فضلأ کی مجالس میں بھیج دیا۔ ان فضلأمیں سے ایک فاضل جس کا نام سید معظم امام المکرم صدر الدین اخفش الثانی اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے! ہیں۔ جس کے علم اور فضل پر ان کی تصنیفات دال ہیں وہ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار ہیں اور میں ان کی خدمت میں میں نے دس سال آٹھ ماہ گزارا۔

ارغون کی ملازمت

پھر میں نے سلطان ارغون بن اباقا کی ملازمت کی طرف سفر کیا جو خراسان میں سکونت پذیر تھے اور میرا چچا ان دنوں اس کا وزیر تھا پس اس نے مجھے اپنی خدمت کے لیے اتنا قرب کر دیا یہاں تک کہ میں اس کی سلطنت کے ارکان میں سے ہو گیا اور میں نے عاشقوں طرح اس کی خدمت کی کیونکہ وہ بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اتنا خوبصورت تھا کہ اس کے جمال کی آفاق میں مثالیں دی جاتی تھیں میں نے آٹھ سال تک اس طرح والہانہ خدمت کی جس طرح عاشقِ دلدادہ اپنے معشوق کی خدمت کرتا ہے حالانکہ وہ بت کا رابد تھا اور میں اس کا عابد تھا۔ یہاں تک کہ میرے پاس دو رکعت نماز اور دوسری عبادات کے لیے فرصت نہیں تھی۔

جب میں چوبیس سال کی عمر کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے راہِ غفلت سے متنبہ کیا۔ مجھے ایک نیک اور نصیحت کرنے والا دوست عطا فرمایا۔ وہ میرا بھائی، امام المکرم، عالمُ العالم، شرف الدین حسن بن عبد اللہ القیروانی، اللہ تعالیٰ ان کی نیک خواہشات کو انتہا تک پہنچائے تھا۔ پس میں نے ان کی صحبت کو غنیمت جانا اور میں نماز میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ روز ایک دن کی فوت شدہ نماز قضا پڑھ لوں شراب پینے، لہو لعب میں پڑنے اور بہت سے ممنوعات سے توبہ کیا۔ ہر دن طاعت کرنے میں میری چستی ور غبت اور سلطان کی خدمت اور دوستی سے نفرت واکتاہٹ میں اضافہ ہو تا رہا یہاں تک کہ میں ۲۵ سال کی عمر کو جا پہنچا۔

اس عمر میں میرا نفس دنیا کی لذتوں اور لہو ولعب کی موافقت سے دور ہو تا گیا میں ایک ہفتہ دو ہفتہ اپنے گھر میں قید رہتا۔ مرض اور بیماری کی بنا پر سلطان کی خدمت میں نہیں جاتا تھا۔ میں نے تبریز میں سلطان سے اجازت طلب کی تاکہ میں اپنے شہر سمنان لوٹ جاؤں اور اپنا علاج کروں پھر خدمت میں لوٹ آؤں۔ پس سلطان نے مجھے اجازت دے دی۔

تحقیقات دینی کا آغاز

مالکِ منان کی اطاعت میں مصروف ہونے کے لیے میں تبریز سے سمنان کا ارادہ کرتے ہوئے نکلا جب میں شہر سمنان میں داخل ہوا وہ رمضان کا مہینہ تھا میں نے قبائ (جبہ) کلاہ اور ٹوپی (یونیفارم) اتار دیا اہل صلاح کا لباس پوستیں اور عمامہ پہن لیا پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ:

میرے لیے ضروری ہے کہ میں مذہب اور سیدھے راستے کی واقفیت حاصل کروں اور ہر فریق کے عقائد سے آگاہی حاصل کروں یہاں تک کہ کسی کی تقلید نہ کرتے ہوئے تحقیق کے ساتھ سیدھے راستے کو اختیار کروں تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔

پس میں نے اپنی بساط اور امکانات کے مطابق تھوڑی بہت تفتیش کی اور فسادات زمانہ اور بھائیوں سے دوری اختیار کی جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

اِذَا اَعۡظَمُ الۡمَطۡلُوۡبُ قُلِ الۡمُسَاعِدَ

☆یعنی بہت بڑے مطلوب کو تھوڑی بہت مدد کے ساتھ حاصل کر۔

پس میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کوششیں کی یہاں تک کہ میں عرب، ایران، ترک، روم اور ہند کے حکمأ کے عقائد سے آگاہ ہوا تو میں نے انہیں مختلف فرقوں میں تقسیم پایا اور ساتھ سوائے دہریہ اور اباحیہ فرقے کے اس بات پر متفق پایا کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ دنیوی اور دینی زندگی میں اسے اپنی تکمیل، رہن سہن کی بہتری کے لئے تین چیزیں درکار ہیں۔

۱۔سیاست ۲۔طہارت ۳۔عبادت۔

<u>چند گمراہ فرقے</u>

دہریہ اور اباحیہ فرقے کے سوا باقی سب مذکورہ بالا تینوں پر متفق ہیں۔ بیشک دہریہ عبادات کی مخالفت کرتے ہیں۔ اباحیہ سیاست کا انکار کرتے ہیں نہ اس کا حکم دیتے ہیں اور نہ ہی عبادت کا کہتے ہیں سوائے شہر کے رسم ورواج، اور خاندان، مال اور اولاد کی تحفظ کی حد تک۔ یہ بہت بڑے بدبخت ہیں۔ جہاں تک تعلق ہے دھریہ کا تو ہمارے زمانے یہ کم ہوگئے ہیں لیکن اباحیہ تبلیغ بھی زیادہ کرتے ہیں اور ان کے فرقے بھی کثرت سے ہیں۔ میں تمہیں ان کے فرقوں کے بارے میں بیان کرتا ہوں تاکہ تم ان کی صحبت سے محتاط رہے اور ان کے جال میں پھنس نہ جائے۔

جان لو کہ ان میں سے جو سب سے زیادہ شر والے فرقے:

۱۔ حشیشیہ۔

۲۔ اور قلندریہ۔ یہ جدید دور میں بابیہ خارجہ کی طرف منسوب ہیں جو کہ ایران اور بیرون ایران، دریابریہ ،ماژندراں میں ہیں۔

۳۔ منصوریہ جو کہ منصور حلاج کی طرف منسوب ہے اس حال میں وہ ان سے دارین میں راضی نہیں اس لئے وہ ان کے برائی سے آلود عقائد سے بری ہے۔

۴۔ محمودہ فضیلیہ۔

۵۔ فضولیہ۔

۶۔ عبوسیہ ستریہ

۷۔ حیدریہ۔

۸۔ بعض مولہہ جو کہ سیدی احمدیہ کی طرف منسوب ہیں۔

۹۔ ابن اعرابیہ۔

۱۰۔ بعض مغربی (افریقہ) ممالک میں ہیں جیسے ابن ہود اور اس کے اصحاب۔

۱۱۔ نصیریہ وہ قوم ہے جو ہمارے زمانے میں شام اوراس کے نواح میں وجود میں آئی اور ان کی تبلیغ ہمارے شہروں تک ابھی نہیں پہنچی اور نہ ہی انشاء اللہ پہنچے گی۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو طاعت اور طہارت میں غلو کرنے والے ہیں اور ان کے عقائد اصل میں نصرانی فرقہ نسطوریہ کے عقائد کی طرح ہیں اور عبادات کے فروع میں یہ ملت حنیفیہ کے عقائد سے ملتے ہیں اور وہ رازدارانہ کہتے ہیں کہ ان کا دین نصاری کا دین اور مذہب نصیریہ کا ہے اور ان کا شر ایسا شر ہے جس سے ڈر جانا چاہیے کیونکہ وہ اعلانیہ صلحاؑ کے دین پر لیکن درپردہ نصاری کے دین پر ہیں۔

۱۲۔ حریریہ۔ حریریہ اسی طرح ایک فرقہ ہے جو شام میں وجود میں آیا اور ظاہر پرست ہیں۔ امردوں کی مصاحبت اختیار کرتے ہیں اور کسی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کی تبلیغ قلندریہ ساوجیہ فرقہ کی تبلیغ کے قریب قریب ہے اور سوائے اس کے کہ وہ نظافت وطہارت کی بات کرتے ہیں۔

۱۳۔ رضویہ بسطامیہ۔ یہ تمام نفس پرست اور خواہشات کے غلام ہیں۔ پس ان کی بری صحبت سے محتاط رہو۔ ان کے ظاہری تجرید، بلند بانگ دعوٰں اور کلامِ بطلان سے دھوکہ مت کھا۔ میں اللہ رب العزت کے ہاں ان کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔

میں نے دہریہ اور اباحیہ کو دیکھا ہے اور ان دونوں کے ساتھ میں نے مباحثہ کیا تھا۔ میں نے کہا کہ:

" اگر تم حق پر ہوتے تو سیاست اور عبادت مجھے نقصان دیتیں اگر وہ حق پر ہیں کیا تمہاری بیہودہ باتیں مجھے آگ میں دخول اور بدن کی جدائیگی کے بعد نفع دیں گی؟ تمہاری دوستی بہت بری دوستی ہے اور بد بختی تمہاری پیشانیوں میں ہے اور تمہارے پاس ناممکن الحصول امیدوں کا کنواں ہے۔"

ان کے عقائد کے مطابق ان کا گمان ہے کہ ان کی لذتیں ہمیشہ رہنے والی لذتوں کی طرف لے جانے والی ہیں اور یہ ان کی امید ہے۔ اگر ان کی امیدیں جھوٹی ہیں تو تب بھی ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے اس طرح نفع دے گی اور ان سے موت کی تکلیف اور کرب کو دور کر دے گی۔ اور مقطوعہ نعمت میں ایسی نعمت دی جائے گی اور امید کی متصل لذت میں سے دی جائے گی اور شاعر نے کتنا اچھا کہا ہے؟

وَلَوْلَا رَجَآءُ الْوَصْلِ مَاعَشْتُ سَاعَةً

وَلَوْلَا مَكَانُ الطَّيْفِ لَمْ اَتَهَجَّعُ

☆یعنی اگر ملنے کی امید نہ ہوتی تو میں ایک پل بھی زندہ نہ رہتا اور اگر طیف کا مکان نہ ہوتا تو میں سونہ سکتا تھا۔

پھر میں نے انہیں کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا ہے۔

لَوْصَحَّ قَوْلُكُمَا فَلَسْتُ بِخَاسِرٍ

وَاِنْ صَحَّ قَوْلِيْ فَالْخَسَارُ عَلَيْكُمَا

اگر تمہارا قول صحیح ہے تو میں نقصان اٹھانے والا نہیں اور اگر میرا قول صحیح ہے تو تم دونوں خسارے میں ہوگے۔

حکما کا انتخاب

پس میں نے انہیں خائب و خاسر چھوڑ دیا اور حکماً کی طرف متوجہ ہوا جو کہ سیاست، عبادت اور طہارت پر متفق تھے۔

جب میں نے ان کے عقائد کو دقیق نظر کے ساتھ دیکھا تو میں نے انہیں مختلف پایا ان میں سے بعض ظاہری طہارت (پاکیزگی) کو مانتے تھے اور وہ ظاہریہ کہلاتے تھے۔ بعض صرف باطن کا کہتے ہیں وہ باطنیہ کہلاتے ہیں۔

اور بعض ظاہر اور باطن دونوں کو جمع کرتے۔ وہی ان فرقوں کے درمیان حق والے ہیں۔ میں نے اس فرقے والوں کو کامل پایا۔ اگر وہ ظاہر یہ کے ساتھ حق ہے تو ظاہر کی رعایت کرتے ہیں پس جب میں نے ان کی رفاقت اختیار کی تو میں نے انہیں انبیاؑ کی امت پر پایا۔ میں نے دل میں کہا کہ:

” وہ زیادہ ہیں تو طہارت کا جمال عبادت کا کمال اور اچھی عادات کی سیاست کی تحقیق اور وضاحت ضروری ہے یہاں تک کہ میں اس کے اثر سے واقف ہو جاؤں گا “۔

فرقوں میں سے مسلم کا انتخاب

جب میں نے دقت نظری سے پرکھا تو ان میں سے ملت حنفیہ کو سہل، آسان، کشادہ سب سے زیادہ پاک وطاہر اور افراط و تفریط کے دونوں حالوں میں بغیر کجی معتدل پایا پس میں نے ان کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا، ان کے دامن سے وابستہ ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ وہی اہل حق ہیں۔

جب میں ان کے طور وطریقہ میں داخل ہوا اور ان کے فریقوں کو دیکھا تو میں نے انہیں کثیر قوموں کے ساتھ گروہوں میں بٹے ہوئے پایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران ۱۰۳) تم فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔

اور فرمایا ہے:

هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ حَتّٰیٓ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ (انعام ۱۵۳)

یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اس کی پیروی کرو اور راستوں پر نہ چلو پھر وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔

تو میں یہ جان کر بڑا حیران ہوا اور کہا کہ اس سیدھے راستے کا کھوج لگانا ضروری ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ میں ہر ایک کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتا تو میں نے انہیں سیدھے راستے کے دونوں جانب ہر ایک کو سرگرداں و حیران پایا۔ ان میں سے بعض تشبہ کے قائل تھے تو بعض تعطیل کے۔ بعض قدر کے قائل تو بعض جبر کے حامی۔ بعض حضرت ابو بکر، عمر اور عثمانؓ کو برا بھلا کہتے اور بعض حضرت علی رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتے تھے۔ یہ دیکھ کر میرے نفس نے ان کا انکار کیا اور کہا۔

اَلْوُقُوْفُ عِنْدَ الشُّبُہَاتِ اَحْفَظُ مِنَ الْوِزْرِ فِیْ الْوَرْطَاتِ

شبہات کے وقت ٹھہر جانا حیرانگی کے بوجھ اٹھانے سے زیادہ محفوظ ہے۔

اور

اَلتَّوَقُّفُ عِنْدَ الشَّكِّ اَصْوَبُ شک کی صورت میں توقف کرنا زیادہ بہتر ہے۔

چنانچہ میں حیرانگی کے عالم میں ٹھہر گیا۔

اہل سنت کا انتخاب

پریشان حال آدمی کی طرح اللہ تعالیٰ سے التجاء کی تو اللہ رب العزت نے مجھے ایسے گروہ کی طرف راہنمائی فرمائی جو دونوں جانب کجی کے بغیر گامزن تھا اور میں نے انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان لیا کہ وہ اہل حق ہیں تو میں ان کی خدمت میں دوڑ پڑا۔ میں نے انہیں اہل سنت وجماعت پایا اس سے میری مراد مالکیہ ،حنفیہ ،شافعیہ ،ثوریہ ،حنبلیہ ،ان کے بھائی اور امام ہیں تو میں نے امام مالک کی خدمت سے ابتدا کی کیونکہ وہ عمر میں سب سے بڑے ہیں اور سب سے زیادہ احادیث کے راوی بھی ہیں۔ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے ساتھ ان کی تلاوت کی کیونکہ امام مسائل کو استنباط کرنے میں سب سے بڑے فقیہہ ہیں یہاں تک کہ امام المطلبی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد ہیں، نے ان کے حق میں فرمایا ہے کہ:

” تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں یہاں تک کہ میں خود بھی۔

میں نے ان کے درمیان شافعی کا ذکر کیا کیونکہ وہ امت وسط سے تھا پھر ثوری کا ذکر کیا کیونکہ وہ صاحب شریعت اور صاحبِ طریقت ہیں اور علمِ حقیقت میں بڑی شان والے ہیں۔ پھر میں نے احمد بن حنبلؒ پر اس کا اختتام کیا کیونکہ وہ سب سے زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔ ان کی کوششوں کا شکریہ ادا کیا کیونکہ ان تمام نے اپنی بساط کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے محنت کی اور سستی سے کام نہیں کیا ان کے مناقب اعداد و شمار سے زیادہ ہیں۔

جب میں نے ان ہستیوں کی اتباع کرنے والوں کی مصاحبت اختیار کی تو میں نے انہیں:

☆ ایک دوسرے کی غیبت کرنے والا،

☆ ایک دوسرے کے ساتھ تعصب کرنے والا پایا تو میں ان کی صحبت سے بیزار ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا ''کہ راستہ تو ان کا حق ہے لیکن یہ لایعنی (فضول) باتوں میں مشغول ہیں اس لئے ان کے ساتھ رہنے سے تنہائی بہتر ہے۔ اور میں نے وہی کہا جو شاعر نے کہا ہے۔

وَخَيْرُ جَلِيْسٌ فِيْ زَمَانِنَا كِتَابٌ

☆یعنی ہمارے زمانے میں بہترین ساتھی کتاب ہے۔

تصوف کا انتخاب

میں نے تنہائی کو اختیار کیا اور طریقت میں تصنیف کی گئی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا جیسے ابو طالب مکی کی کتاب ''قوت القلوب'' اور حجتہ الاسلام امام محمد الغزالی کی تصنیفات۔ ان کتب کے مطالعہ سے میں نے اہل حق کی خوشبو پایا اور میں نے اس کو اپنی عبادت کی بنیاد بنائی جس کو شیخ ابو طالب مکی قدس اللہ سرہٗ نے اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں درج کیا ہے لیکن میں اس پر مطمئن نہیں تھا کیونکہ یہ عقائد مجھے عقل اور علم کے ذریعے حاصل ہوئے نہ کہ کشف اور مشاہدہ کے ذریعے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے ایک ایسے مرشد کی ضرورت تھی جو عالم شہادت میں میری رہنمائی کرے کیونکہ جب مریض کتبِ طب کے مطالعہ کے بل بوتے پر اپنا علاج کرے تو ہلاک ہو جاتا ہے مگر جب ماہر طب اسے یہ علم سکھائے۔ اس لئے مریض کے لیے اپنے آپ کا علاج ممکن نہیں ہے جیسا کہ کہا گیا ہے :

رَایُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ بیمار کی رائے بیماری ہوتی ہے۔

سلسلۃ الذہب کا انتخاب

میں نے مرشد کی طلب میں آنے جانے والوں سے خبر لینی شروع کر دی لیکن پھر بھی کوئی خبر نہ ملی اور نہ ہی کوئی خبر سنی۔ جب میں کلی طور پر ایسے مرشد سے مایوس ہوا جو مجھے راہ حق کی طرف رہنمائی کرے پس اللہ تعالیٰ نے میری پریشانی، حیرانگی اور مایوسی پر رحم فرمایا اور میری طرف اپنے ان بندوں میں سے ایک بندے کو بھیجا

جو اس راستے پر چلنے والے تھے اور رفاقتِ وصال کا ذائقہ بھی چکھا ہوا تھا۔

وہ میرے بھائی سند السالکین والواصلین، شرف الملۃ والدین، سعد اللہ حسنویہ رحمتہ اللہ علیہ تھے جب میری نظر ان کی پیشانی پر پڑی تو میری روح نے اس کی روح کو پہچان لیا اور اس کے دل سے قربِ اللہ رب العزت کی میٹھی خوشبو سونگھ لی۔ میں اتنا خوش ہوا جس کو بیان کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

سو میں نے ان کی پناہ اور مصاحبت اختیار کر لی اور ان سے طریقت کے کشف اور سلوک کی کیفیت دریافت کی۔ جب میرے لیے سالکین کا راستہ اور سلوک کی کیفیت واضح ہوئی تو میں نے یقینی طور پر جان لیا کہ مجھے صرف ظاہری تجرید و تنہائی نفع نہیں دے گی جب تک باطن کی تفرید و تنہائی ممکن نہ بنائے۔

تجرید و تفرید اور ذکر الٰہی

پس میں نے اپنے تمام مال جو کہ جائیداد، اموال، (ناطق) غلاموں اور صامت (مویشیوں) کی صورت میں تھا اور اپنے اہل و عیال سے علیحدگی اختیار کی۔ ان سے اعراض کر کے کل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان تمام سے جتنا اللہ نے چاہا جدا رہا اور خالص تجرید و تنہائی کے ذریعے میں نے بہت عظیم تھکاوٹ اور تکلیف سے راحت حاصل کر لی اور میں نے کہا :

معاملہ کی ابتدا میں خالص تجرید و تنہائی کے ذریعے میں نے راحت پائی ہے جب میں اس راستہ پر چلوں گا اور تفرید کی منزل تک پہنچ جاؤں گا تو کیا کیفیت ہو گی؟

جب میں نے اپنے بھائی سے اس راحت کا تذکرہ کیا جسے میں نے پائی تھی تو وہ فرمانے لگے کہ:

تجرید و تنہائی میں خیر کثیر اور نفعِ عظیم ہے لیکن مشاہدہ تفرید کے بغیر ممکن نہیں اور تفرید کثرت اوراد و اذکار سے حاصل نہیں ہو گی بلکہ شرطِ نفی و اثبات کے ساتھ ذکر لا الہ الا اللہ سے حاصل ہو گا جیسا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔: اَفۡضَلُ الذِّکۡرِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔

اور فرمایا کہ: لِکُلِّ شَیۡءٍ صَقَالَۃٌ وَصَقَالَۃُ الۡقُلُوۡبِ ذِکۡرُ اللّٰہِ۔ ہر چیز کو چمکانے کی قلعی ہوتا ہے ذکر اللہ دلوں کے چمکانے کی قلعی ہے۔

پس میں نے ان سے اسی ذکر کو لازم پکڑا۔ انہوں نے مجھے اس کے شرائط سکھایا۔ میں نے کثرت کے ساتھ ذکر کیا۔ میں نے ذکر میں مشغول ہونے کی پہلی رات عجائبات کا مشاہدہ کیا یہاں تک میں نے گمان کیا کہ مجھ پر جنون طاری ہو گیا ہے اور جب میں نے ان مشاہدات کا تذکرہ اپنے بھائی سے کیا تو وہ مسکرانے لگے اور کہا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَاكَ اِلٰی هٰذِهِ الْمُشَاهَدَةِ عَنْ قَرِیْبٍ لِاَنَّا سَلَكْنَا الطَّرِیْقَ مُدَّةً مَدِیْدَةً فَبَعْدَ ذٰلِكَ كَشَفَ عَلَیْنَا هٰذِهِ الْمُشَاهَدَةَ الَّتِیْ حَكَیْتَ لِیْ۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے تمہیں اس مشاہدۂ قرب کی جانب رہنمائی کی کیونکہ ہم نے لمبا عرصہ اس راستہ کو اختیار کیا تب اس کے بعد ہم پر اس مشاہدہ کا اظہار کیا گیا جسے تم نے مجھے بیان کیا ہے۔

پس میرے دل کو اطمینان ہوا اور میں قوت تامہ اور حضور قلبِ کامل کے ساتھ ذکر معین میں دن رات مشغول ہو گیا یہاں تک کہ میں خلوت میں داخل ہوا۔ اس حیثیت سے کہ مجھ سے کوئی لمحہ بھی فوت نہیں ہوا مگر وہ لمحہ بھی ذکر کرنے والا ہوتا وہ لمحہ نیند طاری ہونے کا ہے۔

مصنف کا سلسلۂ طریقت

میں نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے یہ طریقہ کس سے لیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ طریقہ شیخ نور الدین عبد الرحمن الاسفرائنی، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے، سے لیا ہے۔ جس وقت جامع بیت العتیق، اللہ تعالیٰ اس کی تکریم اور شرف میں اضافہ فرمائے، کی مجاورت میں تھا۔ ہم نے پورا ایک سال اس کی مجاورت اختیار کی پھر ہم بغداد آگئے۔ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں بارہ سال گزار دیے۔ پھر انہوں نے مجھے اس طریقہ کا حکم دیا۔ میرے شیخ نے اسے اپنے شیخ برہان الذاکرین احمد الجوزقانی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ معظم رضی الدین علی لالا اسفرائنی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو المشائخ نجم الدین کبری سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ عمار بن یاسر بن المطر البدلیسی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو النجیب سہروردی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ احمد غزالی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو بکر نساج سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو القاسم گرگانی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو عثمان المغربی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو علی الکاتب سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ ابو علی رودباری سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ استادِ اہل طریقت جنید بغدادی سے لیا، انہوں نے

اسے اپنے ماموں سری سقطی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ معروف کرخی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ حسن داود طائی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ حبیب عجمی سے لیا، انہوں نے اسے اپنے شیخ حسن بصری سے لیا ،انہوں نے اسے امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ سے لیا اور انہوں نے اسے رسول رب العالمین، سید الانبیأوالمرسلین، حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلہ وصحبہ اجمعین سے لیا۔

حج کی ادائیگی اور سمنان واپسی

میں نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ مسلسل معنعن طریقہ حاصل کیا۔ اللہ رب العزت کی حسنِ توفیق اور حمد سے اس پر چل پڑا اور میں نے وہ چیزیں مشاہدہ کیں جن کو تقریر و تحریر میں لانے سے بیان اور زبان دونوں عاجز ہیں۔ خلوت سے نکلنے کے بعد شیخ نے مجھے حج کا فریضہ ادا کرنے اور روضہٗ رسول کی زیارت کا حکم دیا۔ تو میں ان کے حکم، پُر امن راستہ اور معاشی بہتری کے ساتھ بہ طیب خاطر چل پڑا۔ طواف کعبہ بجالایا اور اللہ رب العزت کی حمد اور احسان کے ساتھ روضہٗ رسول کی زیارت کی اور دوبارہ اپنے شیخ کی خدمت میں واپس لوٹ آیا۔ کیونکہ بغداد سے وداع کے وقت شیخ نے ایک بہت بڑی حجت کو لازم کیا تھا جس کے تحت میں وہیں ٹھہرنے کی اجازت لے سکتا تھا اور نہ ہی کسی دوسری طرف جاسکتا تھا لازم تھا کہ میں سیدھا ان کی خدمت میں واپس آؤں۔ کیونکہ میری والدہ اللہ تعالی ان کی حفاظت فرمائے، نے شیخ کی خدمت میں ایک آدمی کو یہ التماس کرتے ہوئے بھیج دی تھی کہ مجھے اس کی خدمت کے لئے واپس بھیج دیں۔ جب میں شیخ کی خدمت میں بغداد واپس پہنچا تو خوش ہو کر مجھے مبارک باد دی اور پھر دوبارہ خلوت میں بٹھا دیا پھر مجھے خلوت سے نکالا اور سمنان واپس جا کر والدہ کی خدمت کا حکم دیا۔

سمنان میں طالبین کی روحانی تربیت

چنانچہ میں واپس سمنان آیا اس حقیر کے پاس ہر طرف سے طالبیں جمع ہوئے اور وہ بھی خلوت اور ذکر میں مصروف ہو گئے۔ میں ان کی خدمت کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا تاکہ وہ بھال بچوں اور گھریلو حالات اور پریشانیوں سے فارغ رہیں یہاں تک کہ وہ اس طریقہ پر پوری جمعیت باطن کے ساتھ گامزن ہو گئے۔ یہ امید رکھتے ہوئے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی حدیث میں ہے کہ:

وَلِلْخَادِمِ اَجْرٌ مَّنْ یَّخْدُمُهٗ خادم کے لیے اجر وہی ہے جس کی وہ خدمت کر رہا ہوتا ہے۔

اللہ رب العزت کی اطاعت ہے اس امر کی کہ جب رب کائنات نے اپنے نبی داؤد علیہ السلام کو ندا دی کہ

:یَادَاوٗدُ اِذَا رَئَیْتَ لِیْ طَالِبًا کُنْ لَّهٗ خَادِمًا۔ اے داؤد! جب میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا۔

میں نے ان کی خدمت سے بہت بڑی غیبی فتوحات پائیں۔

بارگاہ مرشد میں تیسری بار باریابی

پھر شیخ سے ملاقات کی آتشِ اشتیاق بھڑک اٹھی تو میں ایک بار پھر بغداد میں ان کی چوکھٹ کی طرف دوڑا اور ان کی خدمت میں ایک زمانہ گزارا۔ میں نے دل میں عجمی شہروں میں سے ملک شام ہجرت کا ارادہ کیا تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا ماں اور دوستوں کی خدمت کے لیے سمنان واپس جانے کا حکم دیا۔ میں نے ان کے حکم کی اطاعت کی اور سمنان واپس لوٹ آیا۔

دریں اثنا مسلمانوں پر کثرت ظلم کی وجہ سے میں پریشان ہوا۔ مشرکین کے شہروں میں اقامت سے طبیعت بوجھل ہونے لگی تو میں نے دوسرے راستے سے سفر کرنے کا ارادہ کیا جب تک میرا شیخ مجھے منع نہ کر دے میں بغداد نہیں جاؤں گا اور ان شہروں سے ہجرت کروں گا پھر میرے دل میں یہ بات آئی کہ:

ہجرت ایک عظیم امر ہے اگر مرشد سے اجازت نہ لے تو غائبانہ تجھ پر عتاب ہو گا اور تم جمعیت قلب (دلی سکون) نہیں پائے گا اس لیے تجھ پر لازم ہے کہ شیخ کی اجازت سے معاملے کو نمٹا لے۔

بارگاہ مرشد میں چوتھی باریابی

پس میں نے جان لیا کہ یہ خاطر رحمانی ہے تو میں ایک بار پھر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور چھ مہینے شیخ کی خدمت میں گزار دیا انہوں نے مجھے ہجرت کی اجازت نہیں دی بلکہ مجھ پر خفا ہو کر فرمایا کہ اگر تم میری رضا چاہتے ہو تو واپس اپنی ماں اور اصحاب کی خدمت کے لئے واپس لوٹ جاؤ۔ میں نے کہا آپ کی اطاعت غنیمت ہے اور آپ کا حکم اٹل فیصلہ ہے جس کی مخالفت کی میں کبھی بھی قدرت نہیں رکھتا لیکن:

” میرے دل میں والدہ، بھائیوں، چچازادوں اورا قربأ کے لیے بہت سخت تشویش ہے کیونکہ وہ سلطان کی خدمت میں مشغول اور منہمک ہیں خواہشات اور دنیا کے سخت حریص ہیں۔ ہلاکت کے گڑھوں میں غوطہ زن ہیں اور ہر وقت ان کی بد بختی اور تشویش کی خبریں مجھے پہنچ جاتی ہیں جیساکہ آپ نے فتنۂ نوروزیہ کو مشاہدہ کیاہے “

وہ یہ تھاسلطان کے وزیر المعروف صدرالدین طغاچار نے میرے والد کے ساتھ دشمنی اور مخاصمت کی بنأ پر جس وقت میں حجاز کے سفر پر تھااور کردستان پہنچ چکا تھا، مجھے بادشاہ کے پاس لے گیااور یہ الزام لگایاکہ یہ امیر نوروز کی مدد کے لیے لشکر جمع کرنے جارہاہے۔ چنانچہ بادشاہ نے مجھے چالیس دن کردستان میں قید رکھااور مجھ پر چالیس سپاہیوں کا پہرہ مقرر کیا۔ ہم فقرأ اور رفقأ کل پچیس افراد تھے یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے مجھے اپنے لطف وکرم سے نجات عطا فرمائی۔ بادشاہ اور اس کے امرأ نے مجھ سے معذرت کی انہوں نے بڑی مروّت اور مہربانی کی اور مجھے سمنان واپس لوٹ جانے کی اجازت دی۔

یہ سن کر میرے شیخ نے مجھ سے فرمایاکہ اے میرے فرزند! تم صبر کرو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایاہے :

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَآءً اَلْاَنْبِيَآءُ ثُمَّ الْاَوْلِيَآءُ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ بیشک لوگوں میں سب سے شدید سختی انبیاء پر آئی پھر اولیاء پر پھر جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

سو میں نے اس بات پر اللہ کا شکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے زمرے میں شامل کر دیاہے۔ میں ان کو دعا کہتاہوں جیساکہ حضرت ابراہیم بن ادہم کو غائبانہ سکھائی گئی تھی:

اَللّٰهُمَّ رَضِّنِيْ بِقَضَآئِكَ وَصَبِّرْنِيْ عَلٰى بَلَآئِكَ وَاَوْزِعْنِيْ شُكْرَ نِعْمَآئِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ تَمَامَ نِعْمَتِكَ وَدَوَامَ عَافِيَتِكَ وَالثُّبَاتَ عَلٰى مُحَبَّتِكَ۔

اے اللہ تو اپنی تقدیر پر مجھے راضی کر، اپنی آزمائش پر مجھے صبر عطا کر اور مجھے اپنی نعمتوں کے شکر کی توفیق دے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری نعمتیں تمام کرنے، تیری عافیت کی ہمیشگی اور اپنی محبت پر ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں۔

خرقہ ٔذاکرہ کی عطائیگی

اگرچہ میرا دل اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں کو جمع کرنے والا اور اس کی تقدیر پر راضی ہو گیا لیکن تاریکیوں کے درمیان رہنا مشکل ہے نہ کہ آسان اور شیخ و مرشد کی مخالفت بوجھ سے بھی زیادہ مشکل۔ جس نے مجھے اپنا خرقہ جو کہ ''خرقہ ٔذاکرہ' کے نام سے معروف تھا، پہنایا اور مجھے خرقہ کی سند جو شیخ کبیر نجم الدین کبریٰ قدس سرہ کے ساتھ متصل ہے، عطا فرمائی۔

انہوں نے یہ خرقہ ٔاصل اپنے شیخ اسماعیل قصری سے پہنا، انہوں نے محمد بن مانکیل سے، انہوں نے محمد بن داؤد المعروف خادم الفقرا سے، انہوں نے ابو العباس بن ادریس سے، انہوں نے ابو القاسم بن رمضان سے، انہوں نے ابو یعقوب طبری سے، انہوں نے ابو عبد اللہ بن عثمان سے، انہوں نے ابو یعقوب النہر جوری سے، انہوں نے ابویعقوب سوسی سے، انہوں نے عبد الواحد بن زید سے، انہوں نے کمیل بن زیاد قدس سرہم و ارواحہم سے، انہوں نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا ہے؟:خَلَعَ الصُّوْفِیَّۃُ حُلَّۃً خُلْدِیَّۃً وَتَرَی الْفَقِیْرَ لِعِزَّۃٍ یَّخْتَارُ۔ صوفیہ کا حلہ جنت سے اتارا تو فقیر کو اختیار دی گئی کہ عزت سے دیکھے۔

پس میں نے خرقہ ٔذاکرہ کو پہن لیا۔ اپنے بھائی شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اپنے شیخ اور دوست احباب کو الوداع کہا اور سمنان کی واپس لوٹ آیا اور آزمائشوں اور غموں کے جال میں گر گیا حال آں کہ میں اللہ رب العزت کی تقدیر اور فیصلے پر راضی تھا جو ملک، حنان، رحیم، رحمن، روف اور منان بھی ہے لیکن ہجرت انبیاء اور مرسلین کی سنت ہے۔ اور کہا گیا ہے ''کہ انبیاء کی سنت سے بھاگنا اس سے ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا اور کونسا معاملہ اس سے زیادہ شاق ہے کہ کوئی ظالم صوفی کو حکم اس فعل کا حکم دے جو شرعاً ممنوع ہو۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام سالکین کو اس جیسے مقام میں اقامت سے محفوظ رکھے اور میرے دل پر آزمائش کے وقت یہ آیت کریمہ بار بار وارد ہوتی ہے۔:

الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ھُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ (عنکبوت ۲،۱) کیالوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ ہو گی۔

پس میں صبر کرتا اور اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ میں بلاوں میں مبتلا بندوں میں سے ایک ہوں اور میں کہتا ہوں۔اے اللہ تو مجھے ادب کرنے والا بنادے نہ کہ غضب کرنے والا!والحمد للہ علی کل حال۔

روز قیامت تین کھاتوں کا حساب کتاب

اے میرے بھائی تم میرے واقعہ سے عبرت حاصل کر جو میں نے تمہیں بیان کیاہے اور اپنے عزیز نفس کو غنیمت جان اور پیاری شے میں اپنے نفس کو مشغول رکھ۔یہ پیاری چیز اللہ رب العزت کا ذکر ہے اور یقین کر کہ تمہیں آخرت میں تین دیوانوں کا حساب دینالازمی ہے۔

۱۔دیوان لِمَ: ”اول دیوان لم ہے اور اس دیوان میں نیت کے بارے میں سوال کیاجائے گا۔

۲۔دیوان کیف: دوسرادیوان کیف ہے اور اس دیوان میں علم سے متعلق سوال کیاجائے گا۔

۳۔دیوان لمن: تیسرادیوان لمن ہے اور اس دیوان میں اخلاص کے بارے میں سوال کیاجائے گا۔

اگر تم نے ان تینوں دیوانوں سے خلاصی حاصل کر لی تو تم آتش جہنم سے بچتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤگے۔سو تم اپنے نفس کا محاسبہ کر قبل اس کے کہ تیرے افعال واقوال، حرکات وسکنات،خیالات وتصورات اور ہر وہ کام جس کے کرنے اور کہنے کا تم ارادہ کرتے ہو،کے بارے میں تیرا محاسبہ کیاجائے۔

پس تم اپنی نیت کے بارے میں غور وفکر کر اگر اچھی اور بہتر نیت ہے تو دیکھ کہ وہ علم کے مطابق ہے یا نہیں۔جب تم جان لے کہ یہ معاملہ علم کے مطابق ہے تو اس کے اخلاص میں غور وفکر کر کہ کیاوہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہے یا اس کے ساتھ ریا اور شہرت کی بھی آمیزش ہے۔اگر وہ آمیزش شدہ ہے تو ریا کو نکال کر پھینک دے پھر اس کام کو سرانجام دے۔یہ ایک محاسب کے لئے اپنے محاسبہ کرنے کا میزانِ عدل ہے۔پہلے محاسبہ مکمل کر پھر دل کا مراقبہ کر اور وہاں اپنے رب کا مشاہدہ کر۔

جان لے کہ اہل تصوف کے مذہب کی بنیاد اہلسنت وجماعت کے قانون پر ہے سوائے اس کے کہ وہ

موافقت اختیار کرتے ہیں اور وہ چیز جس کی موافقت ممکن ہو تو انہیں جمع کرتے ہیں اور وہ چیز اختیار نہیں کرتے جس کا اہل سنت وجماعت کے مذاہب خمسہ کی طرف انتساب انہیں شاق گزرے کیونکہ جو ان کے دل پر زیادہ شاق گزرتی ہے وہی ان کے نزدیک زیادہ موافق ہوتی ہے۔

اہل سلوک کے پانچ طبقات

اہل سلوک کے پانچ طبقات ہیں۔

۱۔ المشبہ بالمشبہ

۲۔ المشبہ

۳۔ المستصوفہ

۴۔ المتصوفہ

۵۔ الصوفیہ

۱۔المشبہ بالمشبہ:

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے غفلت سے خبر دار کیا اور وہ مشائخ صوفیہ کے پاس آئے۔ گناہوں سے توبہ کیا اور اہل وعیال کے لیے حلال رزق اور نان ونفقہ کمانے میں مشغول ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں آسودہ حالی اور فراغتِ قلبی کے ساتھ مصروف ہو گئے اور محبت تامہ اور ارادۂ کاملہ کے ساتھ صوفیہ کی خدمت میں لگ گئے لیکن صورت اور لباس بدل کر ان کے رنگ میں نہیں رنگ گے۔ یہی صالحین ہیں۔

۲۔المشبھہ:

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ کرنے کے بعد انہیں راتوں کو جاگنا نصیب فرمایا یہاں تک کہ توبہ وانابت کیا۔ خرقۂ تشبہ پہن لیا اور اللہ کے ذکر میں مصروف ہو گئے مگر وہ تجرید اختیار کرنے پر قادر نہیں ہوئے کیونکہ وہ بال بچوں والے ہیں پس حلال رزق کمانے اور اہل وعیال پر حلال نفقہ خرچ کرنے میں مصروف ہو گئے

اور جو کچھ ان کے اموال سے بچتا، صدقہ کرتے اور اپنے قیمتی اوقات کو مشائخ مقررہ شرائط کے مطابق دوام ذکر میں گزار دیے یہی لوگ مفلحین (فلاح پانے والے) ہیں۔

۳ : مستصوفہ

یہ وہ لوگ ہیں جو تنبیہ، بیداری اور توبہ نصوح کے بعد تجرید و تنہائی سے مشرف ہوئے ہیں وہ دنیا اور اس کے اغراض سے علیحدگی اختیار کر چکے ہیں اور تفرید باطن کے حصول کے لیے خلوت میں مشغول ہو گئے ہیں یہ فقرا ہیں۔

(قرآن کریم میں ہے):

الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِج تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ (بقرۃ ۲۷۳)۔ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں محصور کیے گئے ہیں وہ دینی مصروفیت کے باعث کی آجا نہیں سکتے نادان بے پروائی کی بنا پر انہیں مالدار سمجھتے ہیں تو ان کی پیشانیوں پر اثر سجود سے پہنچانے گا۔

اور

سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (فتح ۲۹) سجدوں کے باعث ان کی پیشانیوں پر سجدے کی نشانی ہے۔

معبود کی طاعت اور شیطان مردود کے خلاف جم جانے، خم ٹھونک کر نکلنے اور کثرت مجاہدہ کی بنا پر ان کی پیشانیوں پر سجدوں کا اثر باقی ہے ان کے چہرے سورج سے زیادہ روشن ہیں۔ ان کے مشائخ نے انہیں خرقۂ تلوین یعنی خرقۂ ارادت پہنایا ہے کیونکہ ان کا نورِ ارادت نورِ شیخ ولایت سے مطابقت رکھتے ہیں اور نورِ ارادت زمینی ہے اور نورِ ولایت آسمانی اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں کیونکہ وہ ولی بھی ہے اور مرید بھی ہے اور اس راز کا مشاہدہ وہ اس قول میں کرتے ہیں کہ:

اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قُبَآئِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ میرے اولیاء میری قباء کے نیچے ہیں جس کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔

۴۔ متصوفہ :

یہ وہ لوگ ہیں جو تجدید اور معتبر شرائطِ معینہ کے مطابق سلوک میں تجریدِ ظاہر اور تفریدِ باطن حاصل

کرنے کے بعد حضرت الاعلیٰ کی چوکھٹ پر جا پہنچے اور تجلیات سے مشرف ہوئے مگر انہیں مخلوق کو دعوت کا حکم نہیں دیا گیا۔ تاہم یہ وہ لوگ ہیں: هُمْ قَوْمٌ لَّا يَشْقٰى بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔

ان کے ساتھ بیٹھنے سے مخلوق کے دل صاف ہو جاتے ہیں لیکن انہیں اہل کدورت کے ساتھ کثرت مجالست سے تشویش ہوتی ہے اور ان کو مرشد خرقۂ تصوف پہنا دیتا ہے اور یہی خرقۂ تمکین ہے۔

متصوفہ پوری دنیا میں ۳۴۷ ہوتے ہیں ان میں سے ۳۰۰ کو ''ابطال'' کا نام دیا جاتا ہے اور یہ اہل تصوف میں مبتدی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ۴۰ کو ''ابدال'' کا لقب دیا جاتا ہے۔ یہ درمیانے درجے والے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ۷ ''سیّاح'' کے نام سے جانے جاتے ہیں یہ اہلِ تصوف میں آخری درجے والے ہوتے ہیں۔

۵۔ صوفیہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو ہر چیز سے پاک و صاف کرتے ہیں انہیں کوئی چیز مکدر نہیں کرتیں۔ انہیں اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے چن لئے ہیں۔ انہیں اپنے ریاضِ (باغیچہ) قدسیہ میں پناہ دے کر اپنی انس و محبت سے نوازے ہیں۔ انہیں اپنا نائب بناتے ہوئے مخلوق کو دعوت کا حکم دیا ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث بنایا ہے: بِهِمْ يُمْطِرُوْنَ وَبِهِمْ يُرْزَقُوْنَ وَبِهِمْ يُنْصَرُوْنَ وَلَوْلَا هُمْ لَخَرَبَتِ الدُّنْيَا۔ ان کی برکت سے بارش برسائی جاتی ہے، رزق دیا جاتا ہے اور مدد کی جاتی ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو دنیا برباد ہو جاتی۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی اشاد فرمایا ہے: لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اَحَدٌ يَّقُوْلُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ۔ زمین پر قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کوئی اللہ اللہ کہنے والا ہو گا۔

صوفیہ کے چند اوصاف

ان کی اعلانیہ اور رازدارانہ زندگی سنتِ رسول کے مطابق ہوتے ہیں اوران کے تمام حرکات و سکنات رسول اللہ کی ہو بہو نقل ہوتے ہیں ان کے دل عرشی اور ان کے جسم مخلوق سے مانوس ہوتے ہیں اور ان کی روحیں عالم ملکوت میں اڑ رہی ہیں اور ان کے بدن عالم ملک میں چل رہے ہیں۔ ان کے اسرار کونین کی طرف

التفات کرنے سے مقدس اور ان کے دل ہر میل کچیل کی آلودگی سے پاک ہیں۔ ان کے اعمال اصول و فروع میں شریعت کے موافق اور خواہشات و لذات کی میل سے محفوظ ہیں اور ان کی طبیعت ہشاش بشاش ہیں۔(قرآن کریم میں ہے): یَمْشُوْنَ فِیْ الْاَرْضِ هَوْنًا وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا (فرقان ۶۳) وہ زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب کوئی جاہل ان سے مخاطب ہو تو وہ جواباً سلام کہتے ہیں۔

وہ یا تو یہ لوگ بغیر قہقہہ مسکراتے ہیں یا بغیر آہ و بکا کے غمگین ہوتے ہیں وہ صبر کرنے والے، شکر کرنے والے، توکل کرنے والے اور کشادہ دلی کے ساتھ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے راضی رہنے والے ہیں۔ روئے زمین پر ان کی تعداد ۹ ہے۔ ان میں سے ۵ کو "اوتاد" کا نام دیا جاتا ہے اور یہ مقامِ صوفیہ میں سے مبتدی ہیں اور ان میں سے ۳ ہیں جن کو "اقطاب" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ متوسط والے ہیں اور ان میں ایک ہے جو مقام صوفیہ میں آخری درجہ والا ہے اور وہ "قطب الاقطاب" کے لقب سے معروف ہے۔

دنیا میں اولیائے کرام

جن کی حالت کے بارے میں حضور نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں خبر دی ہے جسے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔:

اِنَّ لِلّٰهِ فِیْ الْاَرْضِ ثَلَاثَمِائَةِ نَفْسٍ قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهٗ اَرْبَعُوْنَ قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ مُوْسٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهٗ سَبْعَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهٗ خَمْسَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ جِبْرَآئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهٗ ثَلَاثَةٌ قُلُوْبُهُمْ عَلٰی قَلْبِ مِيْكَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَهٗ وَاحِدٌ قَلْبُهٗ عَلٰی قَلْبِ اِسْرَافِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلَّمَا مَاتَ الْوَاحِدُ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الثَّلَاثَةِ وَكُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ مِّنَ الثَّلَاثَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْخَمْسَةِ وَكُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ مِّنَ الْخَمْسَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ السَّبْعَةِ وَكُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ مِّنَ السَّبْعَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْاَرْبَعِيْنَ وَاِذَا مَاتَ وَاحِدٌ مِّنَ الْاَرْبَعِيْنَ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الثَّلَاثَمِائَةِ وَاِذَا مَاتَ وَاحِدٌ مِّنَ الثَّلَاثَمِائَةِ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ مِنَ الْعَامَّةِ بِهِمْ يَدْفَعُ اللّٰهُ الْبَلَآءَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ بیشک حق تعالیٰ کے تین سو اولیاء ایسے ہیں جن کے دل قلب آدم علیہ السلام پر ہیں۔ حق تعالیٰ کے چالیس اولیاء ایسے ہیں جن کے دل قلب موسیٰ علیہ السلام پر ہیں۔ حق تعالیٰ کے سات اولیاء ایسے ہیں جن کے دل قلب

ابراہیم علیہ السلام پر ہیں۔ حق تعالیٰ کے پانچ اولیاء ایسے ہیں جن کے دل قلب جبرائیل علیہ السلام پر ہیں۔ حق تعالیٰ کے تین اولیا ایسے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام پر ہیں اور حق تعالیٰ کا ایک ولی ایسا ہے جس کا دل قلب اسرافیل علیہ السلام پر ہے۔ جب تین میں سے ایک وفات پاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو اس کی جگہ پر بدل کرتا ہے۔ جب پانچ میں سے ایک وفات پاتا ہے تو سات میں سے ایک کو اس کی جگہ پر بدل کرتا ہے۔ جب سات میں سے ایک وفات پاتا ہے تو چالیس میں سے ایک کو اس کی جگہ پر بدل کرتا ہے۔ جب چالیس میں سے ایک وفات پاتا ہے تو تین سو میں سے ایک کو اس کی جگہ پر بدل کرتا ہے۔ جب تین سو میں سے ایک وفات پاتا ہے تو عام مؤمنین میں سے ایک کو اس کی جگہ پر بدل کرتا ہے انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس امت سے بلاؤں کو دور کرتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے چن لیا ہے یہ تمام زندہ ہیں نہ کہ مردہ۔ وہ خاموش دیکھنے والے، غایب مگر حاضر اور خرقے کے نیچے بادشاہ ہیں۔ ان کا خرقہ خرقۂ تصوف یعنی خرقۂ تلوین ہے۔ وہی رب العالمین کے حکم سے نبی الامین کی متابعت کے عین مطابق مخلوق کو راہ حق کی جانب دعوت دینے والے ہیں۔

تلاش مرشد کامل

اے طالبانِ صادقو! زمین کے مشارق اور مغارب میں گھومو پھرو تاکہ تم ان میں سے کسی ایک کو پاسکو۔ جب تم ان میں سے کسی ایک کو پاؤ تو اس کے دامن سے منسلک ہو جاؤ اور ان کی رسی کو مضبوط تھام لو اور ان کی خدمت میں ایسا بن جاؤ:

كَالْمَيِّتِ بَيْنَ يَدَيِ الْغُسَّالِ۔ اس میت کی طرح جو غسال کے سامنے ہوتا ہے۔ اور ان کی صحبت کو غنیمت جان تاکہ تم کمال تک پہنچ جائے۔

جان لے بیشک مجھے یقین ہے اس بات پر جو میں تمہیں کہہ رہا ہوں بیشک دنیا میں ان کی صحبت سے زیادہ پر لطف کوئی صحبت نہیں۔ ان کے مشاہدے سے زیادہ مکرم کوئی مشاہدہ نہیں اور ان کی خدمت سے حاصل ہونے والی نعمت سے بڑا کوئی انعام نہیں ہے۔ کیونکہ میں دنیا کی تمام لذتوں سے مطلع ہوں جیسے جاہ و جلال، ریاست و حکومت، مال و ملک، غلام و لونڈی، شعر و شاعری، شہسواری، لہو و لعب، درہم و دنانیر کا ذخیرہ، خرچ کرنا اور اڑانا

،بادشاہوں کا قرب اور دوستوں پر تفوق وغیرہ یہ تمام دنیا کی لذتیں ہیں۔ میں نے ان مالی لذتوں میں سے کوئی لذت نہیں پائی مگر ہر لذت کے ساتھ مال اور حال گندہ اور آلودہ ہیں۔ ان کی زیادہ اتباع میں لذتوں کا سرعت سے زوال اور مصیبتوں اور آلام کا بقاہے جیسے قید، زنجیروں میں جکڑنا اور عذاب کی کئی دوسری اقسام۔ اگر آج میں چاہوں تو تمہارے کپڑوں سے زیادہ بہتر کپڑے پہن لوں۔ تمہارے شراب سے زیادہ پاکیزہ شراب پیوں۔ تمہارے پُر سکون بستر سے زیادہ اعلیٰ بستر پر آرام کروں۔ تمہارے غلام اور لونڈیوں سے زیادہ خوبصورت غلام اور لونڈیوں کو فراش بناؤں اور تمہارے کھانوں سے زیادہ لذیذ کھانے کھاؤں لیکن ان تمام پر قدرت رکھنے کے باجود میں نے اللہ رب العزت کے عطا کیے ہوئے اس رزق پر قناعت کی ہے جو مجھے ہر رات خوراک کے طور پر عطا کرتا ہے تا کہ میرے نفس کے وسوسے مجھ سے دور رہیں۔ میری بھوک ختم ہو۔ ہر سال میں ایک لباس پہنتا ہوں تا کہ مجھ سے گرمی اور سردی دور رہیں اور میری شرم گاہیں چھپی رہیں۔ انہی پر اللہ رب العزت پر راضی ہوں اور میں یہ ترانہ پڑھتا ہوں جسے میرے امام ابراہیم بن ادہم قدس اللہ سرہٗ نے فرمایاہے:لَلُقْمَةٌ بِجَرِيْشِ الْمِلْحِ اٰكُلُهَا اَلَذُّ مِنْ تَمَرَةٍ تُحْشٰى بِزَنْبُوْرٍ۔ وہ لقمہ جو نمک کے ساتھ ملا کر کھایا جائے وہ زیادہ لذیز ہے اس کھجور سے جو زنبور کے ساتھ ملا کر کھائی جائے۔

اس وقت باقی شعر میرے ذہن میں نہیں آرہے ہیں میں اس کا ارادہ کرتے ہوئے کہتا ہوں اور بعض اوقات ننگے پاؤں والا ننگے پاؤں والے پر واقع ہوتا ہے اور شعر منظوم کی صورت میں ہے۔

اَلَذَّا كِرُوْنَ لَهٗ فِيْ مَعْدَنِ النُّوْرِ

لَلُقْمَةٌ لَقَمُوْهَا بَعْدَ جُوْعِهِمْ

وَشَرْبَةٌ شَرَبُوْهَا عِنْدَ فِطْرِهِمْ

وَخَرْقَةٌ لَبَّسُوْهَا مِنْ شُيُوْخِهِمْ

هُمْ اَهْلُ حَقٍّ بَلٰى لَازَمْتُ فَقْرَهُمْ

هُمْ لَقَّنُوْنِيْ ذِكْرَ اللّٰهِ اَذْكُرُهٗ

اِنْ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ نَامَتْ فَرُوْحُهُمْ

فِيْ اَيِّ دِيْنٍ سَمِعْتُمْ سَالِكًا مَلِكًا

وَوَ كْرِ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ شَاهِقِ الطُّوْرِ

اَلَذُّ مِنْ كُلِّ مَا هَيَّأَهُ لِلْفَوْرِ

اَحْلٰى وَاَرْوٰى لَهُمْ مِنْ شَرْبَةٍ مَحْظُوْرٍ

اَحَبُّ عِنْدَهُمْ مِنْ مُلْكٍ فَغْفُوْرٍ

وَمِنْهُمْ فِيْ طَرِيْقِ الْحَقِّ مَنْشُوْرٍ

وَمِنْ عِنَايَتِهِمْ شَاهَدْتُ مَذْكُوْرٍ

تَطُوْفُ شَوْقًا حَوَالِيْ بَيْتِ مَعْمُوْرٍ

مِثْلُ ابْنِ اَدْهَمَ بَلْخِيٍّ وَّطَيْفُوْرٍ

اَلذَّاكِرُ الْمُرْتَضٰى فِيْ رَاحَةٍ اَبَدًا

وَالْعَامِلُ الْمُبْتَلِيْ فِيْ قَعْرِ تَنُوْرٍ

☆یعنی وہ نور کی کان میں اس کا ذکر کرنے والے ہیں اور ان کی روحیں کوہِ طور کی چوٹی میں پر سکون حالت میں ہیں۔ وہ لقمہ جس کو وہ اپنی بھوک کے بعد کھاتے ہیں وہ انہیں ہر اس چیز سے زیادہ لذیز ہے جسے فی الفور تیار کیا جاتا ہے اور وہ پانی کا گھونٹ جس کو وہ افطاری کے وقت پیتے ہیں وہ ممنوع شراب سے زیادہ میٹھا اور زیادہ سیر اب کرنے والا ہوتا ہے۔ اور وہ لباس جو وہ اپنے شیوخ سے پہنتے ہیں وہ انہیں ملکِ مغفور سے زیادہ محبوب ہوتا ہے وہ اہل حق ہیں کیوں نہیں میں نے ان کے فقر کر لازم کر لیا اور انہیں میں سے حق کے راستے میں پھیلے ہوئے ہیں انہوں نے مجھے اللہ کے ذکر کی تلقین کی تو میں اللہ رب العزت کا ذکر کرتا ہوں اور ان کی عنایت سے مذکور چیزوں کا میں نے مشاہدہ کیا۔ اگر ان کی آنکھیں سو بھی جائیں تو ان کی روحیں بیت المعمور کے ارد گرد اشتیاق سے طواف کرتی ہیں۔

کون سے دین میں تو ابن ادھم بلخی اور بایزید بن طیفور جیسے بادشاہوں کو اس کا سالک بنے گا۔ ذاکر مرتضی ہمیشہ راحت میں ہوتا ہے اور عمل کرنے والا تنور کے گڑھے میں آزمایا جاتا ہے۔

صوفیہ فرقۂ ناجیہ

پس تو جان لے ! کہ بیشک صوفیہ صاحبانِ عقل کالب لباب اور رب الارباب کے مقرب ہیں کیونکہ جب میں نے راہِ حق کی وضاحت چاہا تو مخلوق میں سب سے زیادہ جس گروہ کو بہتر پایا، وہ وہی لوگ تھے جو ان تین شرائط پر متفق تھے جس کا میں نے اس سے قبل ذکر کیا ہے۔ جب میں نے ان فرقوں میں سے اس گروہ کے کشف کو طلب کیا جو ان تینوں شرطوں کے ظاہر اور باطن میں متفق تھے تو میں نے انہیں انبیأعلیہم السلام کی امت پر پایا اور جب میں نے ان کے درمیان سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے حوالے سے تلاش کیا کیونکہ حضور کی طہارت زیادہ پاکیزہ، حضور کی سیاست زیادہ اکمل، حضور کی عبادت تمام ملتوں میں زیادہ کامل اور حضور کا طریقہ تمام طریقوں میں زیادہ آسان ہے۔ جب میں نے ان کی ملت میں سے معتدل مذہب جو جانبین میں کسی ایک طرف جھکاؤ نہ رکھتا ہو، کی نسبت سے طلب کیا تو میں نے اہل سنت وجماعت کو پایا۔ جب میں نے اس مذہب میں ایسے لوگوں کو ڈھونڈا جو اپنے مذہب میں غلو نہ کرتے ہوں۔ ایک دوسرے کی غیبت نہ کرتے ہوں۔ اہل قبلہ میں سے کسی پر کفر کے فتوے نہ لگاتے ہوں اور ائمۂ مجتہدین، صحابۂ مہتدین، اہل بیت رسول اور تمام انبیأومرسلین سے محبت کرتے ہوں تو میں نے ان صفات سے موصوف اہل تصوف کو پایا پس مجھے یقین ہو گیا کہ بلاشک وشبہ یہی فرقہ ناجیہ ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔:

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی نَیِّفٍ وَّ سَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا فِرْقَةً وَّاحِدَةً۔ میری امت ستر سے زائد فرقوں میں بٹ جائے گی سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم میں جائیں گی۔

اگر تم ان میں سے ہونے کا شوقین اور خواہشمند ہو تو ان کے آثار (طور طریقہ) کی پیروی کرو اور اگر ان کی صحبت کے لیے آمادہ نہیں تو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرو۔

طالب پر ضروری ہے کہ شیخ ابو النجیب سہروردی قدس سرہٗ وروحہ کی تصنیف ”کتاب آداب المریدین“ کا مطالعہ کرے جو صوفیہ کے ظاہری اور باطنی عقائد اور آداب واصول کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ اگر تم ان کے طریقہ

پر سلوک کا خواہشمند ہے تو شیخ شہید مجد الدین بغدادی روح اللہ روحہ کی تصنیف ''تحفت البررۃ فی المسائل العشرہ'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ صرف مطالعہ کرنے اور جو کچھ سلوک کے دوران ظاہر ہو، پر قناعت نہیں کرنا چاہیے بلکہ طلبِ مرشد کی کوشش بھی کرنی چاہیے تاکہ شیطان مردود، سرکش نفس اور خواہشات کا غلبہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور بدعت میں نہ گرا دیں ہم تمام اطوار میں سے عموماً اس طور میں خصوصاً ہر قسم کی کمی و بیشی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اخلاق ذمیمہ کا علاج

جان لے کہ بے شک اخلاق ذمیمہ جو لطیفۂ دل کو مکدر کر دیتا ہے، کا علاج اضداد سے کیا جاتا ہے جس کا ذکر میں نے فصلِ دوم میں کیا ہے یعنی تکبر کی دوا، تواضع و انکساری ہے۔ غصہ کی دوا غضب کو پینا اور ہر شریف اور کمزور کے ساتھ بردباری ہے۔ بخل کی دوا سخاوت ہے یہاں تک کہ اخلاق اچھا ہو جائے۔ حسد اور بغض کی دوا یہ ہے کہ سب انسانوں اور تمام مخلوق کے لیے وہ چیز پسند کرے جو اپنے لیے کرتے ہو۔ یہ صرف تدریجی راستے سے ہی ممکن ہے۔ جب نفس کسی کو دوسرے بھائیوں کے ساتھ حسد کرنے کے وسوسہ میں مبتلا کرے تو اس بھائی کے لیے دعائے خیر کرے اور اللہ رب العزت سے اس چیز سے علیحدگی کا سوال کرے جو اس کو اپنے نفس کو خاک آلود کرنے کے ساتھ ساتھ اس بھائی سے حسد کرنے کا حکم دیتی ہے۔ یہ حسد اور کینہ کے لیے مجرب دوا ہے اور ریاکاری کی دوا اخلاص ہے۔ ریا کی دوا نفس پر تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ سخت اور شاق ہے جب سالک اس سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے تو وہ ان مخلص بندوں میں سے ہو جاتا ہے جن کے بارے میں شیطان نے اپنی قسم میں استثناء کی درخواست کی تھی۔ قرآن کریم میں ہے:فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ

(ص ۸۲۔۸۳) تیری عزت کی قسم! میں تمام انسانوں کو گمراہ کروں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔

اور

وَالْمُخْلِصُونَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيمٍ۔ مخلصین بڑے خطرہ پر ہیں۔

وہ یہ کہ کیا ان کی طاعت قبول کی جائے گی یا نہیں؟ سب سے مخلص ادنی بندے پر ضروری ہے کہ وہ خوشی و غمی

اور صوری اور معنوی ہر صورت میں اللہ رب العزت سے التجا کرے۔

شرائطِ ہشتگانۂ سلوک

لیکن اخلاق ذمیمہ کی بیماری کے لیے سب سے زیادہ کامل اور کارگر علاج شیخ معظم، استادِ اہل طریقت حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے مرتب کی ہے اور وہ آٹھ شرائط ہیں:

شرطِ اول: دوام خلوت

یہ خلوتِ دائم ہے اور خلوت خانہ بس اتنا ہو جس میں وہ اکیلا نماز پڑھ سکتا ہو۔ اس میں کوئی روشندان ہو نہ ہی اس میں روشنی داخل ہو۔ کوئی بھی اسلام کے اس حسین اور بہتر مقام تک خلوت کے سوا نہیں پہنچتا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَالَا یَعْنِیْهِ۔ آدمی کے اسلام کا حسن یہ ہے کہ وہ لایعنی کاموں کو ترک کر دے۔

اور لایعنی (فضول) کاموں کو ترک کرنا ہمیشہ کی خاموشی اور خلوت کے لزوم کے بغیر آسان نہیں ہے۔

شرطِ دوم دوامِ ذکر

دوام ذکر قوی، خفی بانفی واثبات ہے اور یہ ذکر لا الہ الا اللہ ہے۔ سو مرید پر لازم ہے کہ جب وہ خلوت میں داخل ہو تو:

☆　وہ چوکڑی مار کر قبلہ رُخ بیٹھ جائے۔

☆　یہ پڑھے:

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ ز ق لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ o رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ وَ اَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ

اگر پھر بھی وہ روگردانی کریں تو فرما دیں مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، مجھے اسی پر بھروسہ ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ بارلہا! میں شیطان کے وسوسے اور ان کے حاضر کیئے جانے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

☆　پھر تین مرتبہ کے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ پڑھے۔

☆　پھر اپنے دل میں اپنے مرشد کو اس نیت سے یاد کرے کہ وہ حاضر ہے۔

☆　پھر ذکر قوی خفی میں مشغول ہو جائے ذکر بالقلب میں ابتداء میں ہی ذکر کے معنی کی رعایت کرنا شرط ہے یعنی میں اللہ کے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا کیونکہ ابتدا ٔ میں مرید کا آلہ اس کی خواہش ہوتی ہے اس لئے مرید کے لئے خواہش کی نفی میں مشغول رہنا مناسب ہے۔ خواہش کی نفی تب ممکن ہے جب آدمی اپنے آقا و مولا کے سوا باقی تمام دنیوی واخروی مرادوں اور چاہتوں کی نفی کرے۔

ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی فضیلت

جان لے کہ یہ ذکر مبارک ذکر ہے جسے میرے شیخ نے مجھے تلقین کی ہے اسی طرح انہیں ان کے شیخ نے تلقین کی تھی جو معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ تک مسلسل ہے اور معروف کرخی رحمتہ اللہ نے اسے اصفیأ کے نور نظر، اولیأ کے نورِ عین علی بن موسیٰ الرضا رضی اللہ عنہٗ وعن آبائہ الکرام سے لیا۔ انہوں نے یہ اپنے آباؤ اجداد سے لیا جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہٗ تک مسلسل و معنعن ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ سید الخلائق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَانَزَلَتْ كَلِمَةٌ اَجَلَّ مِنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ وَبِهَا قَامَتِ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْبَرُّ وَالْبَحْرُ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ الْاَخْلَاصِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ الْاِسْلَامِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ النُّوْرِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ الرَّحْمَةِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ الْقُرْبِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ التَّقَرُّبِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ النَّجَاةِ اَلَا وَهِيَ كَلِمَةُ اللهِ الْعُلْيَا لَوْ وُضِعَتْ فِيْ كَفَّةٍ وَسَبْعَ سَمٰوَاتٍ وَسَبْعَ اَرْضِيْنَ فِيْ كَفَّةٍ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ لَرَجَحَتْ بِهِنَّ مَنْ قَالَهَا مَرَّةً وَّاحِدَةً غُفِرَتْ ذُنُوْبُهٗ وَاِنْ كَانَتْ ذُنُوْبُهٗ مِثْلُ زَبَدُ الْبَحْرِ۔

لا الہ الا اللہ سے بڑا کوئی کلمہ روئے زمین پر نازل نہیں ہوا اسی پر زمین، آسمان، پہاڑ، درخت، خشکی اور سمندر سب قائم ہیں۔ آگاہ باش! یہی کلمہ ٔ اخلاص ہے۔ خبر دار! یہی کلمہ ٔ اسلام ہے۔ ہوشیار! یہی کلمہ ٔ نور ہے آگاہ رہے! یہی کلمہ ٔ رحمت ہے۔ خبر دار! یہی کلمہ ٔ قرب الٰہی ہے۔ ہوشیار! یہی کلمہ ٔ تقرب حق ہے۔ خبر دار! یہی کلمہ ٔ نجات ہے ۔ آگاہ باش! یہی کلمہ ٔ علیأ ہے۔ اگر اس کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور سات زمین وآسمان کو دوسرے پلڑے میں

رکھ کر تولا جائے تو یہ جھک جائے گا جو آدمی اس کو ایک بار پڑھے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے خواہ سمندری جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

یہ ذکر قالب انسانی کی تقویت کے قیام، قلب کو قلعی سے چمکانے اور توجہ کے حصول کے لئے سب سے زیادہ افضل ذکر ہے۔ مرید جب تک تقویم، تصقیل اور توجہ حاصل نہ کرے، کامل نہیں ہوتا اسی لئے سیاست، طہارت اور عبادت کو وضع کیا گیا ہے جیسا کہ میں نے اس کے اوصاف ''فوائد العقائد'' نامی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

اے اللہ! تمام احوال میں عموماً اور اس راستے میں خصوصاً تیری توفیق کو ہمارا رفیق بنادے! ہمیں اہل حق اور اہل تحقیق میں سے بنادے!

جب اس ذکر کے ہا کے اسرار قلبِ ذاکر کے مرکز میں واقع ہو جائے تو وہ ذکر کو نہیں پاتا کہ وہ اپنے دل میں نقطۂ رب کے سوا دیکھ لے۔

جان لے! کہ بیشک دل کے لیے ذکر میں غذا اور قوت ہے۔ دل کی غذا کلمۂ اللہ کو مدہ کے ساتھ کھینچنا اور قوت اس میں شدت لانا ہے جب یہ ہا دل کے مرکز میں داخل ہو جائے تو دل طاقت سے مالامال ہو جاتا ہے لیکن خوراک سے مستغنی نہیں ہوتا۔ اس مقام میں دل کی غذا جمالِ الٰہی کا مشاہدہ ہے جو زندہ ہے اس کو کوئی موت نہیں۔ وہ اس مقام میں ذکر کے الفاظ اور دل کے الفاظ میں بدل جاتے ہیں اس لئے ذاکر پر لازم ہے کہ وہ عوام الناس میں داخل نہ ہوں کیونکہ اس کا کلام علم مجہول بن جائے گا اور اکثر عوام اس کی حقیقت سے مطلع نہیں ہوتا۔ جب اس کا سکر و غلبۂ ذکر سکون پذیر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اس کی زبان پر بیان جاری فرمائے تو اس کے لیے خلوت سے نکلنا جائز ہو جاتا ہے چنانچہ وہ بھائیوں کے درمیان داخل ہوتا ہے اور ان سے اللہ المستعان کی توفیق سے احسن انداز میں کلام کرتا ہے جو ان کی دنیا اور دین میں مفید ہوتے ہیں۔

شرطِ سوم دوامِ صوم

یہ دوام صوم یعنی ہمیشہ روزہ رکھنا ہے اور کھانے، پینے میں فضول خرچی سے بچنا اور غذا کی کمی میں مبالغہ نہ کرنا ہے کیونکہ یہ دونوں زیادہ نقصان دہ ہیں۔ کیا تم نے اللہ رب العزت کا یہ قول نہیں سنا؟ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا

تُسْرِفُوْا وَاللّٰہ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ (اعراف ۳۱) تم کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو بیشک اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور اسی طرح اللہ رب العزت کا فرمان ہے: یَاۤ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا الطَّیِّبَاتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (مائدہ ۸۷) اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہ جانو اور نہ ہی حد سے تجاوز کرو بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پس ان کے نزدیک پسندیدہ عمل یہ ہے کہ تمام احوال میں اس کے محبوب کی متابعت ہو۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شرطِ چہارم دوام وضو

شرطِ پنجم دوام صمت

یہ دوام صمت یعنی ہمیشہ خاموش رہنا ہے مگر شیخ کے ساتھ وارد ہونے والی مشکلات اور واقعات سے متعلق کلام کرنا ہے اس شرط کے ساتھ کہ ان میں کوئی کمی کرے اور نہ ہی زیادتی۔

شرطِ ششم دوام نفی خواطر

یہ دل میں آنے والے خیالات کی نفی کرنا ہے خواہ وہ اچھے ہوں یا برے اور ان میں تمیز کرنے میں مشغول نہیں رہنا ہے کیونکہ سالک کے لئے ابتدأ میں واقعات میں تمیز کرنا مشکل امر ہے اور بعض اوقات شیطان القا کرتا اور دل میں وسوسہ ڈالتا ہے یوں اس کا وقت ضائع کرتا ہے اور اس کو خلوت سے نکال باہر کرتا ہے اس لیے ترکِ تمیز ضروری ہے یہاں تک کہ تمیز کا کام شیخ و مرشد کرے۔

شرطِ ہفتم ربطِ شیخ

یہ دل کے ربط کو شیخ کے ساتھ مربوط و قائم رکھنا ہے غیب سے جو بھی وارد ہوں، ارادۂ تامہ اور استحضار کامل کے ساتھ شیخ و مرشد کو اس بچے کی طرح التجاء کرنا ہے جس طرح بچہ اپنی ناپسندیدہ چیز دیکھ کر اپنی والدہ سے التجاٗ کرتا ہے۔

شرطِ ہشتم ترک اعتراض

یہ قبض اور بسط کے موقع پر اللہ رب العزت پر اعتراض کو ترک کرنا اوراس کی قضائ پر راضی رہنا ہے۔ مرید توجہِ قلب کے بغیر کمال تک نہیں پہنچتا اور توجہ قلب سے مراد مرید کا کسی دوسرے شیخ کے ارشاد پر توجہ دیے بغیر اپنے معین شیخ کی طرف توجہ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ اور مرید کا ربط متصل ہو جائے۔

پس مرید کے لئے اس بات کا یقین کرنا ضروری ہے کہ روئے زمین میں اس کے شیخ کے علاوہ کوئی نہیں جو اس کو اس کی مراد تک پہنچائے۔

اے اللہ! میری گفتگو کو میرے لئے وبال نہ بنائے اور مجھے ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو:يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَالَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ (فتح ۱۱) زبانوں سے کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔

تو مجھے بولنے والا اور عمل کرنے والا بنادے اور مجھے علمِ نافع، عملِ صالح، قولِ صادق، لسان ذاکر، ہر حالت میں میں قلبِ شاکر عطا فرما! مجھے ان لوگوں میں سے نہ کر جو نصیحت کرتے ہیں لیکن خود نصیحت نہیں لیتے! میں اللہ تعالیٰ سے عظیم گناہوں سے استغار کرتا ہوں کیونکہ انہیں میرا ربِّ کریم ہی معاف فرماتا ہے!۔

مجھے اپنے دوست، احباب اور اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں سے امید ہے کہ وہ سچے دل سے میرے لیے دعائے خیر کریں گے کیونکہ میرے گناہ، غلطیاں اور برائیاں بہت زیادہ اور بوجھ زمین میں گڑھے ہوئے پہاڑوں کی طرح بھاری ہیں۔ میرے اخلاق مذموم اور بری صفات سے آلودہ ہیں۔ اگر میرا رب مجھے ان سے نہ بچائے تو کون بچائے گا؟ اے اللہ مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما جو مجھے تیرے سوا دوسرے تمام کی رحمت سے مستغنی کر دے اور مجھے ایسی عصمت عطا فرما کہ تیرے سوا دوسروں کی طرف التفات کرنے سے مجھے بچائے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسطہ! جس کو تو نے:

لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ اگر تجھے نہ پیدا نہ کرتا تو افلاک کو تخلیق نہ کرتا۔

سے مشرف فرمایا ہے۔صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

اس رسالے کی کتابت سے بروزِ جمعرات ۱۷ جمادی الثانی ۱۰۶۳ھ کو فراغت حاصل ہوئی فقیر عبداللہ بن

سید محمد القسطینی اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے والدین کی مغفرت فرمائے اور ساتھ ہی پڑھنے والوں کی مغفرت فرمائے آمین برحمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اس رسالہ شریفہ اور وہ رسالے جو اس سے پہلے لکھے گئے فقیر عبد اللہ بن سید محمد قسطنطینی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ان کی اور آپ کے والدین کی مغفرت فرمائے۔ بروز ہفتہ ۱۵؍ رمضان المبارک ۱۰۶۳ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔
اس رسالہ اور وہ رسائل جو اس سے پہلے فقیر سید ابراہیم الکروسی غفر اللہ ولوالدیہ کے ہاتھوں لکھے گئے بروزِ جمعرات ۲۱؍ رمضان المبارک ۱۱۱۹ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔



تبصرہ کتاب (اشاعت خصوصی)

کتاب شاہ ہمدان اور مرد قہستانی پر تبصرہ

محمد یعقوب براہوی سویڈین

سلسلہ نوربخشیہ کو امامیہ اثناعشریہ کی ذیلی شاخ یا براہ راست شیعہ اثناعشریہ قرار دینے والی کتاب شاہ ہمدان اور مرد قہستانی کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب فاضل مصنف شیخ غلام حسین انجم دنیوری صاحب نے کم و بیش 20 سے 25 سال قبل مرتب کرنے کے بعد سن 2020 میں منظر عام پر لانے میں کامیاب ہوئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کی اشاعت کو دو عشروں سے زائد عرصہ روک کر رکھنا یقیناً مصنف کی دانائی و حکمت عملی کا ثبوت ہے۔ موصوف کو ایک مخصوص وقت اور ماحول کی تلاش تھی جب صوفیہ نوربخشیہ کے اتحاد و اتفاق کا شیرازہ بکھر چکا ہو، مفادات اور شخصیت پرستی کے بھنور میں اس قدر پھنسا ہوا ہو کہ اُنہیں اپنے لوگ پرائے لگنے لگے۔ ہر ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہو، ہر شخص کے پاس صوفیانہ معیار کو ناپنے کا الگ آلہ موجود ہو، اصل عقائد و نظریات سے بیگانہ اور صوفیانہ لبادے میں ملبوس مسخروں اور عاملوں کو پیشوا ماننے لگے ہو تو کسی کو کیا خبر کہ اُن کے عقائد و نظریات پر حملے ہوئے ہیں یا اُن کے اسلاف کو ایک مخصوص مسلکی لباس پہنایا گیا ہو اور ایسے میں کون اندورنی ترمیم پسندوں اور بیرونی نقاب زدوں کے حملوں کا دفاع کر سکتا ہے۔۔ شیخ غلام حسین انجم صاحب نے صوفیہ نوربخشیہ کی اندورنی حالت کی نزاکت کا بھرپور فائدہ اُٹھایا۔ فاضل مصنف برسوں سے اسی وقت کا انتظار تھا تاکہ سانپ بھی مرے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

مذکورہ کتاب پر تبصرہ کرنے سے پہلے ہم نوربخشیوں کی اپنی کوتاہی اور کمزوری پر ایک نظر ڈالتے ہیں تاکہ جان ہو سکے کہ اس کتاب کو منظر عام پر لانے کا موقع ہم نوربخشیوں نے ہی فراہم کیا ہے چونکہ ہم شخصیت پرستی میں اُس حد کو پہنچ چکے ہیں کہ عوام ہوں یا خواص، کسی کو کچھ خبر نہیں ہے۔ چند انا پرست لوگوں نے تصوف کا لبادہ اوڑھ کر برصغیر میں انگریزوں کا فارمولہ تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کو اختیار کر رکھا ہے۔

سلسلہ صوفیہ نور بخشیہ کو پہلے ہی **گھس بیٹھیا امامیہ نور بخشیہ** کا سامنا تھا جو سلسلہ صوفیہ نور بخشیہ میں امامیہ کی پیوند کاری کے بغیر سلسلہ صوفیہ نور بخشیہ کا نام نامکمل کہتے تھے۔

سن 2016ء میں سپریم کونسل علمائے صوفیہ نور بخشیہ کی اجازت اور نظر ثانی سے کتاب الفقہ الاحوط کا کمپیوٹرائز ایڈیشن شائع ہوئی تو کراچی کے ایک شر پسند کو اس کتاب سے کمانے کا موقع نہیں ملا تو اُس نے انتقامی کاروائی کی ٹھان لی اور جگہ جگہ منفی پروپیگنڈے کرنا شروع کئے۔ اس کے نتیجے میں خپلو بلتستان کی معروف روحانی شخصیت فقیر ابراہیم مرحوم نے 2 رکنی علماء کمیٹی بنا کر اس اشاعتی نسخے پر تحقیق کا کام سونپ دیا۔ کمیٹی نے جید علماء کی مدد سے تحقیقی رپورٹ مکمل کیا اور یوں اس اشاعت کو الفاظ اور جملوں کے لحاظ سے غلطیوں سے پاک اور پروف ریڈنگ کی کمزوریوں کے حوالے سے تمام ایڈیشنوں کی بہ نسبت سب سے کم خامیاں ہونے کی وجہ سے اس پر کام کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کیا۔ بدقسمتی سے اُسی سال فقیر ابراہیمؒ کی اچانک حادثاتی موت کے بعد کراچی کا وہ فتنہ پرور گروہ دوبارہ سے الفقہ الاحوط کے خلاف متحرک ہوا۔

الفقہ الاحوط کمپیوٹرائز ایڈیشن کی جلد سیاہ ہونے کی وجہ سے ان لوگوں نے تضحیک کے طور پر جگہ جگہ کالا فقہ کہنا شروع کیا اور ساتھ کالا فقہ نامنظور کا ایک دستخطی مہم شروع کی لیکن علمائے کرام، دانشور حضرات اور پڑھے لکھے طبقے نے ان کے اس مہم کو مسترد کیا۔ اگلے سال ان لوگوں نے دعوات صوفیہ، الفقہ الاحوط اور رسالہ اعتقادیہ کے علاوہ سلسلہ ذھب کی دیگر کتب کو غیر مستند قرار دیتے ہوئے اپنے آپ کو 3 کتابی گروہ قرار دیا۔ ان لوگوں کے 3 کتابی اور 4 کتابی نعروں نے سلسلہ نور بخشیہ کو شدید نقصان پہنچایا۔ نشرواشاعت کا کام رک گیا اور کثیر التصانیف سلسلہ نور بخشیہ کی تعلیمات کو 3 کتابوں تک محدود کر دیا اس کے نتیجے میں نشرواشاعت سے وابستہ علمائے صوفیہ نور بخشیہ کی حوصلہ شکنی ہوئی اور بیرونی نقب زنوں کے اشارے پر اندورنی ترمیم پسند طبقہ امامیہ نور بخشیہ کے گروہ کو فائدہ پہنچا اور اس گروہ نے اس موقعے کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے من پسند تراجم اور تحریفات سے بھرپور کتابوں کو شائع کرنا شروع کیا۔ گروہِ امامیہ کی ان علمی خیانت پر آواز اُٹھانے کی بجائے صوفیہ نور بخشیہ کے کچھ حلقوں کو ان کے تحریفات سے بھرپور کام کو سہراتے ہوئے بغلیں بجاتے دیکھا گیا۔

صوفیہ نوربخشیہ اور امامیہ نوربخشیہ کے درمیان کئی نظریاتی اختلافات پائے جاتے ہیں جیساکہ خلفاء راشدین کے القابات ذی النورین، الفاروق، الصدیق کا واحد مصداق امامیہ نوربخشیہ والے حضرت علی علیہ السلام کی ذات مبارکہ کو سمجھتے ہیں جب کہ صوفیہ نوربخشیہ والے ذی النورین سے حضرت عثمان غنی، الفاروق سے حضرت عمر اور الصدیق سے مراد حضرت ابو بکر صدیق کی ذات مبارکہ کو سمجھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید میں تحریف، ختم نبوت کی عقیدے میں ابہام دین اسلام کے فاسد ہونے اور انبیاء کرام کے علم کے حوالے سے دو حرفی ہونے جیسے گھناؤنے نظریات کا پرچار کرنے کی وجہ سے ماضی قریب میں صوفیہ نوربخشیہ کا امامیہ کے ساتھ شدید اختلاف رہاہے نہ صرف اختلاف رہاہے بلکہ شدید تناؤ کی وجہ سے گزشتہ 2 عشروں سے لوئر کورٹ اور ہائی کورٹ میں کئی مقدمات زیر سماعت ہیں۔

فقیر ابراہیمؒ کی وفات کے بعد الفقہ الاحوط کمپیوٹرائز ایڈیشن کے خلاف مہم چلانے والے مفاد پرستوں نے شخصیت پرستی کو خوب ہوا دی جس کے نتیجے میں علماء پر عوام کا اعتماد مجروع ہوا اور نہ صرف علماء پر اعتماد کو ٹھیس پہنچائی بلکہ ان لوگوں نے نے علماء میں بھی تفریق ڈالنے کے لیے علمائے ظاہر اور علمائے باطن کے نعروں کو روائج دیا۔

فقیر ابراہیمؒ کی وفات سے پہلے ایک مقرر اکثر جلسوں میں امامیہ کے خلاف کھل کر بولتے نظر آتا تھا وہ اپنے تقریروں میں یہاں تک کہتا تھا کہ

"امامیہ والوں سے کبھی صلح نہیں ہوگی چونکہ اُن کا نظریہ صوفیہ نوربخشیہ کی تعلیمات سے متصادم اور اُن کے کردار و گفتار میں تضادات ہیں جب عدالتی فیصلے اُن کے خلاف آنے کا اندیشہ ہو تو یہ لوگ چالاکی سے صلح کی باتیں کرتے ہیں الھذا یہ یاد رکھو کہ امامیہ سے صلح ہرگز نہیں ہوگی"

آج وہی بندہ اپنی تقریروں میں قسم کھاتا پھرتا ہے کہ

"امامیہ ہمارا کل بھی بھائی تھا وہ ہمارا آج بھی بھائی ہے"

اور موصوف عدالت سے مقدمات واپس لینے کے لیے کوشاں نظر آتا ہے۔ امامیہ کے خلاف مقدمے کے ایک مدعی نے کسی مجلس میں اُن سے پوچھا کہ

"ہم امامیہ کے فلان فلان غیر اسلامی عقائد و نظریات کی وجہ سے گزشتہ 2 عشروں سے تن و من کی بازی لگا کر عدالتوں کا چکر کاٹ رہے ہیں کیا تصوف اور اسلامی شریعت میں ایسے عقائد و نظریات رکھنے والوں سے صلح کر کے کیس واپس لینا جائز ہے؟"

تو موصوف ایک گہری ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا کہ

" شریعی طور پر تو جائز نہیں ہے البتہ ہم نے اس وقت مفاہمت کا راستہ اپنایا ہے اس لیے کیس واپس لیا جائے تو کوئی حرج نہیں"

گویا معلوم ہوا کہ موصوف کو شریعت محمدی ﷺ سے زیادہ مفاہمت کا راستہ عزیز ہے۔

باہر سے دیکھنے والوں کو صاف نظر آتا ہے کہ امامیہ نوربخشیہ پہلے ہی اُن کے حامی ہیں اب مفادات کی جنگ میں صوفیہ نوربخشیہ کا شیرازہ بکھیر چکا ہے۔ ان کی پالیسی اور ترجیحات بدل چکی ہے۔ ایسے میں کتاب شاہ ہمدان اور مرد قہستانی کے مصنف اُستاد غلام حسین انجم دنیوری نے مناسب موقع دیکھا کہ کیوں نہ ان بچے کھچے نوربخشیوں کو جعلی کتابوں اور غیر تحقیقی لٹریچر کے ذریعے شیعت کا ذیلی برانچ قرار دیا جائے اور گلگت بلتستان کے اسماعیلی مذہب اور سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کو امامیہ اثنا عشریہ کے ساتھ ملا کر شیعہ اسٹیٹ قرار دینے میں اپنا کردار ادا کرے۔

تبصـــرہ

صاحبِ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی نے تحقیق کے نام پر جہاں تاریخ کی دھجیاں اُڑائی وہاں شاہ ہمدان اور میر سید محمد نوربخش کی کتب و رسائل کی عبارتوں کا من مانی ترجمے و تحریفات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ دو عظیم ہستیاں مذہبی و مسلکی اعتبار سے شیعہ اثنا عشریہ کے بڑے مجتہد اور آیت اللہ تھے۔ موصوف نے کتاب

میں جگہ جگہ اس بات پر زور دیا ہے کہ میر سید علی ہمدانی اور سید محمد نوربخش کے پیروکار چاہے صوفیہ نوربخشیہ ہوں یا امامیہ نوربخشیہ ان دونوں کو دور کرنے کی بجائے جتنا ممکن ہو ان کو قریب رکھنا چاہیئے چونکہ یہ ہمارے مومن بھائی ہیں۔

مذکورہ کتاب کے مصنف جناب غلام حسین انجم دنیوری صاحب خود کو انصاف پسند، غیر جانبدار محقق اور اپنی اس کاوش کو تحقیقی معیار کے اُس بلند مقام پر فائز سمجھتے ہوئے حضرت شاہ ہمدان کے احوال و آثار اور اُن کی زندگی کے مختلف گوشوں پر کام کرنے والے محققین اور لکھاریوں کے کام کو غیر معیاری اور اُنہیں متعصب قرار دیتے ہیں۔ کتاب میں شاہ ہمدان کے مسلک کے بیان کے تحت صفحہ نمبر 48 پر موصوف اُن محققین اور قلم کاروں کے کاموں پر اعتراض اور شکایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

" تحقیق کرنے والوں نے مسلکِ شاہ ہمدان کے بارے میں غیر جانبدار رائے نہیں دی جب کہ آپ کی کتابوں اور احوال و آثار سے آپ کا مسلک واضح ہو جاتا ہے اگرچہ ہر سال شاہ ہمدان کے نام سے کانفرنسیں منعقد ہوتیں ہیں اور بہت سے مضامین اور مقالے لکھے جاتے ہیں اور لکھاریوں نے تاریخ و تحقیق سے انصاف نہیں کیا ہے۔ مورخ اور محقق کو بے باک جرآت مند اور غیر متعصب ہونا چاہئے تاکہ تاریخ کے گم شدہ اوراق سے پردہ ہٹ جائے"

آیئے اب ہم شیخ غلام حسین انجم دنیوری صاحب کے انصاف پسند نظریہ، اُصول اور اُن کے غیر جانبدارنہ تحقیقی معیار کا جائزہ لیتے ہیں۔

شیخ نورالدین جعفر بدخشی

حضرت شاہ ہمدان کے کامل خلیفہ شیخ نورالدین جعفر بدخشی کے حوالے سے شیخ غلام حسین صاحب صفحہ نمبر 31 پر لکھتے ہیں کہ

" جناب جعفر بدخشیؒ نے کتاب خلاصۃ المناقب حضرت شاہ ہمدان کی وفات کے بعد 797 ہجری میں لکھا ہے"

حالانکہ کتاب کی ابتداء میں مصنف اپنے مقدمے میں تاریخِ تحریر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ جان لو اے دوست

اس خلاصۃ المناقب کا افتتاح تحریر میں آیا ہے 787 ہجری ماہ صفر کے اواخر جمعہ کے دن ختلان کے مبارک علاقے میں اس خانقاہ اعظم میں جہاں سیادت کا نور چکا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے یہ کتاب شیخ نور الدین جعفر بدخشی نے حضرت شاہ ہمدانؒ کے وصال فرمانے کے 2 ماہ بعد لکھنا شروع کیا چونکہ حضرت شاہ ہمدانؒ کی تاریخ وصال 6 ذوالحجہ 786ھ بمقام کنر افغانستان ہے۔ نیز اسی طرح حضرت نورالدین جعفر بدخشیؒ حضرت شاہ ہمدانؒ کے بعد صرف 11 سال زندہ رہے اور 797 ہجری میں بدخشان میں اپنے آبائی علاقہ روستہ بازار میں وصال ہوئے۔

شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ

صاحبِ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی نے جہاں شاہ ہمدانؒ پر لکھنے والے دیگر قلم کاروں کے کاموں کو ناقص اور اپنی تحقیق کو اعلیٰ وارفع قرار دیا ہے وہاں اُنھوں نے نقل در نقل کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے صفحہ نمبر 11 پر حضرت شاہ ہمدانؒ کی تربیت حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے سپرد کرنے کا ذکر ہے اور حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کو حضرت شاہ ہمدانؒ کا ماموں قرار دیا ہے۔ اس بارے میں جناب غلام حسین انجم صاحب کا کوئی قصور نہیں ہے اُنھوں نے دوسروں کی لکھی ہوئی باتوں کو ہو بہو نقل کیا ہے، اُن سے پہلے بھی کئی نامور قلم کاروں نے نام کے اشتباہ کی وجہ سے حضرت شاہ ہمدانؒ کے ماموں سید علاء لدین کو شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ سمجھنے کی غلطی کی ہے جب کہ سید علاء الدین اور شیخ علاء الدولہ 2 مختلف شخصیات ہیں۔ سید علاء الدین اور شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے بارے میں تفصیلات کے لیے میرے مقالا "شاہمدان سے منسوب آثار، تحریفات اور اُن کے اثرات" سے کتاب کشمیر میں اسلامی انقلاب اور حضرت شاہ ہمدان میں شائع ہوا ہے شاید عنقریب یہ کتاب پاکستان سے بھی شائع ہونے والی ہے۔

شاہ ہمدانؒ کا مسلک

صاحبِ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی کے مصنف نے حضرت شاہ ہمدانؒ کے مسلک کو شیعہ اثنا عشریہ ثابت

کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی اُنھوں نے اس ضمن میں حضرت شاہ ہمدانؒ کے مسلک کے حوالے سے کتاب میں 3 نظریاتی عنوانات باندھے۔ اُن میں شیعہ تراش مصنف قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین، ایرانی شیعہ قلم کاروں کے مقالات اور حضرت شاہ ہمدانؒ کی کتب ورسائل سے آپ کی اہل بیت علیہم السلام سے مودت کو بنیاد بنایا ہے۔

مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 53 میں حضرت شاہ ہمدانؒ کا مسلک اہل سنت ہونے کے رد میں لکھتے ہیں کہ

"ڈاکٹر غلام محی الدین نے اپنی کتاب کشمیر میں محمد دین فوق نے اپنی کتاب مکمل تاریخ کشمیر میں مولوی غلام قادر نے اپنی کتاب مقدمہ ذخیرۃ الملوک میں ڈاکٹر صابر آفاقی نے جلوہ کشمیر میں پیر حسن شاہ نے تاریخ حسن میں مولوی حشمت اللہ خان نے تاریخ جموں میں پروفیسر عبدالرحمن ہمدانی نے سالار عجم میں مولوی عبدالرشید انصاری نے بلتستان کے مذہبی حالات میں حکیم محمد سعد نے ذکر شاہ ہمدان میں آپ کو سنی شافعی حنفی لکھا ہے ان حضرات کی یہ رائے کہ آپ شافعی حنفی تھے جو درست نہیں ہے"

موصوف اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے صفحہ نمبر 53 اور 54 میں حضرت شاہ ہمدانؒ کے رسالہ اورادیہ امیریہ کے متن سے ایک عربی عبارت کو شامل کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کا من گھڑت اور اُلٹا ترجمہ کرتے ہیں کہ

" اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو مسلک حنفی شافعی اور اہل سنت سے لاتعلق قرار دیے کر فرمایا کہ دوسرے اسلامی ممالک میں حنفی اور شافعی اور اہل سنت کے دیگر فرقوں میں تجھے کوئی گروہ نہیں ملے گا جو صبح اور عصر کی نمازوں کے بعد بلند آواز کے ساتھ کم یا زیادہ اوراد پڑھتے ہو۔ یہ لوگ اپنے اماموں کی انتہائی محبت کی وجہ سے ان سے روایت کی ہر بات پر یقین کرتے ہیں اور اسلام کے دوسرے فرقوں کا انکار کرتے ہیں اور یہی طرز عمل ان کے علم کی کمی اور انصاف کی فقدان کی وجہ ہے"

در حقیقت جناب غلام حسین انجم صاحب نے جھوٹ، فریب، تحریف اور نہایت چالاکی سے من پسند ترجمہ کر کے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ حضرت شاہ ہمدانؒ رسالہ اورادیہ امیریہ میں ایک صوفی کے لیے ضروری آداب اور اذکار کے بیان میں فرماتے ہیں کہ

"اذکار کی پابندی، کرنا نیند کو خیر باد کہنا، کھانے سے معدے کو خالی رکھنا، اور راتوں اور دنوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ محنت اور مشقت، بھوک، پیاس، عریانی جسم اور ذلت خواری جیسی فریبوں کو چھوڑ دینا۔ لیکن ہر کسی کو اس بلند درجہ کا حصول کیوں کر میسر ہو گا۔ سو سب لوگوں پر یہ ضروری قرار پایا کہ وہ اپنے لیے اوراد ترتیب دیں کیوں کہ اگر طالب حق کو اعلی رتبہ نہ بھی ملے تو کم از کم ادنی رتبہ پالے۔(اگر موسلادھار بارش نہ بھی پڑے تو کم از کم شبنم پہنچتے رہتے ہیں القران بقرہ 265) مسلم تمام ممالک میں گروہ حنفیہ و شافعیہ وغیرہ اہل سنت میں سے تُو ایسے کسی جماعت کو نہیں پائے گا مگر اُن کے لیے کم و بیش اوراد ترتیب نہ دیا ہو وہ ان اوراد کو فجر و عصر کے دونوں وقتوں میں بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ بیشک ہر کسی نے اپنے ہی امام کے ساتھ شغف رکھا ہے اور اُسی کو لیتے ہیں جو ان سے ملا ہے۔ اور دوسرے گروہوں کے ترتیب دی ہوئی اوراد سے انکار کرتے ہیں۔ یہ اُن کی علمی کوتاہی اور انصاف کی کمی کی وجہ سے ہے یا اغواہ کرنے والے تعصب، اُن کے شکار کرنے والے حسد اور ہلاکت میں ڈالنے والی خود پسندی کی وجہ سے ہے"

اب قارئین کو چاہیے کہ وہ دونوں ترجمے کا بغور موازنہ کریں۔ عربی سے شغف رکھنے والوں کے لیے درجہ بالا عبارت کا ایک قلمی نسخے کا عکس نیچے دیا جارہا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

فقہی اور عقائد کے اعتبار سے یہ بات بہت سے نور بخشیوں کو بھی ناگوار گزرے گا مگر حقیقت یہی ہے کہ مسلکِ شاہ ہمدانؒ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عقائد کے لحاظ سے حضرت شاہ ہمدانؒ کا مسلک اہل سنت و الجماعت ہے اور آپؒ کے سوانح پر لکھی گئی دوسری قدیم اور مستند کتاب منقبت الجواہر کے مطابق فقہی اعتبار سے آپؒ پہلے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پیروکار تھے بعد میں حضور اکرم ﷺ نے ایک خوب کے ذریعے حضرت امام

شافعیؒ کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح آپؒ کی شہرہ آفاق کتاب ذخیرۃ الملوک کے باب چہارم میں میاں بیوی کے حقوق کے بیان میں لکھتے ہیں۔

"کہ ہر مومن پر واجب ولازم ہے کہ اہل سنت کے عقائد کے مطابق اپنے گھر والوں کو دینی امور کی تعلیم دے۔"

رسالہ خواطریہ

محترم غلام حسین انجم صاحب نے حضرت شاہ ہمدان کے مختلف رسالوں اور اُن سے منسوب رسالہ مودت القرباء جس کا اصل مولف سید علی ہمدانی ابن شہاب الدین علوی المعروف سیاہ پوش ہے، سے اقتباسات اور احادیث کے ذریعے اہل بیت علیہم السلام سے حضرت شاہ ہمدانؒ کی مودت و محبت کو دلیل بنا کر آپؒ کو شیعہ اثناعشریہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اہل بیت علیہم السلام سے مودت ہر مسلمان اور صوفی کے ایمان کا حصہ ہے۔ لھذا اہل بیت سے مودت کی بنیاد پر کسی کو شیعہ قرار دینا انصاف پسندی نہیں شیعہ تراشی ہے۔ محترم غلام حسین انجم صاحب سے پہلے ایسا ہی کام مشہور شیعہ تراش عالم قاضی نور اللہ شوستری نے کیا تھا اُنھوں نے اہل بیت سے مودت کی بنیاد پر نہ صرف حضرت شاہ ہمدانؒ اور میر سید محمد نور بخشؒ کو شیعہ قرار دیا تھا بلکہ امام غزالیؒ جیسے بڑے بڑے ائمہ اہل سنت کو بھی شیعہ ثابت کرنے کی مضحیکہ خیزی کی تھی قاضی نور اللہ شوستری کی کتاب مجالس المومنین کا دندان شکن جواب ہندوستان سے توفیق احمد قادری امروہوی نے اپنی کتاب قاضی نور اللہ شوستری کا تجاہل عارفانہ میں دیا ہے قارئین اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں۔

شاہ ہمدانؒ کے مسلک کے بارے میں کچھ کہنے یا لکھنے سے پہلے جناب محترم غلام حسین انجم صاحب حضرت شاہ ہمدانؒ کی کتاب رسالہ خواطریہ کا انصاف کی نظر سے مطالعہ کرتے پھر کہتے کہ شاہ ہمدانؒ کا مسلک کیا ہے۔ اس رسالے میں حضرت شاہ ہمدانؒ نے شیطان کی دو قسم شیطانِ حستی اور شیطانِ معنوی کا ذکر کیا ہے۔ شیطان معنوی اُن لوگوں کو قرار دیا ہے جو نیک عقیدوں اور اچھے کاموں کے آڑ میں لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ فرمایا یہ شیاطین شیعوں میں بالعموم اور امامیہ میں بالخصوص عیاں ہیں کہ اُنھوں نے حب اہل بیت جو کہ واقعی ایمان کی بنیاد ہے کو آڑ بنا کر صحابہ کی تکفیر کی۔ کیونکہ اُنھوں نے خلافت میں اہل بیت آگے نہیں رکھا اور ان میں

سے کچھ لوگوں نے یہ گمراہ کن بات کی کہ جبرائیل نے قرآن کی وحی علی کی بجائے محمد پر لائی اور کچھ لوگوں نے یہاں تک کہا حضور ﷺ علی کا حق بیان کرتے ہوئے لوگوں کی ڈر کی وجہ سے ہچکچاتے رہے اور کچھ لوگوں نے انتہا کر دی کہ اللہ سے بھی غلطی ہو گئی کہ اُس نے قرآن میں علی کا حق واضح الفاظ میں بیان نہیں کیا۔ شاہ ہمدانؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس ایسے معنوی شیطان کا شاگرد ہے۔ اُس سے سیکھتا ہے کہ لوگوں کو کیسے گمراہ کرنا ہے۔

امام مہدی

شیعہ اثنا عشریہ اور سلسلہ نوربخشیہ میں واضح فرق یہ ہے کہ اہل تشیع امام محمد بن حسن عسکری کو امام مہدی اور اُن کی غیابت پر یقین رکھتے ہیں اُنہیں امام صاحب عصر و زمان قائم آل محمد اور امام مہدی مانتے ہیں اُن کے ہر مجلس میں امام محمد بن حسن عسکری (امام مہدیؑ) کی غیابت کبریٰ سے جلد ظہور اور رجعت کی دعا کرتے ہیں۔ مشہور زمانہ کتاب سیرۃ المعصومین جلد دوئم (ناشر ادارہ الصفا امامیہ نوربخشیہ محمود آباد کراچی اشاعت اگست 2001 زیر نظر شیخ سکندر حسین جامع امامیہ نوربخشیہ کراچی) کے مطابق دین اسلام حضرت علیؑ کے بعد فاسد ہو چکا ہے جب امام مہدیؑ غیابت کبریٰ سے باہر نکلے گا تب دین کی از سر نو اصلاح کریں گے۔ جبکہ نوربخشیوں کا اصل عقیدہ ہے کہ امام محمد بن حسن عسکریؑ قطب ابدال کے درجے پر فائز تھے اُن کا وصال ہو چکا ہے۔ کتاب العروہ صفحہ نمبر 469 میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ لکھتے ہیں۔

"کہ جب علی بن الحسین البغدادی نے وفات پائی تو آپ علیہ السلام اُن کی جگہ قطب ابدال بنے۔ جب آپ علیہ السلام جوار حق میں ملے تو عثمان بن یعقوب الجوینی الخراسانی اور اُن کے ساتھیوں نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کیا۔"

حضرت سید محمد نوربخشؒ رسالہ الھدیٰ میں لکھتے ہیں۔

"کہ امام محمد بن عسکری اپنے آباواجداد سے مل چکے ہیں اُن کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ "

غلام حسین انجم دنیوری صاحب نے رسالہ اعتقادیہ کی عبارت کا ترجمہ آدم الاولیاء حضرت علی علیہ السلام اور خاتم الاولیاء امام مہدی کو امام محمد بن حسن عسکری کی ذات سمجھنے کی غلطی کرتے ہوئے اپنی کتاب میں نوربخشیوں کے کتاب سے امام مہدی آخر الزمان کو بطور ثبوت پیش کیا ہے یہ غلطی بھی کوئی نئ نہیں ہے شیخ غلام حسین انجم صاحب جیسے کئی لوگوں نے فی زمانہ نوربخشیوں کو ایک مخصوص مسلکی لبادہ پہنانے کی کوشش میں سلسلہ نوربخشیہ کے عقائد و نظریات کو تختہ مشق بناتے ہوئے غیر محسوس طریقے سے نوربخشیوں میں درآمدی عقائد و اعمال شامل کرتے گئے یہی وجہ ہے کہ رسالہ اعتقادیہ کی مذکورہ عبارت کا اُردو ترجمہ کرتے وقت نوربخشی متراجم حضرات نے بھی امام محمد مہدی لکھا ہے اسی مغالطے کی وجہ سے نوربخشیوں کی کثیر تعداد حضرت امام محمد بن حسن عسکری کو امام مہدی سمجھتے ہیں اور یہ لوگ امام مہدی کے پردہ غیب میں ہونے پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ رسالہ اعتقادیہ یا میر سید محمد نوربخشؒ کے کسی کتاب میں اماموں کی تعداد 12 ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اماموں کی تعداد کے حوالے سے میر سید محمد نوربخشؒ رسالہ الھدی میں لکھتے ہیں۔

"کہ اماموں کو تعداد میں منحصر کرنا خلفائے عباسیہ کی چال ہے۔"

امام مہدی کے حوالے سے ڈاکٹر غلام رسول جان صاحب تحفۃ الاحباب کے حواشی صفحہ نمبر 457 پر لکھتے ہیں۔"

کہ مکتب تشیع سے وابستہ افراد اپنے بارہویں حجت محمد بن حسن عسکری کو امام زمان، صاحب الزمان قائم آل محمد، قائم، امام مہدی، حجت منتظر وغیرہ کے القاب سے سرفراز کرتے ہیں اور وہ امام مہدی کے مقررہ مدت تک غیابت کے معتقد ہیں جس سے غیبت کبریٰ کا نام دیا گیا ہے۔ جب کہ حضرت سید محمد نوربخش امام محمد بن حسن عسکری کی غیبت کے قائل نہ تھے۔"

میر سید محمد نوربخشؒ

تحفۃ الاحباب میں کہیں بھی میر سید محمد نوربخشؒ اور اس کے پیروکاروں کا مسلک شیعہ اثنا عشریہ نہیں لکھا

ہے لیکن صاحبِ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی نے یہاں بھی اس کتاب کا حوالہ دے کر من پسند تشریح و معنی و مفہوم نکالتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ شیعہ اثنا عشریہ ہے صفحہ نمبر 115 پر موصوف لکھتے ہیں کہ

"جناب ملا محمد علی کشمیری نے اپنی کتاب تحفۃ الاحباب میں آیت اللہ میر سید محمد نور بخشؒ کے مذہب کو مذہب ائمہ اثنا عشر قرار دیاہے آپ لکھتے ہیں کہ مذہب مستقیم امام المتقین و متقدیم المتکلمین امام محمد نور بخشؒ کہ اصل ملت و مذہب ائمہ معصومین و شریعت خالصہ حضرت سید المرسلین بود۔ المختصر نور بخشی شیعہ اثناء عشری ہیں"

ڈاکٹر غلام رسول جان نے تحفۃ الاحباب کی اس فارسی عبارت کا یوں ترجمہ کیاہے۔

"حضرت امام المحققین، ملت قویم قطب المتکلمین امام محمد نور بخش جو کہ اصل دین، مذہب ائمہ معصومین اور حضرت سید المرسلین کی خالص شریعت تھی کی طرف رجوع کیا"

ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ اور جز ایمان ہے کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے آل سے محبت اور اُن کی روش جو شریعت مصطفی ﷺ ہے پر عمل پیرا ہو۔ سلسلہ نور بخشیہ کے تمام مشائخ کا یہ خاصہ ہیں کہ اُن کے کتب ورسائل اور ملفوظات میں جابجا مودت اہلبیت اور شریعت محمدی ﷺ کو ہر چیز پر مقدم پایا جاتا ہے۔ میر سید محمد نور بخشؒ کا دعوی بھی یہی ہے کہ وہ شریعت محمدی ﷺ کو ہو بہو رائج کرنے پر مامور ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں رائج تھی۔ لہذا مودت و مذہب ائمہ معصومین اور شریعت محمدی کے داعی ہونے کی بنیاد پر میر سید محمد نور بخشؒ کو شیعہ اثنا عشریہ قرار دینا دانش مندی نہیں بلکہ تنگ نظری اور کم علمی کی علامت ہے۔

صاحبِ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی نے نور بخشیوں کے ہاں مروجہ اذان کے اضافی کلمات کو میر سید محمد نور بخشؒ اور آپؒ کے پیروکاروں کو شیعہ اثنا عشریہ ہونے کی دلیل کے طور پر پیش کیاہے حالانکہ میر نور بخشؒ کی الفقہ الاحوط یا اُن کی دیگر کتب ورسائل کہیں بھی مروجہ اذان کے اضافی کلمات نہیں ہیں البتہ فقہ احوط کے فارسی ترجمہ اور شرح کے چند مخطوطات کے حاشیوں پر مروجہ اذان موجود ہے۔ فقہ احوط کے اُن چند مخطوطات کے

حاشیوں میں موجود مروجہ اذان جو بعد میں لکھا گیا ہے اُن کو بنیاد بنا کر امامیہ نوربخشیہ کے مولانا اعجاز حسین غریبی نے فقہ احوط کی عربی متن میں تحریف کرتے ہوئے مروجہ اذان کو شامل کیا پھر اُسی مروجہ اذان کا اُردو ترجمہ کیا ہے۔اسی طرح متحدہ ہندوستان کے دور میں فقہ احوط کی شرح مطبع اعجاز پریس سے پرنٹ کرتے وقت اعجاز غریبی اور غلام حسین انجم جیسے لوگوں کے ہاتھ لگی تو کتاب میں کئی جگہوں میں تحریفات کرنے کے ساتھ ساتھ سرورق پر فقہ لاجواب امامیہ نوربخش لکھ ڈالا آج یہی امامیہ والے اور شیخ غلام حسین انجم فقہ احوط کے اس طبع کو سلسلہ صوفیہ نوربخشیہ کے نام میں امامیہ کو بطور ثبوت پیش کرتے ہیں۔

میر شمس الدین عراقیؒ

شیخ غلام حسین انجم صاحب نے کشمیر کی تاریخ پر لکھی گئی کتابوں کی بنیاد پر میر شمس الدین عراقیؒ کو شیعہ اثنا عشریہ کا عظیم مبلغ قرار دیا ہے۔موصوف کو چاہیئے تھا کہ وہ اتنا بڑا دعوی کرنے سے پہلے کتاب تحفۃ الاحباب پر بھی توجہ دیتے یہ کتاب تاریخ کشمیر پر لکھی گئی تمام کتابوں سے پہلی لکھی گئی ہے جس کا مصنف مولا محمد علی کشمیری راسخ العقیدہ نوربخشی تھے اُنہیں میر شمس الدین عراقیؒ کا مرید ہونا کا شرف حاصل ہے۔تحفۃ الاحباب کے مطالعے سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا کہ میر شمس الدین عراقیؒ کون تھے۔ سرینگر کشمیر سے تحفۃ الاحباب کے مترجم جناب ڈاکٹر غلام رسول جان صاحب فقہی اعتبار سے اہل تشیع ہونے کے باوجود کتاب کے مقدمے میں علم دوستی اور فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاں نوربخشیہ کو شیعہ اثنا عشریہ کہنے کے بجائے الگ سلسلہ تصوف اور اس کے صوفیانہ عقائد و اعمال کا کھل کر دفاع کیا ہے وہاں میر عراقیؒ کا مسلک اور خطہ کشمیر میں اُن کی اسلامی خدمات پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔اُنھوں نے اس کتاب کو تاریخ نوربخشیہ کا انسائیکلوپیڈیا اور میر شمس الدین عراقیؒ کے سوانح کا جامع اور مستند مناقب قرار دیا ہے۔

حرفِ آخر

سلسلہ نوربخشیہ کو خالصہ سرکار سمجھنے والے اُن قلم کاروں کو چاہئے کہ وہ اپنے عقیدے کو چھوڑو نہیں

دوسرے کے عقیدے کو چھیڑو نہیں کی پالیسی پر عمل پیرا رہیں اور اُنہیں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ ہم سن اکیسویں صدی کے علمی اور تحقیقی دور سے گزر رہے ہیں ایک کلک پر ہزاروں ڈیجیٹل لائبریری سے لاکھوں مخطوطات تک رسائی کی اس تیز ترین ترقی یافتہ دور کو سن 40 اور 50 کی دہائی سمجھنے کی غلطی نہ کریں چونکہ رب کریم کے فضل و کرم سے اس سلسلہ کے اسلاف کے وہ تمام مدفن علمی خزانے دریافت ہونے کے بعد سلسلہ نوربخشیہ علمی طور پر امیر کبیر اور اس کے درخشان ماضی کا وہ سنہرا دور لوٹ آتا ہوا دکھائی دے رہا ہے یہ الگ بات ہے کہ چند مفاد پرستوں کی وجہ سے ہمارے اتفاق و اتحاد اور اندرونی اعتماد کو متاثر کیا ہوا ہے اب نوجوان نسل تصوف کے لبادے میں چھپے اُن ٹھگوں کو سمجھ چکی ہے۔

شاہ ہمدان اور مرد قہستانی کے مصنف کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مجھ جیسا نالائق آپ کے کتاب پر مدلل تبصرہ لکھنے کی جسارت کر سکتا ہے تو میرے استاذہ کرام اور ہمارے علماء و محققین کے علمی معیار کا کیا عالم ہو گا؟ اگر وہ لوگ جواب لکھنے لگے تو آپ کے اپنے لوگ آپ کو کوسیں گے۔

حوالاجات

1۔ شاہ ہمدان اور مرد قہستانی شیخ غلام حسین انجم دنیوری

2۔ فقہ احوط

3۔ رسالہ اعتقادیہ

4۔ مجموعہ رسائل شاہ ہمدان

5۔ تحفۃ الاحباب

6۔ تاریخ کشمیر

7۔ واقعات کشمیر

8۔ تاریخ حسن

9۔ ذخیرۃ الملوک

10۔ مجموعہ مقالات میر سید علی ہمدای بین الاقوامی کانفرنس

11۔ امیر کبیر سید علی ہمدانی ڈاکٹر سعیدہ اشرف ظفر

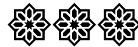
12۔ خلاصۃ المناقب

13۔ رسالہ اورادیہ امیریہ

14۔ مشجر الاولیاء

15۔ حیات شاہ ہمدان ڈاکٹر شمس الدین احمد

16۔ سیرۃ المعصومین جلد دوئم (ناشر ادارہ الصفا امامیہ نوربخشیہ محمود آباد کراچی اشاعت اگست 2001 زیر نظر شیخ سکندر حسین جامع امامیہ نوربخشیہ کراچی)



وملازمة الاذكار وهجر المنام وخلو المعدة من الطعام ومكايدة انواع
المحن والجوع والعري والذل على مرور الليالي والايام واني تيسر لكل
احد هذه الدرجة فبالضرورة تعين على الكافة ترتيب الاوراد فان
الطالب اذا فاته الرتبة العليا فلا اقل من ان يكون ممن ادرك الادنى
فان لم يصبها وابل فطل ولن تجد جماعة من طوايف الحنفية والشافعية
وغيرهم من اهل السنة في ساير بلاد الاسلام الا ولهم اوراد مرتبة وقل
او كثر يجهرون به في الوقتين بعد الفجر والعصر فانما شغف كل اناس بما فيهم
وما يلفقون منهم ويستنكرون ترتيب طوايف اخر وذلك اما القصور
العلم وقلة الانصاف واما للتعصب المغوي والحسد الموبق والعجب
المهلك قال الله تعالى ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه
ولا شك ان الاسرار في العبادات والاذكار اما بعد من الرياء والتصنع
فهو افضل واسلم في حق من يخاف من وقوعه فيه فان لم يخف ولم
يكن في موضع الجهر ما يشوش الوقت على المصلي الاخر فالجهر افضل من وجوه
الاول لان العمل في الجهر اكثر والاجر على قدر السعي والمشقة الثاني فايدة
الجهر يتعلق بغيره والخير المتعدي افضل من اللازم والثالث ذكر الجهر ينبه قلب
الذاكر والقاري من سنة الغفلة الرابع يجمع همه الى التفكر في صنعته وسره
ويصرف السمع اليه الخامس يطرد النوم برفع الصوت السادس يزيد في نشاطه

تذکرا ولیاء

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حسن کھربولداخ

(نوٹ)زیر نظر مضمون حضرت شیخ علاوالدولہ سمنانی کی مشہور کتاب العروۃ لاہل الخلوۃ والجلوۃ ترجمہ مولانا علی محمد ہادی میں میرے لکھے مقدمے کا اٹھانوے فیصد نقل ہے تاہم مضمون نگار نے اپنی جانب سے کچھ اضافہ بھی کیاہے چنانچہ شامل کیاجاتاہے۔

کنیت ابوالمکارم، لقب رکن الدّین، خطاب علاؤالدولہ نام احمد بن محمد بن احمد اور نسبتی نام البیابانکی السمنانی ہیں آپ ذوالحجہ ۶۵۹ھ مطابق نومبر ۱۲۶۱ء میں قریۂ بیابانک سمنان ایران کے ایک باثروت ایرانی خاندان میں متولّد ہوئے۔ تعلیم و تربیت کے لئے صدر الدین اخفش، سید ابراہیم سمنانیؒ، اخی شرف الدین سعد اللہؒ اور شیخ عبدالرحمن اسفرائنی کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا۔ پندرہ برس کی عمر میں اپنے چچا کی تحریک پر آپ علاقے کے منگول حکمران ارغون کے دربار سے منسلک ہوئے جو بدھ مت کا راسخ العقیدہ پیرو تھا اور اسلام کے بارے میں معاندانہ رویہّ رکھتا تھا۔ بدھ راہب یا بخشی (اردو میں بھکشو) اس دربار میں اہم عہدوں پر فائز تھے اور ارغون کی حمایت میں مسلمان علماء سے بحث و مباحثہ کا بازار گرم رکھتے تھے۔

۱۶ صفر ۶۸۳ھ / ۴ مئی ۱۲۸۴ء کو حضرت شیخ نے ۲۴ سال کی عمر میں ارغون اور ایک اور منگول حکمران الیناق کے درمیان ایک معرکہ کارزار میں حصہ لیادونوں جانب سے مسلمان مر رہے تھے۔ آپ ایک وارداتِ روحانی سے دوچار ہوئے یہ روحانی واردات شیخؒ کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے۔اسی نے شیخ کو راہِ سلوک پر گامزن کر دیا۔اس کے کچھ عرصہ بعد عالمِ رویامیں آپ کو سرورِ کونین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کی زیارت ہوئی۔ اس واقعے کے بعد شیخ نے ماضی کی تمام فروگزاشتوں کے ازالے کے لیے سخت ریاضت اور مجاہدہ شروع کیا۔ آپ ہر رات فوت شدہ دس دنوں کی نمازوں کی قضاپڑھتے اور ہر روز قرآن پاک کی

پانچ آیتیں حفظ کرتے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کو مرشدِ حقیقی کی تلاش ہوئی اور اس راہ میں سب سے پہلے حاجی مہدی اور خواجہ حاجی ابہری ملے جنہوں نے علائق دنیوی سے کنارہ کشی اختیار کر کے زہد و تقویٰ کی زندگی اختیار کر رکھی تھی۔ انہی کے مشورے پر آپ نے ارغون کی ملازمت کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ اور مجاہدہ وریاضت کی زندگی جاری رکھی۔ اس عبادت اور ریاضت میں شرف الدین حسن بن عبداللہ قروانی آپ کے شریک تھے۔

دنیا کی تعلقات سے کنارہ کشی

پھر آپ نے علائقِ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے حضرت شیخ حسن سکّاکؒ کی خانقاہ میں لباسِ فقر و تصوف زیب تن کیا۔ ارغون کی ملازمت تک علومِ عقلی و نقلی پر آپ کو بڑا عبور تھا لیکن دینی تعلیم میں صرف قرآن مجید کی چند مختصر سورتیں یاد تھیں۔ دینی تعلیم کی اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آپ نے فقہ و قانون اور اہلِ ہند، اہلِ یونان، ترک، ایرانی اور عرب قوموں کے نظامہائے عقیدہ و فکر کا مطالعہ کیا۔ آپ نے بہت سے اسلامی فرقوں مثلاً قلندریہ، ابن العربیہ اور نصیریہ وغیرہ کے عقائد و اعمال کا بھی مطالعہ کیا مگر آپ کی تسلی کسی طور نہ ہو سکی۔

مرشد کی عدم موجودگی میں آپ نے کتبِ تصوف بالخصوص ابوطالب مکی کی ''قوتُ القلوب'' کا خصوصی مطالعہ کیا۔ اس مطالعے اور جستجو سے بھی آپ کی تشفی نہ ہو سکی کیونکہ اب تک دین کا جو علم بھی حاصل کیا تھا وہ کتابی اور عقلی تھا جبکہ مشاہدہ اور کشفِ باطن میں ان کتابی علم کو کوئی عمل دخل نہ تھا۔ محرم ۶۸۶ھ / فروری ۱۲۸۷ء تک آپ اسی باطنی کشمکش اور عدم اطمینان کا شکار رہے یہاں تک کہ آپ ایک اور عظیم روحانی تجربے سے دوچار ہوئے تصوف کی تعلیم کے ابتدائی دنوں میں حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ اپنے طور سے مجاہدے اور ریاضت میں مصروف رہے۔ ان دنوں آپ روزانہ تین سو رکعت نماز ادا کرتے اور بارہ ہزار بار ذکر کرتے جو تسبیح، تہلیل اور تکبیر پر مشتمل تھا۔ حضرت شیخ نورالدین اسفرائنیؒ کے ایک مرید اخی شرف الدین سعد اللہ کے سمنان میں وارد ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

قیامِ سمنان کے دوران اخی شرف الدین حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے ساتھ عبادت و دعا میں شریک

رہے۔اخی نے آپ کو شیخ عبد الرحمن اسفرائنی کے طریقِ ذکر سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ نے بھی اسی طریقے پر ذکر کیا جس کا نتیجہ اسی دن "انوار متلونہ غیبیہ" کے مشاہدہ کی صورت میں نکل آیا۔ آپ اس پر ایک عرصہ کار بند رہے اور اخی کے ساتھ عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔

دنیوی مال و منال سے علیحدگی

اگلے مرحلے پر پہنچ کر شیخؒ اس نتیجے پر پہنچے کہ روحانی ترقی کے لیے علائقِ دنیوی مثلاً مال، جائیداد حتیٰ کہ اہلِ خاندان سے بھی کنارہ کشی ضروری ہے۔ آپ کی اراضی سے نوے ہزار درہم سالانہ آمدنی ہوتی تھی جسے آپ راہ خدا میں خرچ کرتے تھے۔ چنانچہ اس دفعہ آپ نے تمام مال و دولت اور جائیداد خدا کی راہ میں دینے کے بعد فقر اور زہد و تقویٰ کا راستہ اختیار کیا۔ رمضان ۶۸۵ھ / اکتوبر ۱۲۸۶ء میں آپ تمام علائق سے کنارہ کش ہو گئے۔ شیخ سکاکی کے نام پر خانقاہِ سکاکیہ تعمیر کر کے اسی میں سخت ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ سخت مجاہدے اور ریاضت کے باعث آپ بیمار پڑ گئے اور شاہی دربار کے معالج بیماری کے علاج سے قاصر رہے لیکن آپ فضلِ خداوندی سے مکمل طور پر شفایاب ہو گئے۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ "ظاہری جسم کی مانند باطنی وجود کو بھی حبِّ دنیا اور ہوائے نفسانی کی پیروی کے امراض سے شفا بخشے گا"۔

شفایابی کے بعد آپ اپنے غائبانہ مرشد شیخ نورالدین اسفرائنی سے ملنے کے لئے بغداد روانہ ہوا جب آپ ہمدان پہنچے تو ارغون نے زبردستی آپ کو بغداد جانے سے روک دیا اور اپنے دربار میں موجود ہندوستان، کشمیر اور تبّت کے بدھ راہبوں کے ساتھ زبردستی مذہبی مناظرے کروائے گئے۔ اللہ تعالی کے فضل و مدد سے آپ نے جلد ہی بدھ راہب کو شکستِ فاش دی۔ ارغون کی شدید مخالفت پر آپ بغداد جانے کی بجائے پھر سمنان واپس آ گئے اور اخی شرف الدین کو حضرت شیخ نور الدین اسفرائنیؒ کی خدمت میں بغداد روانہ کیا اور خود شیخ کی جانب سے جواب کا انتظار کرتے رہے۔

اخی شرف الدین کئی ماہ بعد بغداد سے سمنان واپس آئے اور شیخ اسفرائنیؒ کا آپ کے لیے یہ پیغام لائے کہ "فی الوقت بالمشافہ ملاقات ضروری نہیں ہے بلکہ آپ اخی شرف الدین کی وساطت سے شیخ اسفرائنیؒ کی

راہنمائی میں سمنان میں ہی رہتے ہوئے اعمال و وظائف جاری رکھیں، شیخ اسفر ائنیؒ نے نہ صرف آپ کو خلوت نشینی کی اجازت دی بلکہ اپنے روحانی تجربات، مشاہدات اور معائنات پر مشتمل ایک خط کا جواب بھی ارسال کیااور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے خرقۂ ملمع بھی ارسال کیا۔

بارگاہِ مرشد میں باریابی

ارغون کی ملازمت ترک کرنے کے بعد شیخ نے پہلی بار مضان ۶۸۸ھ / ستمبر ۱۲۸۹ء میں بغداد پہنچ کر حضرت شیخ اسفر ائنیؒ کی خدمت میں حاضری دی۔ ۲۶ رمضان / ۱۳ اکتوبر تک آپ مسجدِ خلیفہ میں گوشہ نشین رہے۔ اس کے بعد شیخ اسفر ائنیؒ کے حکم سے حج بیت اللہ بجالایا۔ فریضۂ حج کے بعد آپ بغداد واپس آئے اور حضرت شیخ سری سقطیؒ کی سنت کے مطابق دو ہفتے کے اعتکاف کی نیت سے خانقاہِ شونیزیہ میں داخل ہوئے۔ آپ نے مزید ایک ماہ اپنے شیخؒ کی صحبت میں گزارا۔ جس کے بعد آپ کو دوسرا خرقہ عطا ہوا اور شیخؒ نے آپ کو مریدین سے بیعت لینے کی اجازت عطا فرمائی۔ اس کے بعد شیخ اسفر ائنیؒ نے آپ کو سمنان واپس جا کر اپنے ماں کی خدمت کرنے کا حکم دیا۔

ان دنوں شیخ علاؤالدولہ اور عبد الرحمن اسفر ائنی دونوں کے خاندان سیاسی آشوب میں گھرے ہوئے تھے شیخ اسفر ائنیؒ کو عین اس وقت حج بیت اللہ کے لیے بھیجنا جب آپ کے والد کو قید اور چچا کو شہید کر دیا تھا، حج کرنے، حرمین شریفین جانے اور واپسی پر عراقی حجاج کے کاروان کے ساتھ واپس آنے کا حکم اسی کا نتیجہ لگتا ہے تاکہ اس طور سے آپ کے سفر کا دورانیہ طول اختیار کر جائے تب تک حالات ساز گار ہوں۔ بہر حال واپسی کے بعد آپ کو اپنی والدہ کی خدمت کی غرض سے سمنان جانے کا حکم دیا۔ اس وقت غازان اور ملوک کے درمیان کشمکش عروج پر تھی۔ منگول دربار کے دیگر زعماء کی طرح شیخؒ کے والد اور چچا پر بھی ملوک کے ساتھ ساز باز کا شبہ تھا۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ اسفر ائنیؒ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کو بغداد سے دُور رکھنا چاہتے تھے جو ان دنوں سیاسی آشوب اور بدامنی کا شکار تھا۔

سمنان واپسی کے بعد شیخ نے کچھ وقت اپنی تعمیر کردہ خانقاہِ سکاکیہ سے خود کو وابستہ کر لیا۔ بعد ازاں آپ

نے اپنے آبائی علاقے بیابانک کے باہر ''صوفی آباد'' کے نام سے ایک عظیم خانقاہ تعمیر کرائی۔ یہاں آپ اخی شرف الدین کی وساطت سے شیخ نور الدین اسفرائنیؒ کی رہنمائی میں خلوت گزین ہو کر ہمہ تن عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس دوران آپ نے خود بھی مریدین کی رشد وہدایت کا کام شروع کر دیا اور آپ کے مریدوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ نے اس مدت میں کثرت سے اعتکاف یا اربعینات بجالائیں چنانچہ خانقاہِ سکاکیہ میں آپ ایک سو چالیس بار اور خانقاہ کے باہر مختلف مقامات پر ایک سو تیس بار اعتکاف نشین ہوئے۔ آپ نے اس دوران الخانیدی دربار سے مسلسل دُوری اختیار کیے رکھی کیونکہ بادشاہ کو آپ کا شیخ اسفرائنی سے تعلق پسند نہ تھا۔ شیخؒ نے اپنے مرشد سے مسلسل رابطہ رکھا۔ شیخ اسفرائنیؒ اور آپ کے درمیان ہونے والی خط و کتابت میں جہاں راہِ سلوک میں پیش آنے والی مشکلات کے باب میں آپ کے سوالات کے جواب موجود ہیں، جن سے مرید اور مرشد کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے خطوط کا یہ مجموعہ تہران سے شائع ہو چکا ہے۔

ارغون کے بعد ابو سعید وہاں کا حکمران بنا۔ ابو سعید کے امراء میں سے امیر چوپان اور امیر نوروز آپ کے بڑے معتقد تھے۔ ان کے دور میں شیخؒ کی قدر و منزلت میں پھر اضافہ ہوا۔ اس دور میں شیخؒ کو سلطنت کے سیاسی اور مذہبی معاملات میں خاصا عمل دخل حاصل رہا اس دوران شیخؒ نے متعدد بار بغداد کا سفر اختیار کیا اور ایک یا دو بار مکہ معظمہ بھی گئے۔

وفاتِ حسرت آیات

آخری دنوں میں شیخؒ مریدوں کے ایک بڑے حلقے میں گھرے رہتے تھے۔ آپ نے ۲۲ رجب ۷۳٦ھ بمطابق ٦ مارچ ۱۳۳٦ء کو صوفی آبادِ خداداد کے برجِ احرار میں وفات پائی اور قبرستانِ عماد الدین عبد الوہاب میں مدفون ہوئے۔ آپ کا روضۂ مبارک آپ کی ویران خانقاہ کے باہر آج بھی موجود ہے۔ بدقسمتی سے بارش کے لیے ایک معمولی آڑ کے علاوہ مزارِ اقدس کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے تاہم موجودہ ایرانی حکومت کا محکمہ آثار قدیمہ اس عظیم الشان خانقاہ کو تزئین و آرائش اور بحالی کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

اختیارِ راہِ تصوف

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ نے اپنی تحریروں میں تفصیل سے لکھا ہے کہ انہوں نے راہِ تصوف اختیار کرنے اور حضرت شیخ عبد الرحمن اسفرائنیؒ کی مریدی اختیار کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ آپ کو راہِ حق کی ہدایت بھی محرم ۶۸۶ھ / فروری ۱۲۸۷ء میں ایک مکاشفے میں ہوئی۔

''مجھے احساس ہوا کہ خدا تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب پیغمبروں کا مذہب ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں مختلف قبائل کے زعماء نے متفقہ طور پر اس امر پر اتفاق کیا کہ انسانیت کی تکمیل کے لیے تین امور پر توجہ ضروری ہے۔ یہ تین امور ہیں ''سیاست'' یعنی دنیا میں امن اور نظم وضبط قائم رکھنے کے لیے جزا و سزا کا نظام، ''طہارت'' یعنی اخروی زندگی سے قبل اسی دنیا کی زندگی میں پاکیزگی حاصل کرنا، اور ''عبادت'' یعنی اس خدا کی پرستش جو تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر اس حقیقت کا القا فرمایا کہ بعض فرقے ان تین امور یعنی سیاست، طہارت اور عبادت پر ظاہری طور پر عمل پیرا ہیں، بعض فرقے ان پر باطنی انداز میں عمل کرتے ہیں اور بعض فرقے ظاہر وباطن دونوں میں ان امور کی پاسداری کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آخری گروہ کی پیروی کرنے کا فیصلہ کیا اور اس بات کا یقین کر لیا کہ تمام فرقوں میں صرف وہی اہلِ حق ہیں۔''

شیخؒ کے نزدیک اعلیٰ ترین صورت ان امور کے ظاہری اور باطنی پہلو دونوں کا پاس رکھنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اور ظاہر وباطن کا یہ امتزاج محض اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے پیروکاروں یعنی مسلمانوں کے ہاں نظر آتا ہے۔ آپ آگے فرماتے ہیں کہ۔

''اسلام کے تمام فرقے دراصل سات فرقوں پر مشتمل ہیں یعنی جبری، قدری، معطلی، مشبہی، رافضی، خارجی اور سنی۔ اور مجھے ہر فرقے کے حق اور باطل کی تمیز ہو گئی۔ جبری، قدری، معطلی اور مشبہی اللہ تعالی کے بارے میں صراط مستقیم سے دور جا پڑے ہیں جبکہ رافضی ائمہ اہلِ بیت کی محبت میں حد درجہ غلو سے کام لیتے ہیں خارجی ان ائمۂ اہلِ بیت سے نفرت میں انتہائی درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں حالانکہ وہی بنی نوعِ انسان کے لیے چراغِ

ہدایت ہیں،اور اہلِ عالم کو اللہ کے لیے، اللہ کے ذریعے، اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ پس اہلِ سنت ہی صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔"

اگرچہ شیخؒ مسلک اہلِ سنت کو صراطِ مستقیم سمجھنے لگے کیونکہ یہی انہیں اعتدال کا راستہ لگتا تھا اور افراط و تفریط سے دور بھی۔ پھر آپ نے دیکھا کہ خود اہلِ سنت کے ائمہ بھی آپس میں کسی بات پر متفق نہیں اور یہ مذہب بھی مختلف فقہی مسالک میں بٹا ہوا ہے جن کے علماء ایک دوسرے کا انکار کرتے ہیں۔ اہلِ سنت کی تفرقہ بازی دیکھ کر آپ اصل فرقۂ ناجیہ کی پہچان کے بارے میں فکر و تردّد کا شکار ہوئے تو ایک ملکوتی روح نے حضرت شیخؒ کو "صوفیہ" ہی کی نشاندہی کی چنانچہ آپ نے صوفیہ کا طریقہ اپنالیا بعد میں اربعین یعنی چلہ کشی کے دوران عالمِ روحانی آپ پر ایک بار پھر القاء ہوا کہ صوفیہ کے مسالک میں سے بھی کامل ترین راستہ حضرت شیخ نور الدین عبد الرحمن اسفرائنیؒ کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"مکاشفے میں میں نے دیکھا کہ مریدی کی رسی قطبِ ولایت سے بندھی ہوئی ہے اور جس طرح حضرت شیخ نورالدین اسفرائنیؒ نے میرے وجود کو اپنے اختیار میں لے رکھا تھا اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ شیخ نور الدین اسفرائنیؒ ہی کا راستہ ہے۔"

یہ حقیقت ہے کہ شیخ اسفرائنیؒ اہم ترین مرشد قطب الارشاد فی زمانہ شیخ اسفرائنیؒ ہی واحد مرشدِ حقیقی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی باقی ماندہ زندگی ان ہی کے زیر سایہ سمنان اور بغداد میں گزاری۔

شیخ سمنانی کا زنجیرۂ تصوف و طریقت

آپؒ کا زنجیرۂ تصوف یہ ہے:

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ

حضرت شیخ نور الدین اسفرائنیؒ

حضرت احمد جورپانی

حضرت شیخ رضی الدین علی لالا

حضرت شیخ نجم الدین الخواقی کبریٰؒ

حضرت شیخ عمار بن یاسر بدلیسیؒ

حضرت شیخ ابو نجیب سہروردیؒ

حضرت شیخ احمد الغزالیؒ

حضرت شیخ ابو بکر النساجؒ

حضرت شیخ عبد القاسم الجورجانیؒ

حضرت شیخ ابو عثمان المغربیؒ

حضرت شیخ ابو علی الکاتبؒ

حضرت شیخ ابو علی الرودباریؒ

حضرت شیخ جنید البغدادیؒ

حضرت شیخ سری سقطیؒ

حضرت شیخ معروف الکرخیؒ معروف کے بعد سلسلہ دو طرح آگے بڑھتا ہے

حضرت امام علی الرضاؑ شیخ داؤد الطائیؒ

حضرت امام موسی الکاظمؑ

حضرت امام محمد باقرؑ

حضرت امام زین العابدینؑ شیخ حسن البصریؒ

حضرت امام حسین الشہیدؑ

حضرت امام علی ابن ابی طالبؑ

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

شیخ سمنانی کا خرقۂ تصوف

راہِ سلوک پر گامزن ہونے کے بعد حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ نے بیشتر خرقہ ہائے تصوف اپنے شیخ حضرت شیخ نورالدین عبدالرحمن اسفرائنیؒ کی وساطت سے حاصل کیے۔ جن میں خرقۂ ملمع، خرقہ الذّکر، خرقۂ تبرک، خرقہ ہزار میخی) وہ کلاہ جسے کلاہِ ہزار میخی کے نام سے یاد کیا گیا ہے (اور حضرت نجم الدین کبریٰؒ کی ایک اور خرقہ جو آپ کو عطا ہوا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شانۂ مبارک) کنگھی (موجود تھا اور جو ابو رضا بابا رتن نے جو حضورؐ کے ہم عصر تھے، حضرت شیخ علی لالاؒ غزنوی کو سفر ہند کے دوران عطا کیا تھا۔ حضرت شیخ علی لالاؒ سے یہ حضرت احمد جورپانیؒ کو اور پھر حضرت نورالدین اسفرائنیؒ کو پہنچا۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ راہِ تصوف میں قدم رکھنے کے لیے مرشدِ کامل سے وابستگی کو انتہائی ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کے اولیں استاد حضرت بایزید بسطامیؒ تھے اصولِ تصوف کو سیکھنے، یاد کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کے سلسلے میں صاحب ''قوت القلوب' حضرت ابو طالب مکیؒ آپ کے استاد تھے۔ ترکِ دنیا اور راہِ فقر اختیار کرنے کے باب میں ''حضرت ابراہیم بن ادھم' آپ کے استاد بنے۔ مودّت اور فتوت کے اصول آپ نے ''شیخ ابو حفص الحداد النیشاپوریؒ سے سیکھے۔ دیگر علماء سے بھی رابطے تھے۔ بغداد میں قیام کے دوران آپ نے علمِ حدیث پر خصوصی توجہ دی۔ اس علم میں آپ کے اساتذہ ''محمد بن عبداللہ الرشید بن ابوالقاسم البغدادی' اور ''عزالدین عبداللہ بن عمر بن الفرج الفاروثیؒ تھے۔

رفقاء اور مریدین شیخ سمنانی

عبدالرزاق کاشانی) حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کے ہم عصر صوفیاء میں سے اہم ترین (، صلاح الدین

حسن البلغاری، شیخ علی النساجی رامتینی، تاج الدین کرکری، جمال الدین الدرگزینی اور ابن عاجل یمنی شیخ کے رفقاء اور ہم عصر تھے جن کا ذکر آپ کی تحریروں اور مختلف کتابوں میں ملتا ہے۔

حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ کی شاگردوں اور مریدوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی جن میں سے بعض نے تصوف کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ بدقسمتی سے سمنانیؒ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد کے بارے میں بہت کم معلومات دستیاب ہیں۔ اس عہد کے تذکروں میں ان کا ذکر موجود نہیں اور جو تھوڑا بہت علم ان کے بارے میں حاصل ہوتا ہے اس کی بنیاد شیخؒ کی اپنی تحریریں، آپ کے شاگرد اقبال سیستانیؒ کی چہل مجلس، اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی لطائفِ اشرفی اور دیگر صوفیانہ کتابوں میں ملنے والے اشارے ہیں۔ ذیل میں ان مریدین کا ذکر ہے جو آپ کے خلفاء تھے اور ان میں سے اکثر غالباً نظامِ فتوّت سے وابستگی کی بنیاد پر اخی بھی کہلاتے تھے۔

۱۔ اخی ابوالبرکات تقی الدین علی دوستی سمنانی)میر سید علی ہمدانی کے استاد(۲۔ شرف الدین محمود مزدقانیؒ)میر سید علی ہمدانیؒ کے دوسرے استاد(۔۳۔ میر سید علی بن شہاب الدین محمد ہمدانی، ۴۔ شیخ خلیفہ ماژندرانی) سربدار تحریک کے بانی(،۵۔ نجم الدین محمد بن شرف الدین محمد الدھکانی الاسفرائنی ۔۶۔ اخی ابو الموحد محسن الدین الاحمدی)ترکستان میں شاہ اغول بن قاعد کے اہم درباری(۔۷۔ وجیہ الدین عبداللہ غرجستانی ،۸ ۔ محمد خورد)یاخرد جن کی فرمائش پر شیخ نے رسالہ نوریہ لکھا(،۹۔ عبداللہ الحباشی، ۱۰۔ اخی علی رومی، ۱۱۔ اخی علی سیستانی، ۱۲۔ شمس الدین گیلانی، ۱۳۔ شاہ علی فراہی، ۱۴۔ تاج الدین محمد القشیری) جن کی فرمائش پر ''قواعد العقائد' کی تصنیف عمل میں آئی۔(،۱۵۔ اقبال شاہ جلال الدین بن سابق سیستانی) کتاب اقبالیہ کا مصنف(،۱۶۔ اشرف جہانگیر بن سید ابراہیم سمنانیؒ)جو ہندوستان رہے اور کئی کتابوں مثلاً مکتوبات صدی و مکتوبات دوصدی وغیرہ کے مصنف ہیں(،۱۷۔ عبید اللہ بیبادی۔ ۱۸۔ خواجو کمال الدین کرمانی) مشہور فارسی شاعر خواجوی کرمانی(۔

شیخ کے بعض دیگر مریدین

۱۔ سلمان ساوجی) مشہور شاعر(،۲۔ منہاج بن محمد السرائی، ۳۔ خواجہ ابوالفتح قطب الدین یحییٰ، ۴۔ مولانا جلال الدین عتیقی، ۵۔ مجدالدین اسماعیل سیسی، ۶۔ اور الجایتو کے وزیر علاء الدین ہندو۔ ۷۔ بدرالدین براعی ۸۔ اور

امین الدین علی، ۹۔ امیر شرف الدین ابراہیم بن صدر الدین محمد اور ۱۰۔ رکن الدین قزوینی۔

۱۔ سراج الدین قزوینی۔ ۲۔ امام الدین علی بن مبارک البکری علمِ حدیث میں آپ کے شاگرد تھے۔

آثارِ شیخ سمنانیؒ

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ ایک کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ سفادی نے اپنی 'کتاب الوافی بالوفایت' میں لکھا ہے کہ آپ نے تین سو سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ کی معلوم تصانیف کی تعداد ۱۵۴ ہے جن میں سے ۷۹ تصانیف ڈاکٹر جمال الیاس کو دستیاب ہوئے ہیں آپ کی تصانیف میں تفسیر، رسائلِ متفرقہ اور مکاتیب شامل ہیں۔ دولت شاہ سمرقندی نے آپ کے ایک رسالے ''مفتاحؒ کے حوالے سے آپ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

''میں نے راہِ تصوف کے بیان میں ہزاروں دفتر سیاہ کیے ہیں اور اپنی آبائی جائداد اور خاندانی ورثے سے ایک لاکھ دینار صوفیہ کے لیے وقف کیے ہیں۔''

سمنانیؒ کی اکثر تصانیف عربی زبان میں ہیں اگرچہ آپ نے اپنی مادری زبان فارسی کو بھی استعمال کیا۔ تکنیکی لحاظ سے اہم ضخیم تصانیف کے لیے آپ نے عربی زبان کو پسند فرمایا ہے جبکہ غیر رسمی تصانیف کے لیے جو زیادہ تر رسائل پر مشتمل ہیں، آپ نے فارسی زبان کو ترجیح دی ہے تاکہ قارئین کی ایک کثیر تعداد ان سے مستفید ہو سکے۔

سمنانیؒ کا طرزِ نگارش ان کے عہد کی نمائندگی کرتا ہے۔ آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں مسجع اور مقفیٰ نثر کا استعمال کیا ہے۔ آپ کو فارسی زبان میں اظہار کی زیادہ سہولت تھی لیکن مرکب جملوں اور مسجع و مقفی کلمات کی وجہ سے آپ کی فارسی نثر کا ترجمہ مشکل ہے۔ آپ کے عربی رسائل کے مطالعے سے اس زبان پر آپ کے عبور کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی تحریروں میں جابجا عربی اشعار اور ضرب الامثال کا استعمال کیا ہے۔

سمنانیؒ کی تصانیف سے متعلق معلومات سوانحی کتابوں اور تذکروں سے فراہم ہوتی ہیں۔ بہت سی تاریخی اور صوفیانہ کتب میں بھی آپ کی تصانیف کا حوالہ ملتا ہے۔ آپ نے خود بھی ایک نہایت قابلِ قدر مختصر رسالہ 'مطاف الاشرف' کے نام سے لکھا ہے جس میں آپ کی عربی تصانیف کی ایک جزوی فہرست موجود ہے۔ آپ کے بعض رسائل محفوظ نہیں۔

سمنانیؒ کی تصانیف میں سے گیارہ ایسی ہیں جو شرح وبسط سے لکھی گئی ہیں اور جو شیخؒ کی حیات وتعلیمات کو سمجھنے کے لیے اہم ہیں۔ ان میں سے آٹھ تصانیف عربی میں، دو فارسی میں اور ایک ہر دو زبانوں میں ہے۔

۱۔ تفسیر نجم القرآن۔

۲ ۔ العروہ لاھل الخلوۃ والجلوۃ (عربی وفارسی)۔

۳۔ تبئین المقامات وتعین الدرّجات (عربی)۔

۴۔ فصول الاصول (فارسی)۔

۵۔ کتاب القدسیۃ (عربی)۔

۶ ۔ بیان الاحسان لاہل العرفان (عربی)۔

۷۔ الفلاح لاہل الصلاح۔

۸ ۔ الوارد الشاھد الطارد بشبھات المارد (عربی)

۹ ۔ کتاب قواطع السواطع (عربی)

ب۔ مختصر کتب ورسائل

۱۰ ۔ کلیاتِ دیوانِ شاعری۔(فارسی وعربی)

۱۱ ۔ چہل مجلس شیخ علاء الدولہ سمنانیؒ (فارسی)

۱۲۔رسالہ سرّی نامہ (فارسی)

۱۳۔رسالہ در تحقیق انانیّت (فارسی)

۱۴ ۔قواعد العقائد (عربی)

۱۵ ۔فرحت العاملین و فرجت الکاملین (فارسی)

۱۶ ۔موارد الشّوارد (عربی)

۱۷ ۔ہدیّۃ المسترشدین ووصیّت المرشدین (فارسی)

۱۸۔ختام المسک (فارسی)

۱۹ ۔رسالہ فی الذکر اسامی مشائخ (عربی)

۲۰۔رسالہ فتح المبین لاہل الیقین (فارسی)

۲۱۔مناظر المحاضر لناظر الحاضر۔(عربی) جس کے بارے میں مزید آگے پڑھیں گے

۲۲۔شرح حدیث ارواح المؤمنین (فارسی)

۲۳ ۔مطاف الاشراف (عربی)

۲۴ ۔رسالہ فی حشر الموجودات (عربی)

۲۵۔رسالہ فی تفسیر آیات قرآنیہ فی موضوع الصبر والاحسان (عربی وفارسی)

۲۶۔رسالہ صدائف الّطائف لمن فی بحر الدنیا بکعبۃ القلب طائف (فارسی)

۲۷۔عِقد درّ الاسرار عَقد عرائس الاخبار

۲۸ ۔مثال النّور وقدسیہ ہرولیّہ (عربی)

۲۹ ۔جوہر الاسرار (عربی)

۳۰۔رسالہ سرّ بال البال لذوی الحال (فارسی)

۳۱۔شدائق الحقائق وحدائق الحقائق

۳۲ ۔رسالہ الاختیار لذوق الاعتبار (عربی)

۳۳ ۔ارشاد نامہ (فارسی)

۳۴ ۔بدائع الصّنائع (عربی)

۳۵ ۔نقطہ (فارسی)

۳۶۔بلا عنوان (فارسی)

۳۷ ۔آداب السفرہ (فارسی)

۳۸ ۔رسالہ فی العقل والعلم

۳۹۔ذکر الخفی المستجب للاجر الوافی (فارسی)

۴۰۔رسالہ درّ الدرّ (عربی)

۴۱ ۔ھدیّۃ المھتدی وھدایت المبتدی (عربی)

۴۲۔حلّ العقال (فارسی)

۴۳ ۔حشیّیہ مرموزات (عربی)

۴۴ ۔ارشاد المؤمنین (فارسی)

۴۵ ۔ارشاد نامہ (فارسی)

۴۶ ۔رسالہ نوریہ (فارسی)

۴۷۔قدسیہ (عربی)

۴۸ ۔قدسیہ (عربی)

۴۹ ۔قدسیہ (عربی)

۵۰۔رجال الغیب

۵۱ ۔سلوۃ العاشقین وسکنۃ المشتاقین (فارسی)

۵۲۔شرح آداب البحث (عربی)

۵۳۔شرح فصوص الحکم

۵۴۔شروطِ خلوت

۵۵۔رسالہ شطرنجیہ (فارسی)

۵۶۔رسالہ فی طبقات الصوفیہ (فارسی)

۵۷۔تذکرۃ الاولیاء اللہ تعالیٰ (عربی)

۵۸۔تذکرۃ المشائخ (فارسی)

۵۹۔تنبیہ المریدین

۶۰ ۔وارد (عربی)

۶۱ ۔رسالۂ واردۂ قدسیہ (فارسی)

۶۲ ۔وصایۂ اولیاء (فارسی)

۶۳۔زین المعتقَد لزین المعتقدِ (فارسی)

۶۴۔وصایہ)عربی(

۶۵ ۔من المعارف (عربی)

۶۶ ۔بلاعنوان (عربی)

ج۔مکاتیب

۱ ۔مکاتیب بہ شیخ نورالدین اسفرائنیؒ

۲۔مکاتیب بنام عبد الرزّاق کاشانی

۳ ۔بنام حسن البلغاری

۴ ۔جواب مکتوب بنام شیخ عبد اللہ

۵ ۔بنام تاج الدین کرکری

۶ ۔بنام علی رامتینی۔)ماخوذ از The Throne Carrier of God اردو ترجمہ "حامل عرشِ شرعِ حق"

ان میں سے درج ذیل کتب ورسائل ہمارے پاس موجود ہیں۔

۱۔ تفسیر نجم القرآن

۲ ۔العروہ لاہل الخلوۃ والجلوۃ (عربی وفارسی)

۳۔مالابد منہ

۴۔بیان الاحسان لاہل العرفان (فارسی)

۵۔کتاب الفتوت۔

۶۔ آداب السفرہ (فارسی)

۷۔ فرحت العاملین و فرجت الکاملین (فارسی)

۸۔ رسالہ فتح المبین لاہل الیقین (فارسی)

۹۔ شرح حدیث ارواح المؤمنین

۱۰۔ رسالہ سرّبال البال لذوی الحال (فارسی)

۱۱۔ رسالہ نوریہ (فارسی)

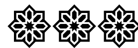
۱۲۔ سلوۃ العاشقین و سکنۃ المشتاقین

۱۳۔ رسالہ شطرنجیہ (فارسی)

۱۴۔ تذکرۃ المشائخ (فارسی)

۱۵۔ مکاتیب بنام عبد الرزّاق کاشانی

۱۶۔ کلیاتِ دیوانِ شاعری فارسی و عربی



تعلیم و تعلم

عصر حاضر کا جدید ذہن اور ہم

نجم الدین ہمدانی

مسلمانوں کے زوال کی ابتداء اس وقت شروع ہو چکی تھی جب ان میں دین و دنیا کی تعلیم میں تفریق کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس تفریق کی خواہش اور اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ تعلیم کو دو خانوں میں بانٹ دیا گیا ایک قسم کی تعلیم کو جو زیادہ تر الٰہیات ،مافوق العادات ،اخلاقیات اور عبادات پر مشتمل تھی دینی اور اخروی تعلیم قرار دیا اور دوسری قسم جس میں سائنسی انداز فکر، معاشی سرگرمیاں، زیب وزینت کے طریقے اور آرائش وزیبائش کے مسائل کا بیان تھا، کو عصری علوم اور دنیوی تعلیم قرار دیا گیا۔ اس تقسیم نے آگے بڑھ کر اتنی شدت اختیار کی کہ تعلیمِ دنیوی کو حقیر جانا گیا اور خود اہل علم حضرات، جن میں علمائے کرام سرفہرست ہیں، علوم عصری سے ایک مدت تک کوسوں دور رہے جس کی وجہ سے وہ خود ان علوم سے نابلد و ناآشنا رہے اس کا نتیجہ و اثر لازماً معاشرے پر پڑنا تھا۔ ہوا کچھ یوں کہ جو جدید تعلیم گاہوں اور جامعات سے جو طلاب اور سٹوڈنس نکل کے آئے ان پر جدید اسلوب تعلیم بالخصوص مغربی فلسفہ و فکر اور اندازِ زیست نے بہت زیادہ اثر ڈالا اور ان کے سوچنے اور سمجھنے کے زاویوں کو الٹ دیا بلکہ یوں کہیے کلیۃً بدل کر رکھ دیا۔ مگر بدقسمتی سے ہمارے علمائے کرام اور اسلام سے جڑے ہوئے اہل علم و دانش اور مفکرین نے اس بدلتی ہوئی حالت کا گہرائی اور گیرائی کے ساتھ تجزیہ نہیں کیا بلکہ اپنے عصر کے تقاضوں کو سمجھنے میں بھی لیت و لعل اور اگر مگر سے کام لیا۔ اسی کا اظہار کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سلسلہ "محاضرات شریعت" میں لکھتے ہیں :

"ہمارا جو طبقہ دینی تعلیم سے متعلق ہے وہ اس بات پہ شدت سے مصر رہا ہے کہ جدید دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، جو کچھ بھی سوچا جا رہا ہے، جو کچھ بھی لکھا جا رہا ہے اس سے مکمل طور پر صرف نظر کیا جانا چاہیے۔ اس طبقہ کے بیشتر افراد کی رائے میں دنیا میں جو بھی علوم وفنون مروج ہیں ان سے ناواقف رہنے میں ہی دین و دنیا کی بھلائی ہے، لہذا

دینی تعلیمی اداروں کو دنیا سے کٹ کر الگ جزیروں کی شکل میں رہنا چاہیے۔یہی نظریہ ہے جو لادینیت (secularism) کو تسلسل بخشنے کا ضامن ہے" (محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ص464)۔

قدیم ذہن اور جدید ذہن

یہی ایک ایسا اہم عنصر اور سبب ہے کہ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ میں دین محض رسمی طور طریق پر چل رہا ہے۔نہ واعظ کے وعظ کا اثر ہے، نہ عالم و خطیب کے بیاں کا پاس ہے اور نہ مفتی کے فتوؤں میں جان ہے اور نہ استاد کی تربیت کا صحیح نتیجہ نکل رہا ہے۔علمأ قدیم ذہن و روایت کے مالک ہیں مگر جو نئی نسل ہے وہ جدید سائنٹیفک دور سے تعلق رکھتی ہیں، اور مغربی طرز کے اداروں سے نکلے ہوئے ہیں تو ان دونوں طبقوں کے درمیان قدیم ذہن اور جدید ذہن کا ایک لمبا فاصلہ و بُعد (huge gape) ہے۔علمائے کرام اپنا فرض منصبی سمجھ کر اس بُعد و دوری میں کمی لانے کے کی پوری کوشش کریں جو ان کی دینی ذمہ داری بھی ہے اور وقت کی اشد ضرورت بھی۔ ظاہر ہے یہ اسی وقت دور یا ختم ہو سکتا ہے جب علمائے کرام جدید افکار سے خود بے بہرہ نہ رہیں اور آج کے دور سے اور اس عصر میں ہونے والے تغیرات و تبدل سے واقف ہو جائیں۔اسی حوالہ سے ایک مضمون تعلیم مذہبی میں سرسید احمد خاں نے ڈاکٹر ہنٹر کا یہ قول نقل کیا ہے:

"کوئی نوجوان خواہ ہندو خواہ مسلمان، ایسا نہیں ہے جو ہمارے انگریزی مدرسوں میں تعلیم پائے اور اپنے بزرگوں کے مذہب سے بد اعتقاد ہو نا نہ سیکھے۔ایشیاء کے شاداب اور ترو تازہ مذہب جب مغربی (یعنی انگریزی) علوم کی سچائی کے قریب آتے ہیں جو مثل برف کے ہے تو سوکھ کر لکڑی ہو جاتے ہیں" (مضامین سرسید ص247)

ڈاکٹر ہنٹر کی بات اس معنی میں سو فی صد درست ثابت نہ ہو سکی کہ ایشاء کے شاداب مذہبی علوم سوکھ کر لکڑی ہو جائے۔ایشیاء کے مذہبی علوم کی سرخیل تو قرآن کریم اور سنت نبوی ہے۔اور یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اب قرآن و سنت کی اہمیت موجودہ دور میں مغرب اور مشرق میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔اتنی بات تو سو فیصد درست ہے کہ علوم مغربی نے سوچنے کا زاویہ (thinking paradigm) بالکل بدل کر رکھ دیا ہے۔آج کے جدید اداروں سے فارغ التحصیل ہونے والوں کا ایک نیا ذہن وجود میں آیا ہے اور علوم کو سمجھنے کے حوالے سے فکر

و خیال میں تبدیلی واقعی ضرور رونما ہوئی ہے۔ اس خیال و فکر کا سب سے نمایاں پہلو ذہن میں موجود اشکالات ،مبہمات اور تصورات کا دلیل کی بنیاد پر جواب طلب کرنا ہے۔

سائنٹیفک اِنفجار

اس دور میں بالعموم سائنٹیفک اِنفجار (scientific explosion)یعنی کہ ہر چیز کو مشاہدہ کی بنیاد پہ دیکھنے اور عقل و فکر کی بنیاد پر پرکھنے کی وجہ سے طلبِ دلیل کا رجحان زیادہ ہوتا جارہاہے اور آج کے دور میں بالخصوص اس کی ضرورت اور بھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔یہی رجحان دینی و مذہبی تعلیم کے لئے بھی اختیار کیا جارہا ہے۔لیکن مسلمانوں کی کثیر تعداد ایسی بھی ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ پر ایمان، آخرت پر ایمان،رسولوں پر ایمان، آسمانی کتب و صحائف پر ایمان کے علاوہ ہر اس قول و فعل پر ایمان جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حکم دیا ہو یا رسول اللہ نبی اکرم نے حکم دیاہو ان سب پہ بلاچوں وچراسر تسلیم خم کرتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں۔انہی کے بارے میں سر سید احمد خاں اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے یوں گویاہیں:

”خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کی یہ رحمت اس زمانہ میں بھی ہزاروں لاکھوں کروڑوں مسلمانوں پر مبذول ہے کہ وہ لوگ دل سے اسلام پر یقین رکھتے ہیں۔ گو وہ اس کی صداقت کی دلائل منطق و فلسفہ کے اصول پر نہیں جانتے۔میرا اعتقاد یہ ہے کہ جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین کرتے ہیں یا یقین رکھتے ہیں، ان کا ایمان اور ان کا یقین بہ نسبت ان لوگوں کے جو دلیل و حجت اور فلسفہ سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں، بہت زیادہ مستحکم ہے کیونکہ ان کے دل میں کسی قسم کے شک و شبہ نے راہ نہیں پائی اور نہ راہ پانے کی اس میں گنجائش ہے۔یہی لوگ اہل جنت ہیں جو سیدھے بہشت میں جائیں گے“(مضامین سر سید ص28)

مگر ایک دوسرا گروہ ایسا بھی ہے جو تعداد میں بھی کثرت پکڑ رہی ہے جیسا کہ تقسیم ہند سے پہلے ہندوستان میں تھا، مگر آج کے زمانے میں ایسی صورت حال تو بڑھ رہی ہے۔ خصوصا گلگت بلتستان کے وہ طلبہ جو آج کے عصر جدید میں مختلف یونیورسٹیوں سے پڑھ کر نکل رہے ہیں وہ تو نہ رسمی اور روایتی جوابات سے متاثر ہوتے ہیں۔اور ہاں اب تو سیاحت کی وجہ سے دنیا کے باسی بالعموم پاکستان اور بالخصوص گلگت بلتستان کی طرف کھینچے چلے آرہے

ہیں(محترم غلام حسن حسنو حفظہ اللہ نے نوائے صوفیہ کے گزشتہ ایک شمارہ کے ادارئے میں بھی اس کا ذکر facts and figures کے ساتھ کیا ہے۔اور یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ جب سیاح باہر سے یہاں آتے ہیں تو بہت ساری چیزیں اپنے ساتھ لے آتے ہیں مثلاً ان کی تہذیب و ثقافت، ان کا علوم و فنون اور سب سے بڑھ کر ان کے افکار و نظریات ہم تک پہنچ رہے ہیں۔اب یہاں تبادلۂ خیال تو ضرور ہو گا، تو باہر کی دنیا کے افکار سے دانشوروں کو اور بالخصوص علمائے کرام کو قبل از وقت آگاہی ہونی چاہیے کیونکہ جس کا علم و افکار پختہ اور دلیل پہ مبنی ہو، وہی بازی لے جائے گا۔لیکن آج حقیقتاً کس کا سکہ دنیا میں چلتا ہے اور کس کی تہذیب کو عملاً عروج حاصل ہے، اس حقیقت کو غازی صاحب نے جو کہ خود دنیا بھر کی تہذیبوں کو دیکھ چکے ہیں اور رائج الوقت تمام تہذیبوں کا گہرا مطالعہ کیا ہے یوں بیان کیا ہے:

"آج مغربی تہذیب ان تمام میدانوں میں بہت غالب اور بالادست معلوم ہوتی ہے۔اس کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کو وہ بالادستی حاصل نہیں ہے۔اسلامی تہذیب کا دفاع کرنے والی آوازیں بہت کمزور محسوس ہوتی ہیں"(محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ص466)۔

اس کی حقیقت یہی ہے کہ ہم آج(nostalgia) ماضی پرستی کی بیماری کا شکار ہیں یعنی ہمارے اسلاف کی ماضی شاندار تھی، ان کی کتابیں نادر ترین (magnum opus) تھیں یہی ہمارے لئے کافی ہے، مگر ہم کچھ نہ کریں اور لکھنے پڑھنے سے دور ہیں اور جدید فلسفہ و افکار کو سمجھنے میں انتہائی ناگفتہ بہی حالت میں پڑے رہیں۔اس لئے یہ کام امر محتوم اور لازم کا درجہ رکھتی ہے کہ آج کے مسلمان نوجوانوں کی دورِ جدید کے تقاضوں کے تحت رہنمائی کی جائے اور زبانِ جدید میں، رائج الوقت اصطلاحات(incumbent terminologies) میں مدلل جوابات دینے کی انتہائی و آخری درجہ کی مجتہدانہ کوشش کی جائے، نہ کہ یہ کہہ کر ان کر سوالات کو ٹھکرایا جائے اور نہ زجر و توبیخ کی جائے اور نہ کہ یہ کہا جائے کہ تم لوگ اس طرح سوچنا بند کرو۔اس سے مسئلہ تو اور بھی گھمبیر ہو جاتا ہے اور اس طرح کے لوگوں کی الجھنیں اور بڑھ جاتی ہیں۔سر سید احمد خان اپنے زمانہ کے کچھ ایسے ہی متشکِک فی الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں، جس کے اثرات آج بھی سر اٹھارہی ہیں سر سید کے الفاظ میں :

''مگر دوسرا فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لیے دلیل چاہتا ہے۔ وہ اس بات کا خواہش مند ہے کہ اسلام کے عقائد فلسفیانہ دلائل سے اس کو بتائے جائیں۔ اس کے دل سے شبہات مٹائے جائیں تاکہ اس کے دل کو تشفی حاصل ہو۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ دل میں دھوکہ جڑ پکڑ چکا ہو اور وہ لوگوں کے ڈر اور، سوسائٹی کے دباؤ کے پیش نظر زبان سے ہاں ہاں کرے۔ یہی لوگ وہ ہیں جو ہمارے مخاطب ہیں اور جن سے ہم کو بحث ہے'' (مضامین سرسید 29)۔

خیالات کا تبادلہ اور اِن کے اثرات

یہاں سے یہ بات واضح و منقح ہو جاتی ہے کہ اصلاً بہتر عمل یہ ہے کہ بنی نوع انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے کلام قرآنِ پاک پر بغیر عقلی استدلال کے احساس حضوری اور شعوری سطح پہ ایمان لائے اور قرآن کے محکمات اور متشابہات کو بلا دلیل و حجت کے تسلیم کرے اور ان سب پر پختہ ایمان لائے یعنی یہ کہ اسی روایت وطرِیق کا امین بنے جس کا نمونہ اصحاب رسول اور اس کے بعد سلف صالحین کی زندگیوں سے مترشح ہوتا ہے۔ لیکن فی الواقع یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ جب مختلف تہذیب و ثقافت (civilization and culture) کا آپس میں اختلاط ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے قریب آنے کی وجہ سے خیالات کا تبادلہ (beliefs and exchange of thoughts) ہوتا ہے تو سوالات کا پیدا ہونا لازمی اور فطری امر ہے۔ چنانچہ علمائے اسلام اس نوعیت کے جوابات اپنے اپنے وقت کے حالات و ظروف کو سمجھ کر دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور آج بھی یہی کوشش جاری و ساری ہے۔ اس نوعیت کے مسائل سے علم کلام میں بحث پائی جاتی ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ اس حوالہ سے فرماتے ہیں :

''اصل علم کلام سے مراد ایسا مکالمہ ہے جو دلائل کی بنیاد پر ہو (جسے آج کل ڈائیلاگ یا مکالمہ کہا جاتا ہے) یہ وہی چیز ہے جسے قرآن کی اصطلاح میں مخاصمہ یا مجادلہ سے تعبیر کیا گیا ہے'' (عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص306)۔

یہاں یہ لازما پیش نظر رہے کہ عقلی علوم کی بنیاد بھی مسلمانوں نے رکھی ہیں، غازی علم دین لکھتے ہیں:

’’بیش تر عقلی علوم کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی اور مغربی مفکرین اور مستشرقین ان کے خوشہ چیں تھے‘‘(غازی علم دین، میثاقِ عُمرانی، ص9)

اس لئے قرآن کی روشنی میں اس کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ مجادلہ احسن کیا جائے وَ جَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ (النحل:125)اور شکوک و شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا علم جس میں عقلی استدلال کے ذریعے سے اسلام کی تعلیمات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہو اصحاب رسول کے عصر میں مکمل منظر نامے پر کیوں نہ آیا؟اس کی ایک بہترین توجیہہ محمود غازی صاحب نے یوں بیاں فرمایاہے :

’’صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو علم الکلام کو عقلی انداز میں مرتب کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں تھی کہ ان کے کے دل و دماغ میں وہ اعتراضات ہی پیدا نہیں ہوئے جو بعد والوں کے دل میں پیدا ہوئے۔ صحابہ ؓکرام کے ایمان کی پختگی اس بات کو یقینی بناتی تھی کہ ان کو کسی خارجی عقلی استدلال کی ضرورت نہیں۔وہ عقلی استدلال کی کمزور بیساکھیوں کے بجائے قلب و شعور اور احساس حضوری کی دولت سے مالامال تھے۔ان کو بیرونی سہاروں کی حاجت نہیں تھی۔یہی کیفیت تابعین کے زمانے میں بیشتر حضرات کی تھی‘‘(عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ص304،305)

لیکن اُس زمانے کی کیفیتوں ،تقاضوں اور ضرورتوں اور آج کے حالات میں بہت فرق واقع ہو چکا ہے۔ایک موقع پر صدیوں میں ہونے والے فرق اور اس کی کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے غازی صاحب لکھتے ہیں:

’’چودھویں صدی کے آغاز میں جو کیفیت تھی اس میں اور آج کی صورت حال میں زمین آسمان کا فرق پیدا ہو گیاہے۔ لیکن ابھی تک جس طرح کی ضرورت ہے اس انداز سے شریعت کی تعلیم عام نہیں ہوئی‘‘(محمود احمد غازی، محاضرات شریعت، ص484)۔

اسلام کے دور اول سے لے کر چودھویں صدی عیسوی تک بالخصوص مسلمانوں کے بام عروج کا زمانہ تھا۔ ان ادوار میں اسلام نے بہت سے علوم وفنون کے لئے نت نئے دروازے کھولے۔ اور ان علوم وفنون سے بذات خود اسلام کو بھی بہت فائدہ پہنچا۔ علمائے اسلام، مفکرین اسلام، اور اسلام کے عبقری شخصیتوں اور ذہنوں نے اسلام کی آفاقیت اور اسلام کی ابدیت کو ثابت کرنے کے لئے ان علوم و فنون اور اُس وقت کے ذرائع (communications and sources) کا خوب استعمال کیا۔

زمانہ شناس بنیں

یہ حقیقت ہم سب پر عیاں ہے کہ آج کا زمانہ age of communications کا دور ہے۔ یہاں آپ کی کہی یا لکھی ہوئی بات آناً فاناً اور سیکنڈز و لمحہ میں سات براعظموں میں پہنچ جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر آپ کی بات تو دنیا سے باہر چاند پر بھی منٹوں میں سنائی دیتی ہے اور لکھی ہوئی دکھائی بھی دیتی ہے۔ بلکہ براہ راست (live broadcasting) سنائی اور دکھائی دیتی ہے۔ چنانچہ اِس عصر اور زمانہ کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں کو اسلامی اصولوں پر دلیل و منطق (rational arguments) سے پرکھنا اور اس کے فوائد اور نقصانات (pros and cons) کا کھلے عام پرچار کرنا علمائے کرام پر فرض عین نہ ہو تو فرض کفایہ ضرور ہے۔ اس مکالمے کا مقصد ہی یہی ہے کہ علمائے کرام زمانہ شناس بنیں۔ حدیث رسول میں بھی اس کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور اسے عاقل کی نشانی کہا گیا ہے: عَلَى الْعَاقِلِ اَنْ يَّكُوْنَ بَصِيْرًا بِزَمَانِهٖ یعنی کہ ہر مسلمان عاقل پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانہ سے خوب آگاہ رہے۔ (عقل اور عاقل کی فضیلت، اہمیت اور ضرورت پر میر سید علی ہمدانی کا رسالہ عقلیہ کا مطالعہ فرمائیں جس کا اردو ترجمہ غلام حسن حسنوؔ نے مجموعہ رسائل شاہ ہمدان میں شائع کیا ہے)

اِس زمانہ شناسی کا ایک قابل ذکر اور اہم پہلو اظہار آزادی رائے (freedom of thought)، اظہار آزادی ضمیر (freedom of conscience) اور اظہار آزادی بیاں (freedom of speech) کا احترام کرنا ہے اور مختلف خیالات اور آراء کا جواب دلیل و منطق کی بنیاد پر دینے کے لئے ماحول کو ساز گار بنانا ہے، نہ کہ اختلاف رائے کو ہی دریابُرد کرنا!

یہ اللہ تعالیٰ کی شاندار قدرت ہے کہ اس نے انسانوں کو عقل سے نوازا، مختلف لوگوں کے عقل کے درجے مختلف ہیں تو رائے اور سوچ میں فرق کا آنا لازم ہے۔اس لئے آراؑ کے مختلف ہونے کو حُسن کائنات سمجھنا چاہیے۔تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب خیالات اور افکار کو صبر و تحمل سے سننے اور سمجھنے کی نفسیات پیدا نہیں ہوئی تھی تو کتابیں ہی جلا ڈالتے یا دریا میں بہا دیتے۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں:

"اسکندریہ کا کتب خانہ، جس میں اندازاً سات لاکھ کتابیں تھیں، جولیس سیزر کے حکم سے برباد کر دیا گیا اور اس کی نصف کتابیں جلا دی گئیں۔قرون وسطیٰ میں راہبوں کی علمی سرگرمیاں یہ تھیں کہ وہ یونان و روما کی کتابیں جلا کر ان کی جگہ مسیحی اولیاؑ کی داستانیں رکھ دیتے تھے"(ڈاکٹر غلام جیلانی برق، یورپ پر اسلام کے احسان، ص81)۔

عصر حاضر کا چیلنج

بہر حال جب کہ آج ہمارے زیادہ طلبہ مغربی طرز کے جامعات سے تعلیم مکمل کر کے نکل رہے ہیں تو ان کے رویوں میں جو اچھائی پائی جاتی ہے وہ اظہار رائے کو احترام کی نظر سے دیکھنا ہے۔ مگر ان کے دماغی بیداری (brain storming)والے سوالات اہل علم کو اور بالخصوص علمائے کرام کو جھنجھوڑنے والے ہوتے ہیں لیکن علمائے کرام کا روایتی انداز اور قدیم محاوروں میں جواب جدید طلبہ کو متاثر نہیں کرتے بلکہ یہ طرزِ جواب حقیقتاَ اب تو متروک و منسوخ (obsolete)ہو گیا ہے۔محمود احمد غازی صاحب اس اصول کو سمجھاتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ ہے کہ ہر دور کا ایک محاورہ اور ایک زبان ہوتی ہے۔قرآن مجید اور سنت تو ایسے سرچشمے ہیں جو ہمیشہ کے لئے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ان کا محاورہ ہر دور کے لئے ہے اور ہر دور کے لئے رہے گا۔ان کے محاوروں میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ ہمیشہ وہی رہے گا، اور ان کو ہمیشہ ان ہی کے محاورے اور ان ہی کی اصطلاح میں سمجھا جائے گا، لیکن فقہائے کرام، شارحین حدیث اور مفسرین نے شریعت کے نصوص کو اپنے زمانے سے relate کیا اور اپنے زمانے کے محاورے میں اس کی تعلیم کو مرتب کیا۔یہ محاورہ حالات کے بدلنے

سے بدل سکتا ہے۔ ماضی میں بھی بدلتا رہا ہے اور آئندہ بھی بدلتا رہے گا"(ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات تعلیم، ص 301)

علمائے کرام اور ارباب علم ودانش سے دست بستہ گزارش ہے کہ محمود احمد غازی کی کتاب محاضرات اور میر سید علی ہمدانی کے رسالہ عقلیہ کا لازمی مطالعہ کریں تاکہ عصر حاضر کے چیلنجز (challenges) کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ آنے والا دور چیلنجز سے بھرپور دور ہے۔ اگر اس سے نمٹنے کی تیاری میں ذرہ برابر کوتاہی رہی تو اس کے اثرات تباہ کن ہوسکتے ہیں۔اس لئے ہر مسلمان پر بالعموم اور علمائے کرام پر بالخصوص لازم ہے کہ وہ جدید فکری انحطاط سے اپنے آپ کو اور اپنے مابَعد نسل کو بچانے کی فکر کریں۔ تاکہ اسلام کی تعلیمات پر احساس وشعور کے ساتھ عمل ممکن ہو۔ یہاں ضمناًیہ بھی بیاں کرتا ہوں کہ ہمارے ہاں کے علمائے کرام اپنے آل واولاد میں سے کسی کو بھی متبحر عالم دین بنانے میں ابھی تک ناکام رہے ہیں، اس کی بنیادی وجہ ہی قدیم ذہن وروایت کا ہونا ہے۔اور اولاد کا دور جدید کے (threshold) دہلیز پہ پیدا ہونا ہے، جدید ذہن اور قدیم ذہن کا ہی فرق ہے کہ اولاد اپنے عالم والدین کو (ideal) نہ بناسکے اور علوم دینی سے عاری رہے(آپ اس سے اختلاف کرسکتے ہیں)

راقم کو وطنِ عزیز کے دار الحکومت میں مقیم ہوئے کافی عرصہ ہوتا ہے اور یہاں کافی تعداد میں یونیورسٹیز اور جامعات ہیں۔ان جامعات میں گلگت بلتستان کے کافی طلاب اور طالبات زیر تعلیم ہیں۔ جن طالب علموں سے علمی مجالسہ ہوتا ہے ان کے سوالات اور تجربات کو سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں جو ذہن بن رہا ہے ان میں روایتی اور آبأ واَجداد والے جوابات سے یہ لوگ مطمئن ہرگز نہیں ہوں گے۔ انہی نوعیت کا ایک واقعہ یوں ہے، کہ میں ایک معروف عالم دین کے ساتھ بلتستان کے ایک نامور قانونی آفیسر کی غیر معمولی ترقی پہ مبارک باد دینے کے لئے ان کے گھر گیا۔ تھوڑی رسمی گفتگو کے بعد مذکورہ آفیسر نے یہ بات دو تین دفعہ دوران گفتگو دہرائی کہ کئی طرح کے سوالات ایسے ہیں جن کے جوابات شاید ہمارے اہل علم کے یہاں نہیں پائے جاتے،ان آفیسر کا غالباایک ٹور امریکہ کا بھی لگاہے اور مجھے اس کی پہلے سے ہی خبر تھی۔ بہر حال سوالات پر کھلے لفظوں میں گفتگو تو نہیں ہوئی، البتہ کچھ حد تک اندازہ ہوا، تو میں نے اشارتاً ایک جید عالم دین کی طرف ان کی

توجہ مبذول کرائی۔البتہ کیا کچھ حقیقتاً سوالات ان کے ذہن میں تھے وہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔مگر گفتگو سے اتنا اندازہ ہورہا تھا کہ ذہنی و فکری چیلنجز شاید درپیش ہیں۔اس سے ملتے جلتے صورت حال سے آج کل یونیورسٹیز کے طالب علم دوچار ہیں اور جوابات کی تلاش میں سرگرداں۔اس کی ایک بنیادی مثال یہاں نقل کرتا ہوں:

"۲۰۱۳ میں،اسلام آباد کی نیشنل یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی (NUST) کی چند طالبات کو دوپٹہ نہ اوڑھنے پر جرمانہ کر دیا گیا۔اس خبر نے سوشل میڈیا پر ایک بحث کو جنم دیا کہ کیمپس میں خواتین پر بزور اخلاقی ضوابط لاگو کیے جانے چاہئیں یا نہیں"(حارث خلیق،پاکستان عہد حاضر میں،ص 133)

اس کے علاوہ ہمارے عوام کو بھی باشعور بنانے کے لئے علمی اقدامات کرنے کی ناگزیر ضرورت ہے کیونکہ اس وقت ہم ہر کام حتیٰ کہ عبادت تک محض رسم ورواج کے طور پر سرانجام دے رہے ہیں بقول اقبالؔ

رہ گیا رسم اذان روح بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

چنانچہ عوام الناس بھی دین کے ظواہر پر فقط رسمی عمل کے بجائے احساس حضوری کے ساتھ اور شعوری سطح پر، دین اسلام کی پہچان حاصل کریں وگرنہ دین کے روح و مزاج سے خالی القلب و الذہن رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے اور ہمارے قلب و دل کی صفائی فرمائے اور قرآن و سنت پہ کاربند رہنے کی توفیق دے۔

اس مضمون کی تیاری میں ان کتابوں سے خوشہ چینی کی گئی ہے۔

۱۔ محاضرات شریعت از محمود احمد غازی، مطبوعہ الدعوہ اکیڈمی اسلام آباد۔

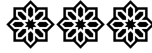
۲۔ مضامین سرسید، سرسید احمد خان، مرتب: محمد اکرم چغتائی، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

۳۔ عصر حاضر اور شریعت اسلامی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، مطبوعہ الدعوہ اکیڈمی اسلام آباد۔

۴۔ میثاق عمرانی، غازی علم دین، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

۵۔ یورپ پر اسلام کے احسان ڈاکٹر غلام جیلانی برق، ملک غلام علی، لاہور۔

۶۔ پاکستان عہد حاضر میں، حارث خلیق، فضلی سنز، کراچی۔



نشر مکرّر (فکر و نظر)

فرقہ واریت قرآن و حدیث کی روشنی میں

جی ایچ معروفی، اسلام آباد

فرقہ واریت کا زہر ملت اسلامیہ کے رگ وپے میں سرایت کر چکا۔ جس کے باعث تحمل اور بربادی کی جگہ تشدد، ضد اور انا پرستی نے لے لی ہے، تقدیر سازی کی بجائے تکفیر سازی رواج پا گئی ہے اور رواداری کی بجائے ہٹ دھرمی کو فروغ ملا ہے فروعی اختلافات کو اصولی اختلاف کا درجہ دینے کے نتیجے میں مختلف مکاتب فکر اپنی اپنی جگہ مستقل دین بن گئے ہیں اور ہر جماعت نے اپنی ڈیڑھ انچ کی مسجد الگ بنالی ہم جس دین کے پیرو ہیں وہ محبت اور رواداری کا دین ہے جس کے جھنڈے تلے مختلف رنگوں، نسلوں، زبانوں اور نظریات کے حامل لوگ ایک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام نے خطوں، علاقوں اور قومیتوں کے فاصلوں کو مٹا کر لاکھوں کروڑوں انسانوں کو ایک امت واحدہ میں سمو دیا لیکن بدقسمتی سے اس کی امت ہونے کے دعوے دار اہل اسلام نور اور لبشر، مقلد و غیر مقلد، سماع و عزاداری وغیرہ جیسے فروعی مسائل پر ایک دوسرے سے دست و گریبان آتے ہیں۔ ہمارے گرد و پیش میں جو حالات و واقعات تیزی سے رونما ہو رہے ہیں وہ اس بات کی غماز ہیں کہ امت مسلمہ کے انتشار اور ابتری کا اصل سبب یہی فرقہ واریت ہے۔ امت مسلمہ کے افراد ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک قبلہ کے حامل ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ ہر فرقہ خود کو محض مسلم کہلانے سے گریزاں ہے اور اپنے خود ساختہ امتیازی نام پر نازاں نظر آتا ہے۔ ایسے میں ایک فرقے کے پیروکار دوسرے فرقے کے قابل احترام ہستیوں کے حق میں سب و شتم اور نفرت انگیز خیالات کے اظہار سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ یہ رویہ روح اسلام کے سراسر منافی ہے۔ ذیل میں ہم قرآن و حدیث کی رو سے اس حقیقت کی وضاحت کریں گے کہ فرقہ پرستی کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں

ہے۔

ارشادات خداوندی

سورہ انعام میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

ان الذین فرقو دینھم و کانو شیعالست منھم فی شیئی انما امرھم الی ثمینبھم بما کانو ایفعلون

بے شک جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور شیعہ یعنی گروہ گروہ ہوگئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ انہیں ان کے طرز عمل سے (خود) آگاہ کرے گا۔

من الذین فرقوا دینھم و کانو شیعاً کل حزب بمالدیھم فرحون

اور مشرکوں سے نہ ہو جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہوں میں بٹ گئے۔ ہر گروہ اپنے طریقہ پر نازان ہے۔

سورہ شوری میں فرمان خداوندی ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا و الذی اوحینا الیك و ماوصینا بہ ابراھیم و موسی و عیسی ان اقیمو الدین ولا تتفرقوا فی

اللہ نے تمہارے لئے دین کی وہ باتیں مقرر کی ہیں جن کا حکم اس نے نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

سورہ آل عمران میں فرقہ بندی کو عذاب الہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

و لا تکونوا کالذین تفرقوا وختلفوا من بعدما جاءھم البینت

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کئی فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ کے واضح احکامات آنے کے بعد اختلافات کا شکار ہو گئے ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

پھر ارشاد ہوا۔

و ان الذین اور ثوا الکتب من بعدی ھم لفی شك من مریب

بے شک جنہیں کتاب کا وارث بنا دیا گیا وہ سخت شک میں مبتلا ہیں۔

مذکورہ آیات میں اس حقیقت کا واضح اعلان موجود ہے کہ محض نفسانیت، ضد وعداوت، نسل پرستی اور مفاد پرستی کی بنا پر مختلف مذاہب اور مکاتب نے جو الگ الگ مورچے بنالئے ہیں وہ منشائے خداوندی کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اس کے نتیجے میں بعد میں آنے والی نسلیں عجیب وغریب دھوکے اور شکوک وشبہات میں پڑ گئیں اور ان کا سکھ چین عنقا ہو گیا۔ الغرض فرقہ واریت بذات خود ایک عذاب ہے جس کا اظہار سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۶۵ میں ہوا کہ "اے پیغمبر کہہ دیجئے وہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں مختلف فرقے بنا کر باہم لڑا دے۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے آسمان وزمین کی آفات سے امت مرحومہ کو اللہ تبارک وتعالی نے اجتماعی تباہی اور عذاب سے تو محفوظ کر دیا مگر تفرقہ بازی کے داخلی عذاب سے افراد امت باہمی جنگ وجدل اور خونریزی سے نہیں بچ سکیں گے اس لئے رب اللعالمین نے تفرقہ بازی سے باز رہنے کا واضح حکم دیا۔

واعتصموا بحب اللہ جمیعأولا تفرقوا اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

سورہ انفال میں کہا گیا ہے کہ باہمی اختلاف ونزاع اور تفرقہ سے قومی وقار مجروح ہو جاتا ہے اور اہل ایمان کا رعب ودبدبہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ دشمنوں کے لئے لقمہ تر بن جاتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

فرقہ واریت اور احادیث نبوی ﷺ

سرور دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تفرقہ بازی اور گروہ بندی کی سخت ممانعت فرمائی ہے

اور اپنی امت کو ہدایت کی ہے کہ ہر ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور ایک دوسرے کے دکھ درد کے شریک ہیں۔ اس سلسلے میں وارد ہونے والی متعدد احادیث میں چند کا معنی و مفہوم درج ذیل ہے۔

ا۔ جس نے تفرقہ بازی کی وہ ہم میں سے نہیں۔

۲۔ جو شخص وحدت اسلام کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کر دو۔

۳۔ اس مذموم اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے جس کے بارے میں قرآن مجید نے "الفتنة اشد من القتل" کا فیصلہ صادر فرمایا ہے آپ نے فرمایا۔

تم سے پہلی اقوام اسی اختلاف کے باعث ہلاک ہوئیں جنہوں نے کتاب اللہ کے کو بعض دوسرے احکام سے ٹکرایا حالانکہ کتاب اللہ اس طرح نازل ہوئی کہ اس کے تمام حصے ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں۔

۴۔ مسلمانوں کی مثال ایک مضبوط عمارت کی سی ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تقویت دیتی ہے۔

5۔ مسلمان قوم مثال ایک جسم کی ہے کہ اگر ایک عضو میں تکلیف ہو جائے تو سارا جسم بے چین اور بے قرار ہو جاتا ہے۔

6۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی رو سے اہل اسلام کا فکری اور مسلکی اختلاف کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف مورچہ بند ہو کر قتل و قتال جائز نہیں ہے اور یہ فرقہ واریت اسلام کے آفاقی پیغام کو محدود کرنے کی ایک مذموم کارروائی ہے۔

(جاری ہے)

